اسلامی حکومت کا فلاحی تصور

www.KitaboSunnat.com

مولانا سعید الرحمٰن علوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی حکومت کا فلاحی تصور

مولانا سعید الرحمٰن علوی

مکتبہ جمال
تیسری منزل حسن مارکیٹ
اردو بازار لاہور فون نمبر: 7232731

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	اسلامی حکومت کا فلاحی تصور
مصنف	:	مولانا سعید الرحمٰن علوی
مرتب	:	مولانا عزیز الرحمٰن خورشید
تعداد	:	500
اہتمام	:	میاں غلام مرتضیٰ
ناشر	:	مکتبہ جمال، لاہور
مطبع	:	گنج شکر پرنٹرز
سن اشاعت	:	2003ء
قیمت	:	-/120 روپے

ملنے کا پتہ:

مکتبہ جمال

تھرڈ فلور، حسن مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فون ۷۲۳۲۷۳۱

Email: maktabajamal@yahoo.co.uk

maktaba_jamal@email.com

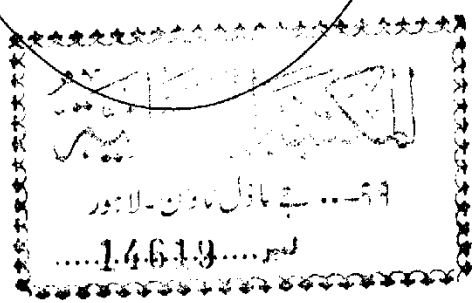

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

مرشد و مُربی حضرت خواجہ خان محمد صاحب مدظلہٗ کے نام
جن کی دُعاؤں اور روحانی توجہات سے عزیز مرحوم کو یہ سعادت حاصل ہوئی

اپنے اُستادِ اوّل جدِّ امجد الحاج حافظ غلام یاسین رحمۃ اللہ،
والدِ بزرگوار مولانا محمد رمضان علوی رحمۃ اللہ،
والدہ محترمہ اور اساتذہ کرام کے نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

تشکر	.....	9
پیش لفظ	.....	11
اسلامی حکومت کا فلاحی تصور اقتصادی مسئلہ کا حل	.....	13
قرآن وسُنّت اور فِقہ کی رُو سے	.....	81
الحجر ___ حجر کے لغوی شرعی تحقیق	.....	131
تعارف	.....	175

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشکر

میں جب بھی والدہ محترمہ کی قدم بوسی اور برادرانِ حافظ عبدالرحمٰن علوی، حافظ عتیق الرحمٰن علوی اور قاری ابو بکر خالد، سلمھم الرحمٰن سے ملاقات کے لئے راولپنڈی جاتا ہوں تو قبلہ والدِ بزرگوار مولانا محمد رمضان علوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص ساتھی مکتبہ رشیدیہ راولپنڈی کے رُوح رواں محترم عبدالشکور صاحب کی زیارت و ملاقات اور ان کے مکتبہ پر حاضری جہاں قلب و روح کے سکون کا باعث ہوتی ہے وہیں قبلہ والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات بھی دنیاوی معاملات میں شرعی طور پر نئی آب و تاب کے ساتھ راہنمائی کا باعث بنتے ہیں۔

چند ماہ قبل جب مکتبہ رشیدیہ پر حاضر ہوا تو محترم عبدالشکور صاحب کے توسط سے لاہور کے معروف ''مکتبۂ جمال'' کے روح رواں جناب مختار احمد سے محبت کا سلسلہ استوار ہو گیا، دورانِ گفتگو اُنہوں نے برادرِ مرحوم قاری سعید الرحمٰن علوی کے مضامین کے بارے میں دریافت فرمایا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مرحوم کے بکھرے مضامین کو یکجا کر کے کتابی شکل میں لانا چاہتا ہوں۔ میں نے اُن کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے دستیاب مضامین اُن کے حوالے کر دیئے۔

علوی مرحوم کا بچپن ہی سے قلم سے رشتہ استوار ہو گیا تھا لیکن جب امیرِ انجمن خُدام الدین حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ سے وابستگی کے ہمراہ اُن کے حکم پر اُنہوں نے ہفت روزہ ''خدام الدین'' کی ادارتی ذمہ داری سنبھالی تو اُن کی تحریر میں مزید نکھار پیدا ہونے کے علاوہ کشش اور تڑپ بھی بڑھ گئی۔ ''خدام الدین'' سے وابستگی کے علاوہ ملک کے مختلف اخبارات و جرائد میں بھی اُن کے مقالات چھپتے رہے۔

بھائی مرحوم کی خواہش تھی کہ مضامین کو یکجا کیا جائے مگر مشتِ خاک، قضا و قدر کے فیصلے کے آگے بے بس ہے۔ وہ خالقِ حقیقی کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے اپنے دل میں پنہاں خواہشات کے ہمراہ رزقِ خاک ٹھہرے۔ خدا بھلا کرے برادرم مختار احمد صاحب کا کہ انہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے علوی مرحوم کی خواہشات کی تکمیل کا عزم کیا ہے۔

اپنے انتہائی محسن و مہربان پنجاب یونیورسٹی کے ہر دل عزیز اُستاد افضل حق قرشی کا بے حد ممنون ہوں کہ اُنہوں نے مضامین کی ترتیب میں میری راہنمائی فرمائی، بھائی مرحوم کے ہونہار فرزند عزیزی حافظ خلیل الرحمٰن علوی اور دختر نیک اختر عزیزہ رافیہ سعید نے بڑی عرق ریزی سے پروف ریڈنگ کی۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

یہ علوی مرحوم کے مقالات کا پہلا حصہ ہے۔ اللہ نے چاہا تو دوسرا حصہ بھی بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ میرے اساتذہ، والدِ بزرگوار اور بھائی مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دُعا فرمائیں۔

برادرم مختار احمد صاحب اور کارکنان ''مکتبۂ جمال'' کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دل کی گہرائیوں سے ان کے لیے دُعا گو ہوں۔

عزیز الرحمٰن خورشید
خطیب جامع مسجد فاروقیہ، ملکوال
منڈی بہاؤالدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہر شخص اور ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اس سے نہ کوئی انکار کرسکتا ہے نہ فرار۔ کارسازِ حقیقی اس کارخانۂ حیات کو اپنی مرضی ومنشاء سے چلاتا ہے۔ لیکن ہر ایک کو اپنے اپنے حصہ کا کام کرنا ہے۔ خوش نصیب اور کامیاب ہے وہ شخص جو اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء کے مطابق صرف کرے۔ ایسے ہی خوش نصیب تھے عزیز محمد سعید الرحمٰن علوی، جن کی علمی قابلیت کا فقیر معترف ہے۔

عزیز مرحوم نے بہت کم عمر پائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب تک زندہ رکھا عزیز نے اسے دینی مقصد کے لئے صرف کیا۔ جو بات کی پورے حق کے ساتھ کہی اور ہمیشہ اہلِ حق کا ساتھ دیا۔ عزیز مرحوم نے ملک کے مختلف جرائد ورسائل میں علمی تحقیقی مضامین لکھے۔

ملکی حالات ہوں یا تہذیبی، معاشرتی، معاشی نظریات، ہر ایک کو اُنہوں نے دین کی نظر سے دیکھا اور پرکھا۔ ان کے مضامین کی افادیت واہمیت مسلّمہ ہے۔ اسلوب سادہ اور آسان ہے۔ مزاج علمی اور اہلِ حق کے جذبہ جنون سے عبارت ہے۔ قارئین انشاء اللہ العزیز ان کے مجموعہ مضامین کو نہایت مفید پائیں گے۔

علوی مرحوم کے برادرِ بزرگ عزیزی مولوی عزیز الرحمٰن خورشید سلمہ الرحمٰن نے ان مضامین کو یکجا کرکے بہت بڑا کام کیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو بڑا اجر عطا فرمائے۔

فقیر دُعا گو ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مجموعہ کو نافع بنائے۔ مصنف ومرتب دونوں کو اللہ پاک دین دنیا کی خیر وبرکت سے نوازے۔ آمین!

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی حکومت کا فلاحی تصوّر

''اسلام'' نام ہے امن و سلامتی اور صلح و آشتی کا۔حضور اکرم محمد عربی خاتم النبیین والمعصومین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ سے پہلے بھی عقائد صحیحہ کے مطابق حیات گزارنے والوں کو مسلمان ہی کہا جاتا تھا مثلاً سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصّلاۃ والتسلیم کے واقعات کے ضمن میں ہے:

اِذْقَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّاوَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[1]

جب اسے اس کے رب نے کہا کہ فرماں بردار (مسلم) ہو جا،تو کہا میں جہانوں کے پروردگار کا فرماں بردار ہوں ___ (اور ابراہیم و یعقوب علیہما السّلام نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی کہ) سو تم ہرگز نہ مرنا مگر در آنحالے کے تم مسلمان ہو۔

لیکن جس طرح باقی ہر چیز حضور اقدس علیہ التحیۃ والتسلیم کی ذات گرامی کے ساتھ ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے مکمل شکل میں سامنے آئی، یہی حال اسلام کا بھی ہے۔ارشادِ ربانی ہے:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

کہ آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے۔[2]

بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ قرآن عزیز نے جس امت وملت کو ''مسلمان'' کے نام سے یاد کیا وہ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والتسلیم ہی کی امت آپ کے نام لیوا ہیں۔اس کے سوا جو امم اور ملتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ان کا تشخص و تعارف دوسرے ناموں سے کرایا گیا اور لطف یہ ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی بناء کعبہ کی دُعاؤں میں اس امت کے لیے ''اُمت مسلمہ'' کا لفظ موجود ہے[3]

ایک اور دوسرے مقام پر ''امت'' کو مخاطب کر کے کہا:

ترجمہ: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے ربّ کی بندگی کرو، اور بھلائی کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو ___ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے اُس نے تمہیں پسند کیا ہے اور دین میں تم پر کسی طرح سختی نہیں کی، تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اُسی نے تمہارا نام پہلے سے مسلمان رکھا تھا الخ[4]

گویا اُمت کا تعارفی اور تشخصی نام ''مسلم و مسلمان'' ہے اور اسے جو دین ملا وہ ''دین اسلام'' ہے ___ جیسا کہ ارشاد ہے:

بے شک دین اللہ تعالیٰ کے یہاں ''اسلام'' ہی ہے[5]

''دینِ اسلام ان ہدایاتِ ربانی کا نام ہے جو قرآن مجید کی شکل میں قلبِ مصطفوی پر نازل ہوئیں اور آپ ﷺ نے ان کو آگے منتقل فرمایا اور نہ صرف ان الفاظ قرآنی کو منتقل فرمایا بلکہ ان کی ''تبیین و وضاحت'' کا فرض بھی سرانجام دیا کہ جس خالق کائنات اور علیم و خبیر ذات نے آپ ﷺ کو ''الفاظ قرآنی'' کی نعمت سے سرفراز فرمایا اُسی نے آپ ﷺ کو ''مبین'' بھی بنایا تھا۔

اور ہم نے تیری طرف قرآن نازل کیا تا کہ لوگوں کے لیے واضح کر دے جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تا کہ وہ سوچ لیں[6]

اب صورت یہ بنی کہ ہدایاتِ ربانی اور ان کی وہ وضاحت و تبیین جو معلّم انسانیت علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمائی ___ ہر دو کے مجموعے کا نام ''الاسلام'' ___ اور یہی ''الاسلام'' ہے جس کو اعتقاداً ماننے اور عملاً اپنانے سے انسانوں کو دارین کی فلاح میسر آتی ہے ایک انسان جو اس دھرتی پر جیتا اور بستا ہے وہ سکون و فلاح کا متلاشی ہوتا ہے لیکن یہ دولتِ سرمدی بہت کم لوگوں کو میسر آتی ہے کیونکہ اکثر لوگ اپنی حماقتوں، جہالتوں اور بے راہ روی کے نتیجہ میں بھٹک کر رہ جاتے ہیں۔ اور ظاہر ہے جب پاؤں پھسلتا ہے تو تھوڑی بہت چوٹ لگتی ہی ہے۔ ٹھیک یہی حال انسان کے فکر و نظر کا ہے، بھٹکا ہوا دل اور بہکی ہوئی نظر کا ردِ عمل نہ ہو یہ ممکن نہیں۔ وہ راس رو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبیعتیں جنہیں قدرت ''سلامتی کی راہ'' چلنے کی توفیق دے دیتی ہے، اُن کے لیے یہ اور آنے والی دنیا خیر و بھلائی کا گھر بن جاتی ہے اور انہیں دولتِ سکون میسر آ جاتی ہے انسانی آبادی کا ایک بڑا حصہ ہمیشہ سے محمد عربی علیہ الصلوۃ والتسلیم کے بعد بھی ''سلامتی کی راہ'' کا دشمن رہا ہے، اس کے احوال سے فی الوقت بحث نہیں کہ یہ اس کا محل نہیں لیکن آج کی اس دھرتی کا وہ ایک ارب سے زائد انسان جو اپنے آپ کو کلمہ گو کہتا ہے اور مسلمان شمار کرتا ہے۔ اس کا کیا حال ہے؟

☆ اس کی صفوں میں انتشار ہے۔

☆ وہ ایک دوسرے کی جان و عزت کا دشمن ہے۔

☆ سیاسی عدم استحکام کا شکار ہے۔

☆ معاشی اونچ نیچ اس کا مقدر ہے۔

☆ جدید علوم و سائنس میں وہ غیروں کا محتاج ہے۔

☆ اس کے شہروں اور قصبوں کی بڑی آبادی واجبی چھت اور عام ضروریات زندگی سے محروم ہے۔

☆ اس کے عقائد کا حال پتلا اور ناگفتہ بہ ہے تو اس کے یہاں فرائض ربانی کی ادائیگی کا اہتمام نہیں۔

☆ اخلاقی اقدار و روایات جو اس کا عظیم سرمایہ تھا وہ اس سے محروم ہے۔

بات بالکل سچ ہے کہ

مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب

اقبال کے الفاظ میں مسلمان ''خاک کا ڈھیر'' ہے اور مظلوم مفکر و صاحبِ علم عبیداللہ سندھی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کہتے ہیں کہ انقلابِ روس کے بعد جب میرا روس جانا ہوا تو روس کی سیکنڈ لائن کے اکثر زعماء سے تفصیلی باتیں ہوئیں میں نے انہیں احساس دلایا کہ ''معاشی مسائل'' کے حل کا جو نسخہ آپ نے تجویز کیا وہ وقتی بات ہے۔ مسائل پھر جنم لیں گے۔ اس مسئلہ کا پائیدار حل وہ ہے جو قرآن مجید نے ارشاد فرمایا۔ اور میں نے قرآن عزیز کے حوالہ سے وہ اُصول انہیں سمجھائے، وہ بے حد متاثر ہوئے افسوس کا اظہار کیا کہ انہیں ان حقائق کا علم پہلے نہ تھا (یہ بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے نظامِ دعوت وتبلیغ کے نقص کو ظاہر کرتی ہے جبکہ اسلام کے نام لیواؤں پر عصری تقاضوں کا بھرپور لحاظ کر کے اس کی دعوت وتبلیغ فرض ولازم ہے) لیکن جونہی انہوں نے پلٹ کر مجھ سے ان اُصولوں کے مطابق عملی مملکت کا سوال کیا تو میرے پاس ندامت کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔

جب مرحوم مولانا سندھی روس گئے اس وقت بھی مسلم حکومتوں اور مسلم حکمرانوں کی کمی نہ تھی اور آج جبکہ دریا کے پلوں تلے بڑی مقدار میں پانی گزر چکا ہے تو اور انقلاب روس پر ستر برس سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ خود روس میں جواں ہمت گورباچوف بڑی تبدیلیاں لا رہے ہیں۔ مسلم حکومتوں کی کمی نہیں بلکہ اب اسلامی سیکرٹریٹ ہے، اسلامی بینک ہے، اسلامی پریس ایجنسی ہے اور نہ معلوم اسلام کی نسبت سے کیا کیا ہے؟ لیکن اسلامی اُصولوں، عدل واحسان اور مشاورت کی بنیاد پر کوئی حکومت موجود ہے؟ بدقسمتی سے اس سوال کا جواب صریحاً نفی میں ہے اور یہ آج کی امت کا عظیم المیہ ہے۔

''مسلم امہ'' کا وہ طبقہ جو ایسے ممالک میں قیام پذیر ہے جہاں کے حکمران اور اکثریتی آبادیاں مسلمان نہیں، وہ تو یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ ہم مجبور ہیں لیکن وہ طبقہ جو آزاد، خودمختار اور اپنے ہی ممالک میں قیام پذیر ہے۔ اس کے پاس اس بات کا کیا عذر ہے کہ وہ اسلامی عدل واحسان اور مشاورت کی بنیاد پر اپنا اجتماعی نظام وضع نہیں کر سکا۔ وہ غیروں کے چبائے ہوئے لقمے نگل رہا ہے اور غیروں کے ٹکڑوں پر پل رہا ہے۔ اس کا انجام واضح ہے کہ آج اس کا انگ انگ زخمی ہے۔ کہیں وہ شاہی نظام کی چیرہ دستیوں کا شکار ہے تو کہیں فوجی آمریت اور مادر پدر آزاد جمہوریت اس کے اعصاب پر سوار ہے۔ آج کا مسلمان اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ گویا اس طرح تہی دامن ہے کہ اس کے پاس نہ کوئی نظام ہے نہ کسی اجتماعی سسٹم کا خاکہ۔ البتہ اس بدنصیب امت کی سیاسی قیادت اور مذہبی وڈیرہ شاہی، جب یہ خیال کرتی ہے کہ اس کا اقتدار خطرے میں ہے اور اس کے ظالمانہ اقتدار کے خلاف عوام کا ردعمل ہونے والا ہے تو وہ اسلام کی دھائی دے کر اپنی معصومیت کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتے اور اس طرح عوام کی جذباتیت سے فائدہ اٹھا کر اسلام کی آڑ میں اپنے جرائم پر پردہ ڈال لیتے ہیں۔ آج معاشرہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جتنی خطرناک معاشی ناہمواری اور اونچ نیچ ہے اس کا اندازہ اس شعر سے ہوسکتا ہے جو ہمارے حالات کا صحیح عکاس ہے ۔

ہے اِدھر بھی آدمی، اُدھر بھی آدمی
اِس کے جوتے پر چمک اُس کے چہرہ پر نہیں

اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہ دو شعر بھی بہت اہم ہیں جو انہوں نے اختر شیرانی کی مشہور نظم ''قحط بنگال'' سن کر ایزاد کر کے اختر شیرانی کی نذر کر دیے۔

ملیں اس لیے ریشم کا ڈھیر بنتی ہیں
کہ دخترانِ وطن تار تار کو ترسیں
چمن کو اس لیے مالی نے خوں سے سینچا تھا
کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

ایسا نظامِ اجتماعی جس میں وسائل رزق پر ایک طبقہ کی اجارہ داری ہو، اور عام لوگ بنیادی ضروریات تک سے محروم ہوں وہ نظام ظالمانہ ہوگا۔ اسلام کے نظامِ عدل سے اس کا دور کا بھی تعلق نہ ہوگا اور ایسے ظالمانہ اور سفاکانہ نظام کو ''تقدیر الٰہی'' اور ''تقسیم الٰہی'' قرار دینے والے اُس جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں جن کی سنگینی کا انہیں احساس نہیں اور داور محشر کی عدالت میں انہیں اس کا جواب دینے کے لیے ابھی سے اپنے آپ کو تیار ہو جانا چاہیے۔

ہم زیر بحث موضوع میں یہ دکھانے کی سعی کریں گے کہ اسلام کس قسم کے فلاحی معاشرے کا تصور پیش کرتا ہے اور اسلام کا نظامِ عدل واحسان ہے کیا؟ جس کو اپنا کر آج کا دکھی انسان سکھ اور چین کی زندگی گزار سکتا ہے؟

لیکن ایک لمحہ رک کر اس تصویر کو سامنے لے آئیں جو اِس دنیا کی اُس وقت تھی جب پیغمبر انسانیت و اسلام صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے سر پر تاج نبوت ابھی نہ رکھا گیا تھا: آپؐ محض ''محمد بن عبداللہ الہاشمی القرشی'' تھے، البتہ آپؐ کی بلند و بالا اخلاقی عظمت کے حوالے سے لوگ آپؐ کو ''الصادق الامین'' اُس وقت بھی کہتے تھے۔ ہدایت ربانی کا نزول ابھی شروع نہ ہوا تھا، دھرتی پر لوگ چلتے پھرتے تھے، کاروبار اور معاملات کا سلسلہ رواں دواں تھا، اُس وقت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالات اور ضرورتوں کے تحت اجتماعی نظام بھی موجود تھا۔ لیکن حالات کیا تھے؟ اس سوال کو یہاں حل کرنا ضروری ہے کہ تقابلی مطالعہ معاملات کی تہہ تک پہنچنے کا اچھا ذریعہ بنتا ہے۔

تُعرف الاشیاء باضدادھا

وہ دور جب فاران کی چوٹیوں سے فلاح واصلاح کی دعوت کا آغاز ہوا، اُس وقت مذہب ،فنون لطیفہ، تعمیرات ، ادبیات، سیاسیات، صناعی غرض ہر شعبہ میں انسان ترقی کی بڑی منازل طے کر چکا تھا۔ ایران وروم کی متمدن اور طاقتور حکومتیں چشم فلک دیکھ چکی تھیں۔ بلکہ دیکھ رہی تھیں ساتھ ہی ایک تیسری طاقت بھی خاموشی سے اپنا رول ادا کر رہی تھی یعنی چین کی خان بالغ حکومت ، پھر انسانی دماغ اہرام مصر سے لے کر ایلورہ ، اجنڈ اور آباصوفیہ جیسی عمارتیں بنا چکا تھا۔ انسانیت توریت کی گرمی اور انجیل کی نرمی، وید کی ذات پات اور انگریز کی تقسیم در تقسیم پالیسی سب کچھ دیکھ چکا تھا، ارسطو کی پالیٹکس اور مہابھارت اس کے ہاتھ مظبوط کر چکے تھے۔ گویا اس وقت کا انسان مادی عظمت کے بڑے مدراج طے کر چکا تھا پر افسوس کہ ان کمالات کے باوصف روحانی بدنصیبی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی اور اخلاقی زوال کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔

ایرانی اپنی گوری رنگت کے سبب ناز کرتے اور ایسا کہ حبشہ اور ہند کے رہنے والے ان کے نزدیک ''کوے'' تھے تو عرب اپنی زبان کی ساخت اور ادائے مفہوم کی صلاحیتوں پر اتنا اتراتے کہ ساری دنیا کو ''گونگا'' خیال کرتے [8]

مصلح انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح کیا کہ گوری رنگت اور کسی زبان کا حسن اپنی جگہ، لیکن یہ ایسی بات تو نہیں جس پر اترایا اور اکڑا جائے اپنے ہی بھائی بندوں کو نفرت وحقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ فاران کی چوٹیوں سے جو نغمہ برابر گونج رہا تھا اس میں دنیا والوں نے سنا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے۔ (محض ترجمہ)

(وہ خالق کائنات جس نے تم کو پیدا کیا لیکن تم گمراہ کن تقسیم کا شکار ہو کر رہ گئے)
اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری زبانوں اور رنگتوں کا
مختلف ہونا ہے بے شک اس میں علم والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ [9]

انسان کا عجیب معاملہ ہے وہ متضاد قسم کے جذبات کا حامل ہے اس میں رحم کا جذبہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غضب کی قوت بیک وقت موجود ہے۔ وعلی ہذا القیاس مصلح اپنی تربیت سے وہ رخ متعین کر دیتا ہے کہ ان جذبات کا اظہار کا موقعہ ومحل کیا ہے؟ ایک مظلوم ہمدردی کا مستحق ہے تو ایک ظالم اس قابل ہے کہ اس کو اس کے کئے کی سزا دی جائے، یہی عدل ہے اور یہی انصاف کی سزا۔ چنانچہ پیغمبر اسلام وانسانیت کے حسن تربیت نے ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ اس نغمہ لا ہوتی کے سننے والے زبانوں اور رنگتوں کے اختلاف کے باوجود ایک کنبہ کے فرد بن گئے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

زبان و رنگ کے حوالہ سے اپنی برتری کا زعم رکھنے کی شدید بیماری کے ساتھ ساتھ اس وقت ایک سنگین بیماری پورے معاشرے کو چمٹی ہوئی تھی اور وہ تھی ذات پات کی تقسیم۔ جس کی بدترین شکل پڑوسی ملک میں اب بھی نظر آتی ہے۔

ایک آدم وحوا کی اولاد اپنے اوپر دوسرے کا سایہ پڑنے نہ دیتی تھی علم وعرفان کی دنیا میں بخل کا عالم یہ تھا کہ کسی مقدس کتاب (وہ واقعۃً ہو یا انسانوں کے کسی گروہ نے اسے بنا دیا ہو) کو کوئی ایسا شخص چھو لے پڑھ لے سن لے۔ جسے معاشرہ اس کی اجازت نہ دیتا ہو تو اس کے کان میں پگھلا کر سیسہ ڈال دیا جاتا اور اس سے بھی بدتر سزائیں موجود تھیں اس کے علاوہ بھی نفرتوں کا ایک الاؤ تھا جو انسانیت کو بھسم کر رہا تھا۔[1]

لیکن عین اسی گھڑی جب یہ حالت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی وہ صدا بلند ہوئی جس میں وحدت انسانیت کا پیغام تھا اور بھٹکے ہوئے انسانوں کو بتلایا گیا کہ شعوب وقبائل کی تقسیم بے شک ہے لیکن اس کا مقصد نفرتوں کے الاؤ روشن کرنا نہیں بلکہ اس کا مقصد محض باہمی تعارف اور بعض معاشرتی مسائل سے احسن طریق سے عہدہ برآ ہونا ہے، باقی عزت و بزرگی وہ نہیں جس کے پیمانے ہمارے وضع کردہ ہیں بلکہ عزت و بزرگی حقیقت میں وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل ہو اور اس کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ (محض ترجمہ)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور قومیں جو بنائی ہیں (تو اس لیے) تا کہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہے[11]

پھر معلوم ہے کہ کیا ہوا؟ وہی جس کا ذکر اقبال نے کیا ۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اور یہ محض شاعری نہیں، اسلامی تاریخ یہ ہے کہ ''غلام زادہ اُسامہ'' (رضی اللہ عنہ) کی قیادت میں جناب ابوبکر، عمر اور خالد و علی (رضی اللہ عنہم) میدان کارزار میں جا رہے ہیں تو اس جنوبی ایشیا میں خانوادہ غلامان اور اس سے باہر مملوک خاندان کی حکومت نظر آتی ہے گویا انسانوں کی اُصولی اور فطری مساوات اور پرہیز گاروں کی اکتسابی فضلیت و برتری کے اس نئے نظریے نے وہ تمام مصنوعی بت ملیا میٹ کر دیے جو آج بیسویں صدی میں بھی غیر اسلامی سماجوں میں موجود ہیں اور انسانوں میں نہ ختم ہونے والی تلخی اور فساد انگیزی پیدا کر رہے ہیں۔[12]

ایک اور مصیبت عظمیٰ جس نے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا، وہ تھی ''انتقامی جذبات کی لہر'' جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ سالہا سال اور نسل در نسل یہی دھندا تھا۔

اس حوالہ سے صرف جزیرہ عرب کا ہی برا حال نہ تھا بلکہ روم و ایران (دو سپر پاورز اور اُس دور کے دو بڑے وڈیرے) کی ہزار سالہ کشمکش اور جنوبی ایشیا میں بدھ مت اور برہمنی جھگڑے بھی اسی طرح کے تھے۔

کوئی شخص کسی جگہ کے حالات کا دقت نظر سے جائزہ لے تو عجیب کیفیت اُس کے سامنے آئے گی، اس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو گا کہ فریق اوّل قصور وار ہے یا فریق ثانی۔ قریبی عہد میں امریکہ جاپان کے حالات کو پڑھا جائے تو کبھی امریکہ سے ہمدردی پیدا ہونے لگتی ہے کبھی جاپان سے۔ دراصل جہاں ضد تعصب ہٹ دھرمی اور مفادات کی کشاکش ہو گی وہاں یہی حالات ہوں گے کہ نہ جانیں محفوظ ہوں گی نہ مال اور آبرو۔ ہمارے دیہی معاشرے میں جہالت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وتعصب کی گرم بازاری اب بھی کہیں کہیں نظر آنے لگتی ہے کہ مخالفت کے سبب رات کی تاریکی میں مخالف کا مکان جلا دیا جاتا ہے جس میں معصوم بچے اور خواتین تک بھسم ہو جاتی ہیں۔

اس مصیبت سے چھٹکارے کی ایک شکل ہے کہ آدمی عفو و درگذر کا وطیرہ اپنا لے اور یہ سوچ لے کہ جو ہوا سو ہوا (مضٰی ما مضٰی) مزید بات کو بڑھانے کی کیا ضرورت ہے؟

لیکن اسلام کے ابر رحمت کے چھم چھم برسنے سے متصل قبل جو حالات تھے ان میں عفو و درگذر کا لفظ شاید ڈکشنری میں تھا ہی نہیں وہاں کا سماج تو ایسا ظالم تھا کہ وہ امام برحق۔ محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ۔ جن کو چند دن قبل لوگ ''الصادق الامین'' کہتے، اب ان کی جان کے درپے تھے۔ قرآن کی شہادت ہے۔

> اور جب کافر تیرے متعلق تدبیریں سوچ رہے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا تمہیں قتل کر دیں یا تمہیں دیس بدر کر دیں۔ وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔[13]

وہ ''الصادق الامین'' اور اس کے مٹھی بھر رفقاء پر مکہ معظمہ کی زمین تنگ کی جاتی ہے اور وہ بصد حسرت و یاس مکہ معظمہ کو چھوڑ کر حبشہ کے بعد یثرب (مدینۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا رخ کر لیتے ہیں لیکن سردارانِ قریش اور ان کے حوالی موالی یہاں بھی تو پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ایک جنگ دوسری جنگ، تیسری جنگ۔ پھر حدیبیہ کے مقام پر مکہ معظمہ کی حاضری سے روکنا۔ جبکہ اس مقام مقدس سے کسی کو بھی روکا نہ جاتا تھا۔ یہ سب کچھ ہو چکنے کے بعد۔

> ۸ھ میں جب مکہ معظمہ فتح ہوا اور اس طرح کہ کسی کی نکسیر تک نہ پھوٹی تو اس وقت مکہ میں قتل عام کیا جاتا۔ اہل مکہ کی جائیداد سے انہیں بے دخل کیا جاتا تو اُس دور کے سماج کے حالات کی مناسبت سے کوئی بری بات نہ ہوتی کہ ثار یا غیر مختتم انتقام کا جذبہ وہاں بہادری و عظمت کی دلیل تھی۔

لیکن ایسا ہوتا تو پھر اس پیغام صلاح و فلاح کے علمبردار محترم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت کیا رہ جاتی؟

وہ تو امن و صلح اور آشتی و عفو و درگزر کا نقیب بن کر مبعوث ہوا تھا اس لیے اس نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا راستہ اختیار کیا جو بقول کسے

بہیمیت اور شیطانیت پر انسانیت کی فتح کا راستہ تھا[14]

یاد ہوگا کہ اُس وقت اُس نبی رحمت اور رسول انسانیت نے ۲۰، ۲۱ برس تک ستانے والوں اور پریشان کرنے والوں کو کیا کہا تھا؟ وہ لوگ بے شک ڈرے ہوئے اور سہمے ہوئے تھے لیکن کتابی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے اخلاق کریمانہ کی توقع بھی اپنے دل میں رکھتے تھے۔ چنانچہ سب کو جمع کر کے آپؐ نے فرمایا

لاتثریب علیکم الیوم اذھبو ا فانتم الطلقأ

آج تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو[15]

گویا آپؐ نے اپنے عزیز بھائی سیّدنا یوسف علیہ الصلاۃ والتسلیم کے الفاظ مستعار لے کر عفو و درگزر کا اعلان کیا انہوں نے حقیقی بھائیوں کے سالہا سال ستم برداشت کرنے کے بعد۔ اُس وقت جب وہ ملزموں کے سے انداز میں شاہ مصر کے سامنے کھڑے تھے اور شاہ مصر (یوسف عزیز علیہ السلام) چاہتے تو ایک نگاہ اٹھا کر ان کا کام تمام کروا سکتے تھے لیکن نہیں، انہوں نے کہا تو یہ کہا کہ

آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے اور وہ سب سے زیادہ مہربان ہے۔[16]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے انتقام لینا مشکل نہ تھا۔ جاں نثاروں کا بڑا گروہ ساتھ تھا۔ قریش گرفت میں تھے اور سالہا سال کی پریشانیوں کے بعد ایسا کرنے پر شاید آنے والا مورخ بھی آپؐ کو حق بجانب ہی کہتا لیکن فائدہ کیا ہوتا؟

کیا آپؐ کے جو پیارے شہادت سے سرخرو ہو چکے تھے وہ واپس آ جاتے؟ زخم مندمل ہو جاتے؟ اہل مکہ کی جائیدادوں پر قبضہ سے آپؐ کے احباب کے نقصانات کی تلافی ہو جاتی۔ شاید ہو بھی جاتی لیکن آپؐ جائیداد کی تلافی کے لیے نہیں۔ دلوں کو فتح کرنے کے لیے تشریف لائے تھے کیونکہ

دلوں کو جو فتح کر لے، وہی فاتح زمانہ

چنانچہ یہی ہوا کہ ''صدائے لاتثریب'' کے الفاظ کی گونج ابھی باقی تھی کہ اہل مکہ کے دل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پگھل گئے اور ''الصادق الامین'' کہنے والے اب آپؐ کے عفو و درگذر کے بھی معترف ہو کر بندگان بے دام بن گئے۔

دنیا نے اس واقعہ کے بعد کئی انقلاب دیکھے لیکن افسوس کہ کسی آئزن ہاور کسی اسٹالن اور کسی خمینی کو سمع و طاعت کے بھرپور جذبات کے ساتھ اس سنت مصطفوی پر عمل کی توفیق نہ ہوئی۔ ورنہ یہ دنیا امن و چین کا گہوارہ بن جاتی اور جنگ کی لعنت سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل ہو جاتی۔

آج چاروں طرف امن و آشتی کے جھوٹے نعرے تو ہیں لیکن فلسطین، افغانستان، ویت نام، جنوبی افریقہ اور کہاں کہاں ظلم کی گرم بازاری ہے اور کون کر رہے ہیں وہی جو امن کے ٹھیکیدار اور اجارہ دار ہیں، جن کے منہ کو انسانیت کا خون لگ چکا ہے اور جو بھیڑ نما بھیڑیے ہیں جو اپنے اسلحہ کے کارخانوں کی چمنیاں گرم رکھنے کے لیے اپنی بدبختیوں سے باز نہیں آتے۔ جو اپنے سے اختلاف رکھنے والے ممالک کے طیاروں کو مار گرانا اور غریب مسافروں کی زندگی سے کھیلنا اپنا حق سمجھتے ہیں اور پھر اس پر لطف یہ کہ اسلام اور پیغمبر اسلام پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ انہوں نے تلوار کے زور سے کام چلایا سبحانك هذا بهتان عظيم

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ایک اور بڑی سنگین خرابی جو نظر آتی ہے، وہ ہے مقصد و تصور حیات کے سلسلہ میں انسان کی بے اعتدالی اور افراط و تفریط۔

مثلاً اس دور کا ایک اہم مذہبی اسکول ''بدھ مت'' تھا جس نے نفس و روح کے تزکیہ پر انسان کو اس طرح مرتکز کر دیا تھا کہ ان کے نظام میں خالق و مالک کی کوئی جگہ اور ضرورت ہی باقی نہ رہ گئی تھی اور حال یہ تھا کہ انسان دور رس مقصد کے بغیر اپنے فطری قوی کے استعمال و استفادہ سے محروم کر دیا گیا تھا۔

عیسائیت تھی تو اس کا حال یہ تھا کہ ''پہاڑی کا وعظ'' جو سراسر رحم و محبت کا وعظ ہے۔ ایک طرف تو اس کا شہرہ تھا دوسری طرف یہ کہا جاتا تھا کہ

قیصر کی چیزیں قیصر کو اور خدا کی چیزیں خدا کو دیدو

اس سے شرک کا تصور لازم تو آتا ہی تھا، سیاست و مذہب کی دائمی جدائی بھی پیدا ہو گئی تھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کے نتیجہ میں سیاست کو اخلاق سے الگ کر دیا گیا اور یہ باور کرایا گیا کہ گویا سیاست کو اخلاق کی ضرورت ہی نہیں۔

جب اخلاقی قدریں اس طرح ملیامیٹ ہو جائیں تو صاحب اقتدار جیسا بے رحم، ظالم اور سفاک ہو جائے گا اس کے لیے کسی فلسفہ کے بھگارنے کی ضرورت نہیں۔

مذہب عوام کا پرائیویٹ معاملہ بن کر رہ گیا تو ایک بادشاہ عجیب کشمکش کا شکار ہو گیا۔ اسے بیک وقت بادشاہی سے وفادار رہنا پڑتا تھا تو کلیسا کے مفادات میں تصادم کی صورت میں راسخ العقیدگی بھی اختیار کرنا پڑی اب سوچیں کہ ایک شخص سپاہی اور فوجی ہے تو وہ پہاڑی کے وعظ پر کس طرح عمل کرے گا اور ہر شخص راہب بن جائے تو نسل انسانی کی بقا کا کیا بنے گا؟

الغرض افراط وتفریط کا یہ حال تھا کہ کوئی مذہب دنیا سے کنارہ کشی کا حکم دیتا تو کوئی دنیوی مفادات میں سرمست ہونے کو ہی زندگی کا مقصد قرار دیتا۔

اسلام نے ایسا تصور حیات دیا جس میں ''ظواہر دنیا'' میں بھرپور جدوجہد کے ساتھ ''عقبیٰ'' نگاہوں سے اوجھل نہ ہو تلاش کیجیے۔ دنیا بھر کے نوشتوں میں، یہ بات آپ کو کہیں نظر آتی ہے؟

بعض لوگ یہ کہتے ہیں، اے ربّ ہمارے ہمیں دنیا میں نیکی اور آخرت میں بھی نیکی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کی کمائی کا حصہ ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ [1]

یہ تصور حیات دیا اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کے ذریعہ کہ دنیا بھی بھلی اور آخرت بھی بھلی۔ ہم دنیا بھر کی مخلوق سے استفادہ کریں لیکن خود اللہ تعالیٰ کے لیے وقف رہیں۔ دنیا میں بھرپور طریق سے رہ کر دنیا سے کنارہ کش۔

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

بعثت نبوی کے وقت جو غلط افکار انسان کا سرمایہ حیات تھے ان میں ایک بات یہ تھی کہ مذہبی تعصب اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ ہر طبقہ نجات کا اجارہ دار تھا اور ستم یہ کہ ہر دوسرے کے لیے مذہب کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودی اس ہٹ دھرمی کا شکار تھے کہ مذہب نسل میں محدود ہے اور یہی بات ہندوستان میں تھی بلکہ آج کی انجیل بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب یہ قول دہراتی ہے کہ

میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے
آیا ہوں مجھے باقی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔

اس پر مستزاد یہ ہے کہ "عمل" کا خانہ ہر جگہ خالی تھا خیال یہی تھا کہ کسی مذہبی گروہ میں داخل ہونا ہی سب سے بڑا عمل ہے۔ یہ قرآن کا معاملہ ہے کہ اس نے "آمنوا" کے ساتھ "عملوا الصالحات" کا بتکرار ذکر کیا۔ اتنی مرتبہ کہ شاید کوئی بات اتنی مرتبہ نہ دہرائی گئی ہو۔

نسل اور پیدائشی مذاہب کے متعلق صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ:

جب صور پھونکا جائے گا تو اُس دن میں نہ رشتہ داریاں رہیں گی اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا (بلکہ کامیاب کون ہوگا) پھر جن کا پلّہ بھاری ہوا (اعمال خیر کا پلڑا) تو وہی فلاح پائیں گے اور جن کا پلّہ ہلکا ہوگا تو وہی یہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کیا، ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔[18]

گویا مرشد جامی کے الفاظ میں

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

ساتھ ہی پیغمبر اسلام نے وحدت انسانیت کی طرح وحدت نبوت و رسالت کا سبق پڑھایا اور مختلف طبقوں اور مذہبی تعصبات میں بٹی ہوئی انسانیت کو باور کرایا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت یہ رہا ہے کہ "کوئی طبقہ ایسا نہ تھا جس میں کوئی ہادی نہ آیا ہو۔"[19]

قرآن کریم نے بتلایا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں کہ بعض کو مانتے اور بعض کو نہیں مانتے ان کی گمراہی ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے حقیقی مومن اور راست رو وہ ہیں جو ایمان باللہ کے ساتھ سب رسولوں کو مانتے اور ان میں تفریق نہیں کرتے۔[20]

رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا سے وداعی سفر فرمانے سے تین سال قبل دنیا کے عیسائی حکمرانوں کو جو دعوتی خطوط لکھے ان میں اس آیت کا بطور خاص حوالہ دیا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے اہل کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے درمیان برابر (قدر مشترک) ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے۔[۲۱]

قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اس نے اپنے متعلق واضح کیا کہ وہ پہلی کتابوں کی مصدق اور ان کے مضامین کی ''المہیمن'' نگہبان ہے۔[۲۲]

پھر قرآن عزیز میں دو مقام پر آیت تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ ارشاد فرمائی گئی جس میں ہر اُس انسان کے لیے جزا بخشش اجر عظیم اور خوف وحزن سے اطمینان کا وعدہ ہے جو ایمان و عمل صالح کی دولت سے مالا مال ہو۔[۲۳]

بعثت نبوی کے وقت اور اس سے پہلے جن مسائل نے انسانی معاشرہ کو مبتلائے مصیبت کر رکھا تھا ان میں ایک مسئلہ دولت وافلاس کا تھا جس نے بڑی ہی سنگین شکل اختیار کر لی تھی۔ حالت یہ بن گئی تھی کہ دولت مند طبقہ اور زیادہ دولت مند ہوتا چلا جا رہا تھا تو مفلس کا افلاس برابر اضافہ پذیر تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مختلف مذاہب نے بے شک ''خیرات'' کا ذکر ضرور کیا تھا لیکن محض ترغیب کی حد تک۔ لیکن ظاہر ہے کہ ''ترغیب'' کے راستے خیر کی راہ اپنانے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ ترغیب کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی درجہ میں لزوم بھی ضروری ہے، ایسا نہ ہو تو سرمایہ دار طبقہ کی طبعی کنجوسی اور بخل اپنا رنگ جما کر رہتی ہے۔

اسلام سے پہلے ''مزدک'' نے ردعمل کے طور پر اشتراکیت کی تحریک بپا کی لیکن ہر ردعمل کی تحریک کی طرح اس میں بھی نفرت وحسد کا جذبہ کارفرما تھا اس لیے مال وجائیداد کے ساتھ ساتھ عورت کو جائیداد میں شامل کر کے ازدواج کے تقدس کا خاتمہ کر دیا اور خاندان کی بنیادیں ہلا دیں۔

اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی دولت اور مادی نعمتوں میں اپنے طبقہ کے افراد کو شامل کرنے کے پاکیزہ جذبات کے حوالہ سے ہر مسلمان اشتراکی بھی ہے لیکن اس سے آگے کوئی بھی طریق بے غیرتی ہے یا نکما پن اور فطرت سے بغاوت۔

اسلام نے اس صورت حال کو متوازن بنانے کے لیے ''گردش دولت'' کا دستور العمل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔تاکہ وہ (دولت) تمہارے دولت مندوں میں نہ پھرتی رہے۔[۲۴]

''گردش دولت'' کی راہ کا سب سے بڑا روڑا ''سود'' تھا اس کی جڑ کاٹی گئی اور اللہ تعالیٰ نے سودخوروں کے ساتھ جنگ کا اعلان فرما دیا اور سود کی رقومات سے دست برداری کا واضح حکم ارشاد فرما دیا۔[۲۵] وراثت کا پورا نظام وضع فرمایا یہ بھی ایک طرح ''گردش دولت'' کی ہی شکل ہے۔زکوٰۃ،صدقات واجبہ اور اس طرح کی لازمی ذمہ داریوں کے ساتھ ''العفو'' کی عظیم الشان اخلاقی تعلیم سے سرفراز فرمایا جس کا سیدھا سادا مفہوم یہ ہے کہ جو دولت تمہاری جائز ضرورتوں سے زائد ہے اسے دوسروں کی طرف منتقل کر دے (اس پر تفصیلی بحث آگے آئے گی)

بہرحال یہ ایسے اشارات تھے جن کا ذکر اس لیے ضروری تھا کہ اسلام جو انسانیت اور صلاح وفلاح کا دین ہے،اس کے نزول کے وقت دنیا کس جہنم کدہ میں پڑی بھسم ہو رہی تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن عزیز کے ساتھ ساتھ اس کی تبیین کے طور پر انسانیت کو جو کچھ دیا اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمالیں تاکہ چند نکات ذہن میں جم جائیں۔

جمعہ ذی الحجہ ۱۰ھ کو جبل الرحمۃ پر سے میدان عرفات کے ڈیڑھ لاکھ حاضرین کو حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو خطاب فرمایا تھا اسے تاریخ نے خوش قسمتی سے محفوظ رکھا ہے۔اس خطاب کو انسانیت کا منشور اعظم کہا جا سکتا ہے۔اسکا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ہم اسی کی حمد کرتے ہیں۔اسی سے مدد چاہتے ہیں اسی سے معافی مانگتے ہیں۔اسی کے پاس توبہ کرتے ہیں اور ہم اللہ ہی کے ہاں اپنے نفس کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔جسے اللہ ہدایت دے تو پھر کوئی اُسے بھٹکا نہیں سکتا۔اور جسے اللہ گمراہ کر دے تو پھر کوئی اُس کو ہدایت پر نہیں لگا سکتا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کا بندہ اور رسول ہے۔

۲۔ اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید اور اس کی اطاعت پر پُرزور طور پر آمادہ کرتا ہوں۔اور میں اسی سے ابتدا کرنا چاہتا ہوں، جو بھلائی ہے۔

۳۔ امابعد۔لوگو! مجھ سے سنو۔میں تمہیں بتاتا ہوں کیونکہ میں نہیں جانتا، شاید اس سال کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد میں اِس جگہ تم سے پھر نہ مل سکوں۔

۴۔ لوگو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے لیے (ایک دوسرے پر) اپنے رب سے ملنے (قیامت) تک حرام ہیں۔ ایسے ہی حرام و محترم جیسے تمہارے آج کے دن، آج کے مہینے اور شہر کی حرمت ہے ہاں کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۵۔ جس کے پاس کوئی امانت ہو تو وہ اس کو ادا کر دے جس نے وہ اس کے پاس امانت رکھائی۔

۶۔ خبردار۔ جاہلیت کا سود گرایا جاتا ہے۔ البتہ تمہارے لیے راس المال پر حق ہوگا۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کیا جائے۔ اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ کوئی سود نہ رہنے پائے۔ اور پہلا سود جس سے میں (اس کی) ابتدا کرتا ہوں وہ میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کا ہے۔

۷۔ خبردار! جاہلیت کے خون گرا دیے جاتے ہیں اور پہلا خون جس سے میں (اس کی) ابتدا کرتا ہوں وہ (میرے چچازاد بھائی کے بیٹے) عامر بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کا ہے۔

۸۔ خبردار! جاہلیت کے آثار و عہدے گرا دیے جاتے ہیں۔ بجز (خانہ کعبہ کی) رکھوالی اور (حُجاج کو) پانی پلانے کے۔

۹۔ قتل عمد پر قصاص ہے۔ مشابہ عمد وہ ہے جس میں لٹھ اور پتھر سے موت واقع ہو۔ اس میں سو اونٹ (خون بہا ہیں) جو اس میں زیادتی (کا مطالعہ) کرے تو وہ جاہلیت والا ہے۔ ہاں کیا میں نے پہنچا دیا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۱۰۔ لوگو! شیطان اس سے تو مایوس ہو گیا ہے کہ اب تمہاری اس سرزمین میں اُس کی پوجا ہو۔ لیکن وہ اس پر راضی ہے کہ اس کے سوا دیگر ایسی باتوں میں اس کی اطاعت کی جائے جن کو تم اپنے اعمال میں حقیر سمجھتے ہو اس لیے اپنے دین کے متعلق اس (شیطان) سے محتاط رہو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ لوگو! سال کی کبیسہ گری کفر میں ایک زیادتی ہے۔ جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اس کے باعث بہکائے جا رہے ہیں۔ وہ اسے ایک سال حلال کر لیتے ہیں اور اسے ایک سال حرام کر لیتے ہیں تاکہ اس کی تعداد کا تکملہ کر لیں جو خدا نے حرام کر رکھی ہے اس طرح وہ خدا کی حرام کردہ چیز کو حلال کر لیتے ہیں۔ اور خدا کی حلال کردہ چیز کو حرام۔ حقیقت میں اب زمانہ چکر لگا کر پھر اسی شکل میں آ گیا ہے جیسا کہ خدا کے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے کے دن تھا۔ بے شک مہینوں کی تعداد اللہ کے پاس اللہ کی کتاب میں اس کے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے ہی کے دن بارہ مہینے لکھی ہے۔ ان میں سے چار حرام ہیں۔ تین پے درپے اور ایک تنہا: ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور (قبائل) مضر کا رجب جو کہ جمادی (الآخرہ) اور شعبان کے بیچ میں ہے۔ کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ گواہ رہنا۔

۱۲۔ لوگو! تمہاری عورتوں کے لیے تمہارے اوپر ایک حق ہے۔ اور تمہارے لیے ان کے اوپر یہ کہ تمہارے سوا کسی اور سے نہ روندوائیں اور تمہارے گھروں میں تمہاری اجازت کے بغیر کسی ایسے کو داخل نہ ہونے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو۔ اور کوئی بُرے فحش کام کا ارتکاب نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں تو اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان پر سختی کرو۔ ان کے ساتھ سونا بند کرو۔ یا ان کو غیر شدید ضرب پہنچاؤ۔ اگر وہ باز آ جائیں اور تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تم پر ان کا اچھے دستور سے کھلانا اور پہنانا لازم ہے۔ عورتوں کے متعلق بھلائی کی تمہیں تاکید ہے کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی کی سی ہوتی ہیں اور اپنے لیے کسی چیز کی مالک نہیں ہوتیں اور تم ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیتے اور اللہ کے بول پر ان سے تمتع اپنے لیے حلال کرتے ہو اس لیے عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان سے بھلائی کی تمہیں تاکید ہے۔ ہاں کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۱۳۔ لوگو! تمام مومن بھائی بھائی ہیں۔ کسی شخص کے لیے اپنے بھائی کا مال حلال نہیں، بجز اس کے وہ اس کی طبعی خوشی سے ہو۔

۱۴۔ لہٰذا میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ میں نے تم میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک ایسی چیز چھوڑی ہے کہ جب تم اسے تھامے رہو، میرے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ۔ کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۱۵۔ لوگو تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک۔ تم سب آدم سے ہو۔ اور آدم مٹی سے۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے مکرم وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں بجز تقویٰ کے۔ ہاں کیا میں نے پہنچا دیا؟ اے اللہ تو گواہ رہنا۔

۱۶۔ لوگو! اللہ نے ہر وارث کے لیے ورثے میں سے اس کا حصہ مقرر کر دیا ہے۔ اب وارث کے لیے کسی مزید وصیت کی اجازت نہیں۔ اور (کسی اور کے حق میں بھی ایک تہائی مال) سے زیادہ کی وصیت جائز نہیں۔ بچہ بستر (کے مالک) کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملیں گے۔ جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب کرے یا اپنے مولا و معاہداتی بھائی) کے سوا کسی اور کو مولیٰ بنائے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اس سے (تلافی کے لیے) کوئی خرچ اور کوئی بدلہ نہیں ہوگا۔ والسلام علیکم۔

اس خطبہ مبارکہ کا ایک ایک لفظ قابل غور و فکر ہے۔ لیکن ہم توجہ دلانا چاہیں گے ان نکات کی طرف (۴۔۵۔۶۔۱۳) جن میں کسی نہ کسی حوالہ سے مالی معاملات کا تعلق ہے اور خاص طور پر نکتہ ۶ کی طرف، جس میں سودی معاملات کا قصہ تمام کرنے کا ذکر ہے اور اس مصلح اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو انسانیت و فلاح کا علمبردار بن کر دنیا میں آیا، اس نے محض زبانی جمع خرچ میں وقت نہیں لگایا بلکہ عمل و کردار کے انداز میں مسائل حل کئے کہ اپنے حقیقی چچا (آپؐ کے چچاؤں میں سے دو ہی مسلمان ہوئے سید الشہدا حضرت حمزہ اور سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت حمزہؓ شہید احد ہیں حضرت عباسؓ آپ کی وفات شریفہ کے بعد بھی کافی عرصہ زندہ رہے۔ بہت مال دار اور صاحبِ ثروت تھے ان کا کاروباری حلقہ وسیع تھا اور اسی نسبت سے لوگوں کے ذمہ ان کے قرضے مع سود تھے) جناب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لوگوں کی ذمہ واجب الادا رقومات کا سودی حصہ اڑا دیا۔

ساتھ ہی وہ نکات قابل غور ہیں جن میں عزت و خون کے تحفظ کا ذکر ہے۔ خون کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملہ میں بھی رسول رحمت نے اپنے گھرانے سے ابتدا کی اور اپنے چچا زاد بھائی کے بیٹے کا خون معاف کر کے امن و رحمت کا دروازہ وا کیا۔

دنیا میں فتنہ و فساد کی یہی بنیادیں ہیں۔ انہوں نے دنیا کا امن تہہ و بالا کر رکھا ہے، آپ نے ان جڑوں کو کاٹ کر انسانیت کے لیے امن، فلاح اور ترقی کی مشعل روشن کی اور دنیا نے اس کا پھل کھایا۔

آج کی مسلم دنیا اگر گوناگوں مصائب کا شکار ہے تو اس کا واضح سبب یہی ہے کہ فاران کی چوٹیوں سے جو روشنی طلوع ہوئی تھی اسے ہم نے نظر انداز کر کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنی شروع کر دی ہیں۔

اس سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہوگی کہ گھر میں موجود جواہرات کو چھوڑ کر باہر کی ٹھیکریوں پر ہم لٹو ہو جائیں۔ ایسی صورت میں انسان دھوبی کا کتا بن کر رہ جاتا ہے جو گھر کا ہوتا ہے نہ گھاٹ کا، یا اس کی مثال اس کوے کی سی ہو جاتی ہے جو ہنس کی چال سیکھنے کے چکر میں اپنی چال بھی بھول جاتا ہے۔

آج کے دور میں معاشیات کی چھاپ لگ چکی ہے اور یہ دور معاشیات کا دور کہلانے لگا ہے۔ پاکستان کے پڑوسی عظیم ملک روس میں ۱۹۱۷ء میں جو زبردست انقلاب آیا، اس کی بنیاد معاشیات ہی کا مسئلہ تھا۔ دنیا واضح طور پر دو گروپوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور اس کا تشخص معاشیات ہی کے حوالہ سے سامنے آ رہا ہے۔ اس لیے آج کی صحبت میں ہم اپنے قارئین کے سامنے اسی نسبت سے اپنی گذارشات پیش کرنے کی سعی کریں گے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلام دنیا کو کن بنیادی حقوق کا مستحق قرار دیتا ہے اور ان مسائل کے حل کے لیے اس کا نقطہ نظر کیا ہے؟

ہمیں یہ محسوس کرنا چاہیے کہ اسلام انسانیت کا دین ہے۔ اسلام لانے والے پیغمبر نے انسانیت کا احترام بحال کرنے اور انسانی مسائل حل کرنے کی غرض سے زبردست جدوجہد کی اور جب اس مصلح اعظم کی دنیا سے روانگی ہوئی تو دولت و ثروت کی بنیاد پر نہ کوئی نفرت تھی نہ باہمی حسد و رقابت کی فضا۔ دولت والے نے اپنے آپ کو دولت کا مالک نہیں امین سمجھ کر امانتداری کا حق ادا کیا اور کمزور معیشت کے علمبرداروں نے کسی قسم کے ردعمل کا شکار ہوئے بغیر عمل کا سلسلہ برابر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاری رکھا اور قناعت کی راہ اپنائی۔

باہمی احترام کا یہ عالم تھا کہ غلام و آقا کی تمیز مسجد کی صف میں ہی نہیں دسترخوان سے بھی ختم ہوگئی اور وہ جو اقبال نے کہا ہے کہ ''دنیا میں کوئی محتاج نہ رہے'' یہی شریعت ہے یہی دین ہے، اس کا دنیا نے نظارہ کرلیا۔

مال و دولت کے حوالہ سے قرآن عزیز نے دو تصورات اور خیالات پیش کئے ہیں ایک قارونی نظریہ ہے دوسرا اسلامی اور قرآنی۔ قارون۔ اس میں شک نہیں کہ ایک فرد کا نام ہے لیکن قرآن عزیز نے جس انداز سے اس کا ذکر کیا وہ ایک مستقل نظریہ ہے جس کی آج کے دور میں یورپی اور اب اس کے جانشین امریکی سامراج کے مالی تصور و نظام میں ''کیپٹلزم'' سے تعبیر کی جاسکتی ہے۔ سورۂ قصص کی متعلقہ آیات کا پہلے ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔ پھر آگے چلیں گے:

بے شک قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں سے تھا، پھر ان پر اکڑنے لگا اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیے تھے کہ اس کی کنجیاں ایک طاقت ور جماعت کو اٹھانی مشکل ہوتیں۔ جب اُس سے اُس کی قوم نے کہا اِترا مت، بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور جو کچھ تجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کہا (قارون نے) یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے جو میرے پاس ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سی اُمتیں جو اُس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں زیادہ تھیں ہلاک کر ڈالی ہیں اور گنہگاروں سے ان کے گناہوں کے بارے میں پوچھا نہیں جائے گا۔

اپنی قوم کے سامنے اپنے ٹھاٹھ سے نکلا جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے اے کاش ہمارے لیے بھی ویسا ہی ہوتا جیسا کہ قارون کو دیا گیا ہے، بے شک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ بڑے نصیب والا ہے اور علم والوں نے کہا تم پر افسوس ہے اللہ تعالیٰ کا ثواب بہتر ہے اس کے لیے جو ایمان لایا اور نیک کام کیا، مگر صبر کرنیوالوں کے سوا نہیں ملا کرتا۔ پھر ہم نے اُسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا پھر اُس کی کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اُسے اللہ تعالیٰ سے بچا لیتی اور نہ وہ خود بچ سکا۔ اور وہ لوگ جو کل اُس کے مرتبہ کی تمنا کرتے تھے آج صبح کو کہنے لگے کہ ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان نہ ہوتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔ ہائے! کافر نجات نہیں پا سکتے۔ یہ آخرت کا گھر ہم انہیں کو دیتے ہیں جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے تو نیک انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے [۲۷]

ہم نے قارون سے متعلق ساری آیات کا ترجمہ اس لیے نقل کر دیا ہے تاکہ قارئین کے سامنے ساری تفصیل آ جائے اور معلوم ہو جائے کہ

قارون کون تھا؟

اس کی دولت و ثروت کی بہتات کا کیا حال تھا؟

اس کی قوم کے بھلے اور اچھے افراد نے اس کو کس طرح نصیحت کی؟

اور اُس دور کے پیغمبر معصوم سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کس طرح فہمائش کی؟

ان سب کے جواب میں اُس نے کیا کہا؟

اُس نے اپنی دولت و ثروت کی نمائش کس طرح کی؟

اور اس نمائشی کردار کو دیکھ کر اس کے دور کے کم عقلوں کے منہ میں کس طرح پانی بھر آیا؟

جبکہ اُس دور کے ارباب علم و دانش کا ردعمل کیا تھا؟

اس کا انجام کس طرح سامنے آیا اور اس صورت حال کو دیکھ کر اس کے مرتبہ کی خواہش کرنے والے کس طرح لرزنے لگے؟

آخرت کی نعمتیں اور بھلائیاں کن لوگوں کا مقدر ہوں گی؟

ان سوالات کے جوابات ترجمہ سے ہی واضح ہو جاتے ہیں۔ تاہم بعض جلیل القدر مفسرین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی نگارشات ضرور ملاحظہ فرمائیں:

مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حواشی قرآن منسلکہ ترجمہ شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ میں فرمایا: کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا..... مفاتح یعنی کنجیوں کی تفسیر۔ مفسرین کے ایک طبقہ نے خزانوں سے کی ہے کہ اس قدر روپیہ تھا کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت اسے بمشکل اٹھاتی جبکہ بعض نے اپنے اصل پر رکھ کر کنجیاں ہی تفسیر کی کہ اتنے صندوق تھے جن کی کنجیوں کا یہ حال تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم..... قوم کے بھلے افراد نے اترانے سے روکا تو پیغمبر نے خیر و بھلائی کی تلقین کی کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اس کے ذریعہ خیر و بھلائی کمانی لازم ہے نہ کہ اس کے ذریعہ آدمی زمین میں فساد اور خرابی کا بیج بوئے..... اس نالائق نے اسے عطیہ ربانی خیال کرنے کے بجائے اپنے علم و ہنر کو سبب کمائی قرار دیا اور یہ نہ خیال کیا کہ اس سے پہلے کتنے ہی زور و زر والے تباہ ہو چکے ہیں..... لباس فاخرہ پہن کر خدام و حشم کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ نکلا (جیسے اب بھی وڈیروں کا حال ہے گو اب نمائشِ دولت کی تکنیک ذرا بدل گئی ہے لیکن سرمایہ پرست کرتے ایسی ہی حرکات ہیں)..... کم عقل تو اس صورت حال کو دیکھ منہ میں پانی بھر لائے کہ ہمارے پاس بھی ایسے ہی دولت و وسائل ہوتے لیکن اہل علم[28] نے ایمان و اعمال صالحہ کی دولت سرمدی کی طرف توجہ دلائی اور بتلایا کہ یہ لازوال دولت صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے والوں کو میسر آتی ہے۔

اور پھر جب قارون اپنی حویلیوں سمیت غرق زمین ہوا تو اس کی ریس کرنے والے لرز اُٹھے ورنہ ان کا بھی یہی حال ہوتا تب ان کو یہ بھی خیال آیا کہ رزق کی کمی بیشی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے اور وہ ہی بہتر حکمت جانتا ہے کہ اس میں کیا راز ہے۔ اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ آخرت کی سرخروئی ان کا مقدر ہے جو نہ تو اس دھرتی پر اپنی بڑائی کے متمنی ہوتے ہیں اور نہ ہی فساد و بگاڑ کی راہ اپناتے ہیں (جس طرح بہت سے ارباب اقتدار۔ ارباب سیاست، ارباب علم و دانش اور ارباب دولت کا رویہ ہے کہ وہ ان ''نعمتوں'' کو خیر و بھلائی کے لیے استعمال کرنے کے بجائے منفی مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں)۔[29]

''تورات'' میں قارون سے متعلق جو کچھ ہے وہ یہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورقورح (قارون کا نام) بن اضہار بن قہات بن لاوی نے بنی روبن میں سے
الباب کے بیٹوں داتن اور ابیرام اور پلت کے بیٹے اون کے ساتھ مل کر اور
آدمیوں کو ساتھ لیا اور وہ بنی اسرائیل میں سے ڈھائی سو اور اشخاص، جو جماعت
کے سردار اور چیدہ اور مشہور آدمی تھے، موسیٰ کے مقابل میں اٹھے اور وہ موسیٰ و
ہارونؑ کے خلاف اکٹھے ہو کر کہنے لگے تمہارے تو بڑے دعوے ہو چلے کیونکہ
جماعت کا ایک ایک آدمی مقدس ہے اور خداوند ان کے بیچ رہتا ہے سو تم اپنے
آپ کو خداوند کی جماعت سے بڑا کیونکر ٹھہراتے ہو۔[30]

مولانا امین احسن اصلاحی نے اسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے سگے چچا کا لڑکا قرار دیا اور بتلایا کہ اسے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السّلام کی سیادت پر بڑا حسد تھا اس لیے اس نے آپ کے بالمقابل سر اٹھایا اور بغاوت کی راہ اپنائی[31] اور یہی شہادت تورات کی ہے جس کا اقتباس مولانا نے نقل کیا اور ہم نے بھی استشہاد کے طور پر نقل کیا۔

مولانا اصلاحی نے لکھا ہے کہ

اس زمانہ میں خزانوں کی حفاظت کے لیے اس طرح کی تجوریاں، آہنی الماریاں
اور سیف نہیں ہوتے تھے جس طرح کے ہمارے زمانے میں ہوتے ہیں اور نہ اس
طرح کے صیقل کردہ قفل اور کنجیوں ہی کا رواج تھا جن کا اب ہے۔ اس زمانہ کے
بڑے سرمایہ دار بالعموم زمین دوز خزانے بناتے اور ان کو محفوظ کرنے کے لیے ان
کے پھاٹکوں اور دروازوں میں بڑے بڑے آہنی کنڈے لگا کر ان میں بھاری
بھاری آہنی اڑنگے، جو خاص اسی غرض کے لیے تیار کئے جاتے، پھنساتے۔ ان
اڑنگوں کو پھنسانا اور ان کو کھولنا دونوں ایک مشکل کام ہوتا اور ان کے تمام لوازم مل
ملا کر ایک بھاری بوجھ بن جاتے جب بھی ان کو ہٹانے یا اٹھانے کی ضرورت پیش
آتی تو ایک طاقت ور جماعت کی ضرورت ہوتی۔[32]

اس سلسلہ میں تورات کا ضروری حصہ یہ ہے۔

اور داتن اور بیرام اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بال بچوں سمیت نکل کر اپنے خیموں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دروازوں پر کھڑے ہوئے۔ تب موسیٰ نے کہا، تم جان لوگے کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے کہ میں یہ سب کام کروں کیونکہ میں نے اپنی مرضی سے کچھ نہیں کیا۔ اگر یہ آدمی (قارون اور اس کے رفقاء کی طرف اشارہ) ویسی ہی موت مریں جو سب لوگوں کو آتی ہے یا ان پر ویسے ہی حادثے گزریں جو سب پر گزرتے ہیں تو میں خداوند کا بھیجا ہوا نہیں ہوں۔ پر اگر خداوند کوئی نیا کرشمہ دکھائے اور زمین اپنا منہ کھول دے اور ان کو ان کے گھر بار سمیت نگل جائے اور یہ جیتے جی پاتال میں سما جائیں تو تم جانتا کہ ان لوگوں نے خداوند کی تحقیر کی ہے۔

اس نے یہ باتیں ختم ہی کی تھیں کہ زمین ان کے پاؤں تلے پھٹ گئی اور زمین نے اپنا منہ کھول دیا اور ان کے سارے مال واسباب کو نگل گئی۔ سو وہ اور ان کا سارا گھر بار پاتال میں سما گئے اور زمین ان کے اوپر برابر ہو گئی۔ اور وہ جماعت میں سے نابود ہو گئے اور سب اسرائیلی جو ان کے آس پاس تھے ان کا چلانا سن کر یہ کہتے ہوئے بھاگے کہ سب کہیں زمین ہم کو بھی نہ نگل لے۔[۳۴]

مولانا اصلاحی نے قارون کے واقعہ کی حکمتوں پر گفتگو کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابولہب کا ذکر کیا جو ''بنی لادی'' کے قارون کی طرح بنو ہاشم کا سب سے بڑا دولت مند تھا اور دونوں کو اپنے اپنے وقت کے پیغمبر سے قریبی عزیز داری تھی کہ قارون موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد ہے تو ابولہب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا۔

دونوں بڑے سرمایہ دار تھے۔ قارون کا یہاں ذکر ہے تو ابولہب کا سورۂ ہمزہ اور سورۂ لہب میں ہے۔ ابولہب خانہ کعبہ کا کلید بردار رفادہ کے پورے خزانے پر متصرف تھا۔ اس طرح اس نے حلال وحرام کے تمام راستوں سے بے شمار دولت اکٹھی کی تھی۔

دونوں بدترین قسم کے متکبر بخیل اور قسی القلب تھے (سخت دل)

دونوں اپنے اپنے وقت کے رسولوں کے شدید دشمن تھے۔ دونوں کی عناد کی نوعیت ایک ہی طرح کی تھی کہ قارون کی خواہش تھی کہ خاندان کی مذہبی پیشوائی اسے حاصل رہے کہ اس کے سرمایہ پر آنچ نہ آئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابولہب بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ کعبہ کا کلید بردار رہے اور رفاہ کی دولت اس کے تصرف میں رہے۔ انجام کے اعتبار سے بھی دونوں عبرت ناک انجام کا شکار ہوئے۔ قارون کا یہاں پڑھ لیا ابولہب کا انجام سورۂ لہب میں آئے گا۔

آخر میں مولانا لکھتے ہیں:

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ یہاں قارون کے پردے میں درحقیقت ابولہب اور ابو لہب پرستوں کا ذکر ہوا ہے۔ جب تک قرآن میں بیان کردہ واقعات کا یہ پہلو سامنے نہ ہو اس وقت تک ان کی اصلی حکمت واضح نہیں ہوتی۔ [۳۵]

خواجہ عبداللہ الانصاری کی تفسیر میں ہے:

مفاتح مفتح بکسر میم کی جمع ہو تو چابی کو اور جمع مفتح بفتح میم ہو تو خزانہ کو کہتے ہیں۔ اس کی دلیل قرآن عزیز کی آیت ہے۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبُ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ [۳۶] اس آیت میں مفاتح خزانہ کے معنی میں ہے۔ [۳۷]

پھر فرماتے ہیں کہ اُس نے اس دولت کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھنے کے بجائے اپنے علم و ہنر پر ناز کیا اور کہا کہ ''علم'' سے مراد ''علم کیمیاء'' ہے۔ یہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے [۳۸]

ابن کثیر میں بھی ''علم'' سے مراد ''علم کیمیاء'' لکھا ہے لیکن ساتھ ہی اسے ضعیف قول بھی قرار دیا ہے۔

ابن کثیر کی رائے میں اس کا مقصد تھا کہ میری اہلیت کے سبب میرے استحقاق کے طور پر یہ مال مجھے ملا۔ [۳۹]

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ''مفاتح'' کے متعلق یہی لکھا کہ یہ ''مفتح'' کی جمع ہے بکسر میم چابیوں کے معنی میں اور بفتح میم خزانوں کے معنی میں [۴۰]

صاحب کشاف نے بھی مفاتح سے متعلق امام رازی والی رائے ہی کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح صاحب کشاف نے ''علم'' سے مراد علم کیمیاء ہی لیا ہے جس کی نسبت حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ [۴۱]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کنوز'' کے سلسلہ میں حضرت عطا کی رائے یہ ہے کہ اسے بہت سے مخفی خزانے میسر آ گئے تھے اور ولید بن مروان کی رائے میں وہ علم کیمیا جانتا تھا۔[42] ساتھ ہی قرطبی میں مفاتح سے متعلق امام رازی، صاحب کشاف اور خواجہ عبداللہ انصاری والی رائے کا اظہار کیا ہے۔ ''علم'' کے حوالہ سے قرطبی میں ہے کہ اس کا موقف یہ تھا کہ میرے استحقاق اور میری فضیلت کے پیش نظر یہ مال مجھے ملا۔ جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول وہ سونا بنانا تھا۔[43]

ہم نے دراصل قارون کے حوالہ سے اس ذہنیت کا ذکر کرنا تھا جو مال و دولت کے لیے اپنے علم و ہنر کو سبب قرار دیتی اور اللہ رب العالمین کے وجود پاک کی قولاً اور عملاً یا کم از کم عملاً نفی کر دیتی ہے۔ یا یہ کہ اُس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ چونکہ معاشرہ میں میرے جیسا پڑھا لکھا فاضل اور باکمال کوئی نہیں اس لیے یہ سب کچھ مجھے ہی ملنا چاہیے تھا۔ ملوں کے پرمٹ، درآمد و برآمد کی تجارت پر اجارہ داری، بینکوں کی مراعات، زرعی زمینیں اور فارم، معدنیات۔ الغرض جو وسائل رزق ہیں، وہ میرا ہی حق ہے باقی لوگ میرے نوکر غلام بن کر رہیں، ان کے قلب و جگر کا خون میری ملوں کی چمنیوں کا دھواں بن کر اڑتا ہے اور اتنی محنت کے بعد میں اسے بطور خیرات چند کوڑیاں بخش دوں تو میری مرضی ورنہ دنیا کا کوئی قانون اور ضابطہ ہمیں پوچھ سکتا ہے نہ ہم سے باز پرس کر سکتا ہے کیونکہ جہاں دولت و ثروت کے مالک ہم ہیں وہاں قانون بھی ہماری چشم ابرو کا محتاج ہے قانون بنانے والے ہمارا پانی بھرتے ہیں اور اپنے استحکام کے لیے ''اتفاق'' کی دولت کے محتاج ہیں ہم جب چاہیں حقوق کی بات کہنے کرنے والوں کو اپنا لوہا پگھلانے والی بھٹیوں میں ڈال دیں تا کہ ان کا نشان مٹ جائے اور کوئی سڑک پر آ کر ہماری درندگیوں، ناانصافیوں اور ظلم و زیادتی کا بھانڈا پھوڑنا چاہے تو ہم ''مفتی شہر'' کو استعمال کر کے بہت سے برخود غلط مولویوں اور سرمایہ داروں کے گماشتوں سے ''فتوائے کفر'' اور سوشلسٹ ہونے کا فتویٰ لے سکتے ہیں اور ایسے ''گناہ گاروں'' کو جہنم کی وعید سنا یا سنوا کر ان کا منہ بند کر سکتے ہیں تاریخ ان تمام حقائق کا راز بے نقاب کرتی اور ایسے جرائم پیشہ لوگوں کی ذہنیت آشکارا کرتی ہے۔ ساتھ ساتھ قاضیٔ ازل کا فتویٰ و فیصلہ بھی موجود ہے کہ ایسے لوگوں کو چھٹی اور ڈھیل ملتی ہے لیکن ایک خاص وقت تک، اس کے بعد انہیں نشانِ عبرت بنا دیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور اقدس محمد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ فرمایا!

یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل اور مہلت دیتے ہیں حتی کہ جب اسے پکڑتے ہیں تو اسے حضرت حق جل وعلی مجدہٗ کی پکڑ اور گرفت سے کوئی چھڑا نہیں سکتا۔ پھر اس کی دلیل میں آپ نے قرآن عزیز کی یہ آیت پڑھی [44]

(جو سورۂ ہود کی ہے اور جس کا ترجمہ ہے)

اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ ظالم بستیوں (والوں) کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے۔ [45]

اس لیے ایسے دولت پرستوں کو اس طرح بے لگام نہیں ہونا چاہیے بلکہ جو کچھ ہوا اسے اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اپنے آپ کو اس کا امین خیال کرنا چاہیے اور پھر اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا چاہیے۔

اب اس حوالہ سے ایک اور مقام قرآنی غور کے قابل ہے۔ ارشاد ہے:

اے ایمان والو! بہت سے عالم (علماء سوٗ) اور فقیر (پیران تسمہ پا) لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ (میں خرچ کرنے) سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے۔ جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا سو اس کا مزہ چکھو جو تم جمع کرتے تھے۔ [46]

www.KitaboSunnat.com

مولانا امین احسن اصلاحی اس مقام پر لکھتے ہیں کہ

اوپر اہل کتاب کے ان جرائم کا ذکر تھا جن کا ارتکاب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حقوق کے معاملہ میں کیا (یعنی حضرت عزیر وعیسیٰ علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کی اولاد کہنا، اپنے علماء اور مشائخ کو معبود بنا لینا وغیرہ) اب خلق خدا کے معاملہ میں ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جرائم کا ذکر ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ کسی بھی پہلو سے ان کی افادیت اب باقی نہیں رہی بلکہ یہ ہر طرح سے اس دھرتی کے لیے بوجھ بن چکے ہیں اور اس بات کے سزاوار ہیں کہ ان کے وجود سے مخلوق کو نجات ملے۔

اس خاص پہلو کا یہاں لحاظ رہے کہ یہاں ان کے مشائخ اور علماء کے کردار کا ذکر ہے اور اسے بے نقاب کیا گیا ہے تاکہ یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ جن کے خواص کے اخلاق اس درجہ فاسد ہو چکے ہوں ان کے عوام کا کیا حال ہوگا؟ اور وہاں اصلاح کی کیا توقع؟

قضا و افتا کے مناصب علماء یہود کے پاس تھے تو عیسائی راہب تو نجات کے پروانے تک بانٹتے اور اس سے بڑھ کر ستم یہ کہ ان لوگوں نے عوام کی زکوٰۃ وصدقات کا مصرف بھی اپنے آپ کو بنا لیا تھا۔ اس طرح دولت سمیٹنے کے لیے انہوں نے سارے دروازے کھول رکھے۔

حتی کہ سودی کاروبار بھی اُنہوں نے کھلے بندوں اختیار کر رکھا تھا۔[47] اور قرآن نے یہ بھی اشارہ کیا کہ وہ غیر اسرائیلیوں کے مال شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر جاتے۔[48] سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اسی زبردستی پر ان کی زبردست مذمت کی اور فرمایا کہ تم نے میرے باپ (رب) کے گھر کو چوروں کا بھٹ بنا دیا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ دوسروں کو تو زیرے اور سونف پر بھی عشر کا حساب بتاتے ہو لیکن خود دوسروں کا مال ہڑپ کر جاتے ہو۔ سیّدنا مسیح نے ان کے علماء اور مشائخ کو رہزن اور بٹ مار ارشاد فرمایا کہ یہ لوگوں کو حق پرستی کی راہ بتائیں مرشد و ہادی کا کردار ادا کریں لیکن اُنہوں نے اپنی ساری صلاحتیں اس راہ پر خرچ کرنا شروع کر رکھی تھیں کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکیں۔ جو لوگ دولت خرچ نہیں کرتے ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری دینے کا مقصد یہی ہے کہ واضح کیا جائے کہ دولت جمع کرنے کی نہیں خرچ کرنے کی چیز ہے۔ یہاں اس بات کو بھی واضح طور پر سمجھ لیں کہ اس عذاب کی وعید ان کے لیے نہیں جو ایتائے زکوٰۃ سے جی چراتے ہیں بلکہ مطلق ان لوگوں کے لیے ہے جو انفاق فی سبیل اللہ سے گریز کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے صاحب مال سے دو مطالبے ہیں۔ زکوٰۃ کی ادائیگی دوسرا یہ کہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنا مال سمیٹ کر رکھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔ پہلا مطالبہ قانونی ہے جسے اسلامی حکومت ہر شہری سے بجبر بھی وصول کرے گی دوسرا مطالبہ گو بجبر پورا نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کا اختیار صاحب مال پر چھوڑ دیا گیا ہے لیکن انسان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے مقام و مرتبہ کا انحصار اسی رضا کارانہ اور آزادانہ انفاق پر ہے۔ اسی انفاق سے آدمی کے ایمان کو استحکام حاصل ہوتا ہے۔ یہی حکمت کا خزانہ ہے۔ اسی سے نورِ قلب میں افزونی ہوتی ہے۔ ایک شخص جس نے بے شک قانونی مطالبہ پورا کر دیا ہو اور اس کے پڑوس میں نادار، مسکین، یتیم اور بے کس بستے ہوں وہ خیر و بھلائی کے اجتماعی اور انفرادی کاموں سے لاتعلق ہو۔ اور اس کے پاس مال کے ڈھیر ہوں تو قانونی تقاضا پورا کرنے کے باوصف وہ مسئولیت سے بچ نہیں سکتا۔ سورۂ توبہ میں ہی آگے چل کر ان منافقین کا ذکر ہے جو مال رکھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کو تاوان خیال کرتے ہیں۔[49] قرآن کریم نے ان کی زر پرستی کو نفاق کی دلیل قرار دیا (حدیث مبارکہ میں بھی منافقت کی علامتوں میں ایک علامت یہ ذکر کی گئی کہ وہ امانت واپس نہیں کرتے اور خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں[50]) اور اس پر ان کو سخت ترین وعید سنائی۔[51]

مولانا اصلاحی نے اس مقام پر ایک بڑے خطرناک مغالطہ کی طرف توجہ دلائی اور اس کی اصلاح فرمائی جو اچھے اچھے لوگوں میں پایا جاتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے۔

> کہ بعض لوگ صحابہ کرام کی دولت مندی کی مثال دے کر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ادائیگی زکوٰۃ کے بعد دولت جمع کرنے میں حرج نہیں۔ لیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ صحابہ میں جو دولت مند تھے ان کی دولت مندی کاروباری اور تجارتی نوعیت کی تھی۔ جائز کاروبار اور تجارت میں سرمایہ کاری اور اس کو بڑھانا کنز نہیں بلکہ یہ اکتساب دولت ہے اور یہ اسلام میں کوئی مذموم فعل نہیں بلکہ محمود فعل ہے۔ حلال راستوں سے کمانا، اسراف و بخل سے پرہیز، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کے بعد فاضل دولت کا کھلے اور چھپے (ضرورت کے تحت) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا، ایک سچے خدمت گذار اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کا کام ہے، صحابہ میں سیّدنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرات ایسے ہی دولت مند تھے، ان حضرات کی دولت مندی سے مسلمانوں کو جو فائدہ پہنچا اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔[۵۲]

مولانا نے یہ بھی واضح کیا ہے اور بالکل صحیح کہ زکوٰۃ لازمی اور جبری چیز ہے جبکہ انفاق رضا کارانہ طرز عمل کا نام ہے اور اس کی ساری برکات اسی میں ہیں کہ اپنی خوشی سے یہ کام کیا جاتا رہے۔ حکومت کا فرض یہ ہے کہ وہ تمام تعلیمی و ترغیبی ذرائع سے کام لے کر اس بات کا اہتمام کیا کرے کہ لوگوں میں ذخیرہ اندوزی نہ پھیلنے پائے بلکہ ان کے جذبۂ انفاق کو ابھارتی رہے۔ اس کا سب سے مؤثر طریق یہ ہے کہ صاحب امر اور خواص متوسط درجہ کی زندگی اپنائیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیں اور ان رجحانات کی شدت سے حوصلہ شکنی کریں جو لوگوں کو معیار زندگی اونچا کرنے کے مرض میں مبتلا کرنے کا سبب ہوں۔[۵۳]

مولانا المحترم نے بالکل صحیح لکھا۔ لیکن آج ہماری مشکل یہ ہے کہ انڈونیشیا سے مراکش تک نصف صد سے زائد مسلم ممالک کے حکمرانوں اور خواص ہی کا مزاج بگڑا ہوا ہے۔ جن ممالک میں شاہی نظام رائج ہے وہاں کے حکمران اور ان کے خاندانوں کے شہزادے اس طرح پر تعیش زندگی گزارتے ہیں اور قومی دولت کو بے محابا اڑاتے ہیں کہ الامان۔ شاید غیر مسلم حکمران بھی ایسی حرکات نہ کریں پھر انہوں نے اپنی بداعمالیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنے اپنے ممالک میں اہل علم حلقوں کو اس طرح پال پوس رکھا ہے کہ زار روس کے زمانہ کے پادریوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور اس سے آگے انہوں نے بیرونی ممالک میں مساجد و مدارس کی تعمیر و ترقی اور دعوت و تبلیغ کے نام پر ایسی لابیوں کے خورد و نوش کا معقول اہتمام کر رکھا ہے کہ توبہ بھلی۔ اور یہ لوگ جن کا کھاتے ہیں انہی کا گاتے ہیں جن مسلم ممالک میں فوجی یا نیم فوجی حکومتیں ہیں (اور ایسے ملک کم نہیں) ان میں بھی ملکی خزانہ اور وسائل رزق پر ایک بہت ہی محدود طبقہ کا قبضہ ہے اور اس کی سب سے بدترین مثال شاید ہمارا اپنا ملک ہے جو ۴۲ برس قبل ''اسلام کے نظام عدل'' کی تجربہ گاہ کے طور پر بنا لیکن عملاً وہ ہندو سرمایہ دار کے مقابلہ میں مسلم سرمایہ دار کی جنت اور کالونی بن کر رہ گیا۔ وسائل دولت پر ایک محدود طبقہ کی اجارہ داری اور مذہبی بہروپیوں کا ایک طبقہ ایسے لوگوں کے لیے وظیفہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعا گوئی میں منہمک ہے۔ نتیجہ سامنے ہے کہ ایک طبقہ کے جوتے کی چمک کا جواب نہیں (اور یہ بہت محدود طبقہ ہے) تو اکثریت نانِ جویں کی محتاج ہے، ضرورت کے کپڑوں اور لباس کے لیے پریشان ہے گزارے کی جھونپڑی کے لیے ماری ماری پھر رہی ہے۔ اس کے بچے زیورِ تعلیم سے محروم اور اس کے بیمار علاج کی سہولتوں سے محروم ہیں۔ پشاور سے کراچی تک سفر کیجیے اور ریل کے ذریعہ۔ ہر شہر اور آنے والا ہر اسٹیشن آپ کا اس طرح استقبال کرے گا کہ تباہ حال بستیاں چاروں طرف نظر آئیں گی۔ گندے پانی کے جوہڑ ہوں گے، مکھیوں اور مچھروں کی بہتات ہو گی، برائے نام جھونپڑیوں کے دروازوں پر پھٹے ہوئے ٹاٹ ہوں گے، لیکن جب آپ اسٹیشن سے شہر میں گھومیں گے تو آپ کو پشاور میں صدر کا علاقہ، پنڈی میں صدر اور اس سے ملحقہ جدید بستیاں، لاہور میں گلبرگ، شادمان، ماڈل ٹاؤن، شاہ جمال، گارڈن ٹاؤن کے علاقے اور اسی طرح ہر شہر میں جدید ترین بستیاں نظر آئیں گی۔ جن کے محلات نما مکانات، لان میں کھڑی کئی کئی گاڑیاں، باتھ روم کا غیر ملکی سامان، غیر ملکی فرنیچر، کراکری اور پردے۔ اور نہ معلوم اور کیا کیا اس ملک کی اکثریت کا منہ چڑاتے نظر آئیں گے۔ اور آپ مرکز حکومت اسلام آباد چلے جائیں تو زندگی کے تفاوت کا یہ حال ہوگا کہ ایک طرف کنالوں میں پھیلے ہوئے محلات۔ جو فوجی افسروں، سیاسی لیڈروں، صنعت کاروں، زمینداروں، وزراء اور ایسی ہی خواص کی ملکیت ہوں گے تو چھوٹے درجہ کے ملازمین کے کوارٹر اس طرح ہوں گے کہ اگر اس غریب ملازم کا کوئی مہمان آ گیا تو سونے کی جگہ نہیں، اس کے باتھ کا دروازہ ایسا کہ بھاری وجود کا آدمی سیدھا گزر نہیں سکتا اور تنخواہ اس کی اتنی محدود کہ اس شہر میں وہ زندگی کا رشتہ قائم رکھنے سے محتاج ہے اور سسک کر زندگی گزار رہا ہے۔ ملک بھر کی جدید بستیوں میں مساجد کو آپ دیکھیں گے تو ایک سے ایک بڑھ کر۔ کہ سرمایہ پرست اور ذخیرہ اندوز، بلیک میلر اور اسمگلر جنت میں مکان کے حصول کی غرض سے اس ''نیکی'' میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔ اور سرمایہ پرست سال بہ سال حج اور عمرے کے چکر میں نظر آئیں گے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے گھر پر نظر پڑتے ہی پچھلے سال کی سود خوری ذخیرہ اندوزی، مردم آزاری اور سب جرائم معاف ہو جائیں گے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

کیا مکروہ تصور ہے اس دین برحق کا جو دین انسانیت ہے اور جس نے تمیز بندہ و آقا ختم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے ساری انسانیت کو ایک ماں باپ کی اولاد [۵۴] اور سارے مسلمانوں کو آپس میں بھائی قرار دیا۔ [۵۵]

حضرت خواجہ عبداللہ انصاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر میں ہے کہ

جب آیت کنز نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بربادی ہو سونے کے لیے، بربادی ہو چاندی کے لیے [۵۶]

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک قول یہ نقل کیا کہ

مال کثیر جب جمع کر کے رکھا جائے تو وہ بہر حال قابل مذمت ہے قطع نظر اس کے کہ اس میں زکوٰۃ ادا کی گئی یا نہ کی گئی گویا ادائیگی زکوٰۃ کے بعد بھی اس میں ایک گو نہ مذمت کا پہلو ہے (کہ اس کے مالک نے اسلامی زندگی کے ٹھیٹھ اصولوں پر عمل نہیں کیا اور اسلام کی اعلیٰ اخلاقی روایات کی پاسداری نہیں کی) [۵۷]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توسط سے ارشاد فرماتے ہیں:

کہ مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جس شخص کے پاس محض ایک اونٹ یا گائے یا بھیڑ ہو اور وہ اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس طرح پیش کیا جائے گا کہ وہ اس کو اپنی ٹانگوں اور سینگوں کے ساتھ روندیں گے اور یہ سلسلہ انسانوں کے فیصلے ہونے تک برابر جاری رہے گا۔ [۵۸]

امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی منقول ہے کہ:

صحابہ کرام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سونے چاندی کی مذمت بیان کی تو ہم نے معلوم کرنا چاہا کہ کون سا مال بہتر ہے تا کہ ہم اس کی کمائی کا اہتمام کریں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہارے لیے اس کا جواب آقائے مدنی سے پوچھوں گا۔ چنانچہ پیغمبر انسانیت نے فرمایا ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور ایسی صالح بیوی جو دین کے معاملہ میں تمہاری معین و مددگار ہو۔ [۵۹]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور حنفی امام وفقیہ۔ امام جصاص رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت یہ بھی نقل کی کہ علماء یہود ونصاریٰ احکامات کو چھپانے اور من مرضی کے فیصلے دینے کی غرض سے رشوت لیتے ہیں۔ جبکہ اس سے مراد وہ سارے طور طریق ہیں جن کے ذریعہ انسان مختلف قسم کے منافع حاصل کرے اور ان چیزوں کو اپنے تصرف میں لائے۔ ان کے بقول آیت کا ظاہری مفہوم بالکل واضح ہے کہ اس سے مراد سارے مال (اپنی جائز ضروریات سے زائد) کا خرچ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "لا ینفقونها" فرمایا ہے "لا ینفقون منها" نہیں فرمایا۔ پھر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روایات کے حوالہ سے یہ ثابت فرمایا کہ اونٹ، بھیڑ، بکری میں صدقہ ہے جبکہ سونے چاندی میں یہ ہے کہ وہ سب خرچ کیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا کہ مجھے یہ بات قطعاً پسند نہیں کہ میرے پاس سونا ہو اور تین دن سے زائد اس پر گزر جائیں الا یہ کہ کوئی ایسا نہ ملے جو اس کو مجھ سے قبول کر لے۔ یا یہ کہ میں اس قرضہ کے لیے اسے لے لوں جو مجھ پر ہو اور گویا ادا کر دوں۔

یہ روایت بھی نقل فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی بہت کچھ لازم وضروری ہے'' اور دلیل کے طور پر آیت [20] بر تلاوت فرمائی (جس کا ذکر انشاء اللہ آئے گا)[21]

علامہ رشید رضا مصری نے "اکل الاموال" کا مفہوم ہر اعتبار سے اخذ وتصرف کو قرار دیا ہے اور دلیل کے طور پر البقرہ کی آیت ۱۸۸ اور النساء کی آیت ۲۹ کو پیش کیا ہے۔ علامہ نے آیت کنز کا مفہوم بالکل ظاہری معنوں میں لیا ہے اور اسے مقید نہیں کیا بلکہ مطلق رکھا ہے۔ یعنی پورے کا پورا خرچ۔ (جیسا کے جصاصؒ کے حوالہ سے گذرا) اور فرمایا ہے کہ کنز سے مراد یہ ہے کہ دراہم ودنانیر (کسی شکل میں) صندوقوں میں بھر کر رکھ دینا) مٹی میں دفنا دینا۔ ان کو روک کر رکھ لینا، (بینکوں یا مختلف النوع اسکیموں میں لگا دینا) اور خیر وبھلائی کے ان کاموں سے روک لینا جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ سونے چاندی کو پتروں کی شکلوں میں اس سے مستثنیٰ قرار دینے کو علامہ نے عقل کا بگاڑ اور شریعت کی نافرمانی قرار دیا اور بتلایا کہ ڈھلے ہوئے سکے اور اَن ڈھلی دھاتیں ایک ہی مفہوم رکھتی ہیں۔ انفاق کے مفہوم میں انہوں نے واضح کیا کہ انسانی حاجات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جو زائد ہے اس کے خرچ کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا کہ:

لکان الامر ظاھرا۔ کہ معاملہ تو بالکل ظاہر و واضح ہے[۶۲]

مولانا ابوالکلام آزاد نے ان آیات پر جو فاضلانہ نوٹ لکھے ان کا خلاصہ یہ ہے۔

یاکلون اموال النّاس بالباطل سے مراد ہے۔

۱۔ بادشاہوں اور امراء کی مطلب براریوں کے لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بنا دینا ان فتووں پر انعام و اکرام۔ مطلب شریعت توڑ مروڑ کر بیان کرنے۔ حیلے بہانے اختیار کرتے تاکہ امراء کی ہوائے نفس پوری ہو۔ اور اس پر معاوضہ و انعام لیتے۔

۲۔ غیر اسرائیلیوں کا مال دھوکہ سے بھی کھالیا جائے تو حرج نہیں۔ آل عمران آیت ۷۵۔

۳۔ معاملات اور فیصلوں میں رشوت۔

۴۔ جن کی نیکی کا زیادہ شہرہ ہو جاتا ان کے پاس ضرورت مند حاجت براری کو آتے اور نذرانے چڑھاتے۔

۵۔ تمام مذہبی رسومات و اعمال کی باقاعدہ قیمتیں مقرر تھیں۔ (جیسے اب بھی ہے کہ وعظ کی اتنی فیس، مردہ نہلانے کو اتنی، نومولود کے کان میں اذان کی وغیرہ ذالك)۔

۶۔ مذہبی تعلیم و تعلم کو مخصوص طبقہ کے لیے خاص کر لیا عوام کو محروم رکھا اب بغرض ثواب کوئی سننا چاہے تو فیس دے اور سن لے۔ (معاوضہ پر قرآن خوانی)۔

۷۔ نجات کے پروانوں کی تقسیم۔ اس میں توبہ کی فیس الگ تھی۔

۸۔ اور بھاری فیس پر باقاعدہ پروانہ معرفت کا الگ اہتمام تھا۔

۹۔ تبرکات و آثار کا اہتمام اور ان کی زیارت کے لیے نذرانے۔

۱۰۔ مقابر و مشاہد کی مجاوری۔

۱۱۔ اصحاب سبت جیسے حیلے۔

۱۲۔ مردہ کو بخشوانے کے لیے اہتمام اور اس کی فیس۔

۱۳۔ دین کے نام پر بھرپور دکان داری کہ کوئی کام نذرانے کے بغیر نہیں کرنا اور ہر کام اس لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا کہ اس کے ذریعہ کچھ ملے گا۔

اس تصویر میں آج کے مسلمان علماء اور فقراء اپنی تصویر دیکھ سکتے ہیں۔ [۶۳]

آیت کنز سے متعلق ہم نے قدیم و جدید ''خادمان قرآن'' کے حوالہ سے جو کچھ عرض کیا ہے اس کا لب لباب اور خلاصہ یوں بنتا ہے کہ:

الف:۔ آیت کنز مطلق ہے مقید نہیں۔

ب:۔ محض زکوٰۃ ادا کرنے سے بات نہ بنے گی۔ اس سے آگے بڑھنا ہوگا بلکہ بہت ہی آگے۔

ج:۔ اصحاب دولت اور ارباب ثروت جو وسائل رزق اور خزانوں پر سانپ بچھو بن کر مسلط ہو جاتے ہیں اور یہ سب کچھ اپنے اللّے تللّوں میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ تو بدترین قسم کے مجرم ہیں، وہ علماء و فقراء جو کسی واسطے سے بھی دانش فروشی کرنے اور علم کو بکاؤ مال بناتے ہیں اور اصحاب دولت پر رسوائے زمانہ حرکت کو دیکھ کر مٹی کے مادھو بنے ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اور اپنے ہی نذرانوں، چندوں یا حج بدل تک کی فکر کرتے ہیں، وہ بھی کم بدطینت و نامراد نہیں اور ان ''گونگے شیطان'' یا دانش و علم فروشوں کا بھی برا انجام ہوگا۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ جب زار روس کے پشتی پادریوں کی طرح، اس امت کے رسوائے زمانہ اصحاب دولت و ثروت اور سرمایہ پرستوں کے پشتی بان مولوی و پیر بھی کسی انقلاب کی نذر ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا اور یقیناً ہوگا اور جتنا جلد ممکن ہو ان سب طبقات کو اپنی اصلاح کر لینی چاہیے اور امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہ شعر نظروں میں رکھنا چاہیے، جس میں انہوں نے فساد دین و ملت کی ذمہ داری ملوک و امراء اور ارباب علم و فقر پر ڈالی ہے۔

وَمَا افسد الدّين الا الملوك ۔ واحبار سوء ورهبانها۔

اس حوالہ سے چند آیات اور بھی مختصراً ملاحظہ فرمالیں:

۱۔ اور میری آیتوں کو تھوڑی قیمت (قرآن کے حکم کے مقابلہ میں ساری دنیا تھوڑی ہے) پر نہ بیچو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو [۶۴]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ شیطان تمہیں تنگ دستی کا وعدہ دیتا ہے (کہ خرچ کرنے سے نادار ہو جاؤ گے)

۳۔ اور بے حیائی کا حکم کرتا ہے (البتہ منکرات تعیشات اور حظ نفس کے لیے خرچ کرنے پر ابھارے گا)۔ [۶۵]

۴۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں قیامت کے دن وہ نہیں اٹھیں گے مگر جس طرح کہ وہ شخص اٹھتا ہے جسکے حواس جن نے لپٹ کر کھو دیے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو کچھ باقی سود رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ اگر تم نے نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ [۶۶]

۴۔ اے اصحاب ایمان۔ سود دو نے پر دونا نہ کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تمہارا چھٹکارا ہو اور اس آگ سے بچو جو (حقیقت میں) کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ [۶۷]

۵۔ اور جو لوگ اس چیز پر (مال و دولت اور دوسری نعمتوں) بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے وہ یہ خیال نہ کریں کہ بخل ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے حق میں برا ہے، قیامت کے دن وہ مال طوق بنا کر ان کے گلوں میں ڈالا جائے گا جس میں وہ بخل کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا وارث و مالک ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ [۶۸]

۶۔ بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عن قریب آگ میں داخل ہوں گے۔ [۶۹]

۷۔ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو۔ [۷۰]

۸۔ بے شک اللہ تعالیٰ اترانے والے لڑائی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل سکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے، اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں لاتے اور جس کا شیطان ساتھی ہوا تو وہ برا ساتھی ہے۔ [1]

۹۔ اور تو اُن میں سے اکثر کو دیکھے گا کہ گناہ پر اور ظلم پر اور حرام کھانے پر دوڑتے ہیں، بہت برا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں، ان کے فقراء اور علماء گناہ کی بات کہنے اور حرام مال کھانے سے انہیں کیوں نہیں منع کرتے، البتہ بری ہے وہ چیز جو وہ کرتے ہیں۔ [2]

۱۰۔ اور جس دن اُسے (کھیتی کو) کاٹو اس (اللہ تعالیٰ) کا حق ادا کر دو اور بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ [3]

۱۱۔ کہہ دے! اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور تجارت جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیارے ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجے اور اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔ [4]

۱۲۔ اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے دے تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے (ناداری میں یہ دُعا مانگتے) اور نیکوں میں سے ہو جائیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ موڑ کر پھر بیٹھے۔ [5]

۱۳۔ اور بعض گنوار ایسے ہیں کہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں اور تم پر زمانہ کی گردشوں کا (مسلمانوں پر) انتظار کرتے ہیں۔ (اللہ کرے) انہیں پر بری گردش آئے۔ [6]

۱۴۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا، اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور ہر طرح کا مال دیا ہے۔ اے ہمارے رب، یہاں تک کہ انہوں نے (ان ذرائع کو کام میں لا کر لوگوں کو) تیرے راستہ سے گمراہ کر دیا، اے ہمارے رب ان کے مالوں کو برباد کر دے۔ الخ [7]

۱۵۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے اور ہم اسے برباد کر دیتے ہیں۔ [78]

۱۶۔ اور مال کو بیجا خرچ نہ کرو، بے شک بیجا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۔ [79]

۱۷۔ یہاں تک کہ جب ہم ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں پکڑیں گے تو وہ چلائیں گے۔ [80]

۱۸۔ کیا تم ہر اونچی زمین پر کھیلنے کے لیے ایک نشان بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے اور جب (غربا اور مسافروں پر) ہاتھ ڈالتے ہو تو بڑی سختی سے پکڑتے ہو، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ [81]

۱۹۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو (ان کے مکینوں سمیت) ہلاک کر ڈالا جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے سو یہ ان کے گھر ہیں کہ اُن کے بعد آباد نہیں ہوئے مگر بہت کم، اور ہم ہی وارث (و مالک) ہوئے۔ [82]

۲۰۔ جو مال سود پر تم دیتے ہو تا کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا رہے سو اللہ تعالیٰ کے وہاں وہ نہیں بڑھتا۔ [83]

۲۱۔ خبردار تم وہ لوگ ہو کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی غرض سے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ بخل سے کام لیتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے سو وہ اپنی ہی ذات سے بخل کرتا ہے اس کا نقصان خود اٹھائے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ بے پروا ہے اور تم ہی محتاج ہو۔ اور اگر تم نہ مانو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا پھر وہ تمہاری طرح (بخیل) نہ ہوں گے۔ [84]

۲۲۔ اور تمہیں کیا ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کا ورثہ (وملکیت) تو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ [85]

۲۳۔ اے ایمان والو! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو کوئی ایسا کرے گا پس وہ نقصان اٹھانے والا ہے۔ [86]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۴۔ اور جس کا اعمال نامہ اُس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو کہے گا اے کاش میرا اعمال نامہ نہ ملتا اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے کاش وہ (موت) خاتمہ کرنے والی ہوتی میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، مجھ سے میری حکومت بھی جاتی رہی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اسے پکڑو پھر اسے طوق پہنا دو پھر اسے دوزخ میں ڈال دو پھر ایک زنجیر میں جس کا طول ستر گز ہے اسے جکڑ دو۔ بے شک وہ اللہ تعالیٰ پر یقین نہیں رکھتا جو عظمت والا ہے اور نہ وہ مسکین کے کھانا کھلانے کی رغبت دیتا ہے پس آج اس کا یہاں کوئی دوست نہیں اور نہ کھانا ہے مگر زخموں کا دھوون، اسے سوائے مجرموں اور خطا کاروں کے کوئی نہ کھائے گا۔[۸۷]

۲۵۔ ہر شخص اپنے اعمال کے سبب گروی ہے مگر داہنے ہاتھ والے۔ جن کو اعمال نامے داہنے ہاتھ میں ملیں گے۔ (وہ) باغوں میں ہوں گے ایک دوسرے سے پوچھیں گے گناہگاروں کی نسبت۔ کس چیز نے تمہیں دوزخ میں ڈالا؟ وہ کہیں گے ہم نمازی نہ تھے اور نہ ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بے ہودہ گوئی کرنے والوں کے ساتھ بے ہودہ گوئی کرتے تھے اور ہم انصاف کے دن کو جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آ پہنچی پس ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔[۸۸]

۲۶۔ کھاؤ اور چند روز فائدہ اٹھاؤ بے شک تم مجرم ہو، اس دن جھٹلانے والوں کے لیے تباہی ہے۔[۸۹]

۲۷۔ انسان اپنی ذلت کا شکوہ کرتا ہے تو حضرت حق جل وعلی مجدہ فرماتے ہیں ایسا ہرگز نہیں (ہم نے تجھے ذلیل نہیں کیا) بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو اور میت کا ترکہ سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال سے بہت زیادہ محبت کرتے ہو۔[۹۰]

(تمہاری ذلت کے یہ اسباب ہیں)

۲۸۔ اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہو کر رہا اور سچائی کو جھٹلایا تو ہم اس کے لیے جہنم کی راہیں آسان کر دیں گے۔[۹۱]

۲۹۔ بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے جب وہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے۔[۹۲]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۰۔ بے شک ہوس نے تمہیں غافل کر دیا، یہاں تک قبریں جا دیکھیں۔ الخ [۹۳]

۳۱۔ ہر غیبت کرنے والے طعنہ دینے والے کے لیے ہلاکت ہے جو مال کو جمع کرتا ہے اور اسے گنتا رہتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اسے سدا رکھے گا ہرگز نہیں وہ حطمہ میں ڈالا جائے گا اور آپ کو کیا معلوم کہ حطمہ کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک جا پہنچتی ہے بے شک وہ ان پر چاروں طرف سے بند کر دی جائے گی لمبے لمبے ستونوں میں۔ [۹۴]

۳۲۔ کیا آپ نے اسے دیکھا جو قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے، پس وہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ [۹۵]

۳۳۔ ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا، اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا اس کے کام نہ آیا۔ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑے گا اور اس کی عورت (بیوی) بھی جو ایندھن اٹھائے پھرتی تھی (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھاتی) اُس کی گردن میں مونج کی رسی ہے۔ [۹۶]

قرآن عزیز جو کتاب فطرت اور کتاب ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لیے حضرت محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ پر نازل ہوئی اور رہتی دنیا تک انسانوں کے لیے راہنمائی کا سامان فراہم کرتی رہے گی۔ اس کے چند مقامات کا محض ترجمہ ہم نے نقل کیا۔ مقصد بڑا واضح ہے کہ قارئین دیکھ لیں کہ دولت پرستی اور سرمایہ پرستی کے مریض کیسے ہوتے ہیں اور ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔؟

ان لوگوں کے دل خشیت وخوف ربانی سے عاری ہوتے ہیں، انسانیت کے لیے ہمدردی و غم خواری اور مواساۃ کا مطلق ان میں جذبہ نہیں ہوتا ہے۔ حرص و آزان کی سرشت ہوتی ہے اور بخالت وکمینگی ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے وہ علم وہنر کو اپنی دولت کا سبب قرار دیتے ہیں اور دولت کے معاملہ میں اس بات کو مطلق بھول جاتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی دین وعطا ہے اور اس نے ہمیں اس کا مالک نہیں امین بنایا ہے ہمارا کام ہے کہ ہم اس پیدا کرنے والے اور سب کچھ دینے والے کی مرضی کے مطابق زندگی گزاریں اور اس کی منشاء کے مطابق خرچ و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصرف کا معاملہ اختیار کریں۔ یقین جانیں کہ جب کوئی انسان اپنے رب کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتا اور ہر قدم اس کی منشا کے مطابق اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے؛

افسوس کہ آج جو صورت ہے وہ حد درجہ افسوس ناک نہیں شرمناک ہے۔ دنیا مادیت کے وسیع و عمیق سمندر میں غرق ہو کر رہ گئی ہے۔ اس نے اپنے پیدا کرنے والے کو بھلا دیا ہے اور آج کے ارباب دولت و ثروت بالعموم قارونی خیالات و تصورات کے مالک بن کر رہ گئے ہیں۔ ان کی آنکھوں پر حرص و ہوس کی پٹی بندھ چکی ہے اور سامری کے بچھڑے کی طرح ان کے قلوب میں دولت کی محبت سرایت کر گئی ہے جس کی وجہ سے اعلیٰ اخلاقی روایات دم توڑ کر رہ گئی ہیں اور انسان مہذب درندہ بن کر اخلاقی قدروں کو روند رہا ہے۔ اس صورت حال کو بدلنا ہم سب پر فرض ہے بالخصوص جو خواص کہلاتے ہیں۔ ان کی زیادہ ذمہ داری ہے ورنہ لمحوں کی غفلت لمبی بربادی کا سبب بن جائے گی۔

یہ وقت بھی دیکھا ہے تاریخ کی گھڑیوں نے
لمحوں کی خطاؤں نے صدیوں کی سزا پائی

مہلتِ حیات کم اور مسائل بہت زیادہ سنگین شکل اختیار کر چکے ہیں۔ لازم ہے کہ بے قید سرمایہ کو مقید کیا جائے ظالمانہ جاگیرداری اور بے رحمانہ صنعتی اجارہ داری اور سفاکانہ سرمایہ داری کو اس طرح جڑ سے اکھیڑا جائے کہ تمیز بندہ و آقا ختم ہو کر رہ جائے اور اس دھرتی پر بسنے والے جملہ چھوٹے بڑے واقعی ایک کنبہ کے افراد بن جائیں۔ مال و دولت کے حوالہ سے قارونی نقطہ نظر آپ نے تفصیل سے ملاحظہ کر لیا اس کے برعکس قرآن عزیز جو عادلانہ اور مبنی برحق تصور پیش کرتا ہے اس میں وہ

الف:۔ سب سے پہلے انسانوں کو یہ ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ تم اپنی ذات میں جو کچھ بھی ہو بہر طور اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے مملوک ہو، وہ تمہارا خالق ہے۔ تمہاری حیات و زندگی تک اس کے قبضہ میں ہے۔ وہ جب چاہے تمہارے جسم و جان کا رشتہ منقطع کر کے تمہیں اس دنیا سے اٹھا لے۔ چنانچہ قرآن عزیز میں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم اللہ تعالیٰ کا کیوں انکار کر سکتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے (عالم ارواح) پھر اس نے تمہیں زندہ کیا (حیات دنیوی) پھر تمہیں مارے گا (برزخ وقبر کی زندگی) پھر تمہیں زندہ کریگا (نفخۂ ثانیہ کے بعد کی حیات) پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے (حشر کی حاضری اور بعد کے سارے مراحل)۔[97]

ب:۔ رزق وروزی اور مال وجائیداد یہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ، اس کا فضل اور اس کی دین ہے۔ اس میں انسان کے علم وہنر اور اس کے کسب واکتساب کا مطلق کوئی عمل دخل نہیں۔ آج کی دنیا میں۔ بالخصوص اپنے وطن میں ہم روزانہ مختلف طبقات کے بے روزگار نوجوانوں کے احتجاجی جلسے اور جلوس دیکھتے ہیں۔ جو علم و ہنر کی سند کے طور پر ڈگریاں اور ڈپلومے اُٹھائے اٹھائے پھرتے ہیں۔ ان میں ڈاکٹر ہیں، انجینئر ہیں اور دوسرے طبقات کے لوگ ہیں۔ علم و ہنر کی مصدقہ سندات اپنے پاس رکھنے کے باوصف وہ بیچارے جس حال میں ہیں وہ معلوم ہے پھر ان پڑھ مزدور اور دیہاتی گنواروں کو دیکھ لیں صبح گھر سے نکل کر کسی چوراہے پر اکٹھے ہو جائیں گے، کچھ کام پالیں گے اور کچھ بے نیل ومرام لوٹ جائیں گے۔ دنیا میں آپ کو ایسے بھی نظر آئیں گے جو مٹی کو ہاتھ لگائیں گے تو وہ سونا بن جائے گی اور ایسے بھی کہ جس کام میں ہاتھ ڈالیں گے نئی مشکلات سامنے کھڑی ہوں گی۔ الغرض انسانی مشاہدات اس بات کی سب سے بڑی سند ودلیل ہیں کہ یہ خزانہ کسی اور کے پاس ہے۔ کوئی ان دیکھی طاقت ہے جو اپنی خالص حکمت کے تحت عطا وبخشش کا کام کر رہی ہے۔ اور وہ ذات پاک اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

قرآن جہاں خرچ کرنے کی بات کرتا ہے تو یہ کہہ کر کرتا ہے کہ جو ہم نے (اللہ تعالیٰ نے) تمہیں دیا اس میں خرچ کا مطالبہ ہے سورۂ بقرہ کی بالکل ابتدا میں جہاں اہل تقویٰ وصلاح کا ذکر ہے۔ ان کی نشانیوں اور خصائل کا ذکر کرتے ہوئے ایسے لوگوں کی ایک خصلت وخوبی ان الفاظ میں بیان کی۔

(اہل تقویٰ وصلاح وہ ہیں کہ) جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔[98]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رزق وروزی کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ چند اور دلائل:

☆ اور زمین پر چلنے والے ہر جاندار کے رزق کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔

☆ اور تمہارا رزق اور جس شئے کا تم سے وعدہ کیا گیا آسمان میں (یعنی اللہ تعالیٰ کے ذمہ میں) ہے۔

☆ اور افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو نہ مار ڈالا کرو، ہم تمہیں بھی روزی دیتے ہیں اور انہیں بھی۔

☆ اور آسمان اور زمین میں سے تم کو روزی کون پہنچاتا ہے؟ پس کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟

☆ بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی دینے والا ہے، بڑی مضبوط قوت والا ہے۔

☆ اور ہم نے تمہارے لیے زمین میں معیشت کے سامان بنا دیے ہیں اور ان کے لیے جن کو تم روزی نہیں دیتے (یعنی جنہیں تم نظر انداز کر دیتے ہو ان کے لیے بھی اللہ تعالیٰ ہی نے اہتمام کیا ہے)۔

☆ وہ (اللہ تعالیٰ) وہ ذات پاک ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب کچھ پیدا کیا جو زمین میں ہے۔[99]

ان آیات مبارکہ میں بغیر کسی تخصیص کے ہر فرد بشر کو مخاطب کیا گیا ہے اور بتلایا گیا ہے کہ معیشت و اسباب معیشت اللہ تعالیٰ کے خزانہ عامرہ کی عطا و بخشش ہے، اس کی ذات اور باقی صفات کی طرح یہاں بھی اس کا کوئی سہیم و شریک نہیں۔

جبکہ درج ذیل آیات میں اس بات کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔

☆ اور اس نے زمین میں اوپر سے پہاڑ رکھے اور اس میں (زمین میں) برکت دی اور چار دن میں اس کی غذاؤں کا اندازہ کیا (زمین کی پیدائش کے متعلق پوچھنے والوں کے لیے (یہ) اور (پورا) ہے۔

☆ اور اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر روزی میں فضیلت دی پھر جنہیں فضیلت دی گئی ہے وہ اپنے حصہ کا مال اپنے ماتحتوں کو دینے والے نہیں کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں پھر کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔[100]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آیات اپنے مفہوم و معنی میں اتنی واضح ہیں کہ ان پر کسی حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں اور ساتھ ہی اس سے جو بات کھل کر سامنے آتی ہے، وہ ہے حق معیشت میں مساوات۔ اور یہ اعلان اتنا واضح اور صاف ہے کہ اس کا انکار چمکتے سورج کا انکار ہے۔ شیخ سعدی مرحوم نے کتنی خوبصورت بات کہی ؎

اے کریمے کہ از خزانۂ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

یہ سوال اس مقام پر کھل کر سامنے آتا ہے کہ اس منشاء ربانی کو پورا کون کرے گا؟ لیکن اس کا جواب بڑی وضاحت سے یوں سامنے آتا ہے کہ اس میں شک نہیں رہتا۔ اس کی یہ ذمہ داری اس عادلانہ حکومت کے سربراہ کی ذمہ داری ہے جسے "خلیفہ" کہا جاتا ہے۔ اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ دھرتی پر کوئی "حق معیشت" سے محروم نہ رہے۔ اسی احساس کے تحت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھوک سے مرنے والے کتے کی موت کا بھی اپنے آپ کو ذمہ دار ٹھہراتے۔ اور نہ کسی کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ اس نظام میں ناجائز دخل اندازی کر سکے۔ جو حکومت اس منشاء ربانی کو پورا نہیں کر سکتی وہ بہر طور "فاسد نظام" کی حامل اور اسلام کے نظام عدل و احسان سے منحرف ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ (۲۹) کے تحت ماضی قریب کے جلیل المرتبت عالم ربانی مولانا محمود حسن۔ شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

> جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمانِ واجب الاذعان "خلق لکم ما فی الارض جمیعًا" تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں۔ یعنی غرض خداوندی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حوائج جملۂ ناس (انسان) ہے اور کوئی شے فی ذاتہ کسی کی مملوک خاص نہیں بلکہ ہر شے اصل خلقت میں جملہ ناس میں مشترک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے۔ ہاں بوجہ رفع نزاع و حصول انتفاع قبضہ کو علت ملک قرار دیا گیا اور جب تک کسی شے پر ایک شخص کا قبضہ قائمہ مستقلہ باقی ہے۔ اُس وقت تک کوئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا۔ ہاں خود مالک وقابض کو چاہیے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اُس کو اوروں کے حوالے کر دے کیونکہ بااعتبار اصل دونوں کے حقوق اُس کے متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے زائد جمع رکھنا بالکل پسندیدہ نہیں گو زکوٰۃ بھی ادا کر دی جائے اور انبیاء وصلحا اس سے بغایت مجتنب رہے چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے بلکہ بعض صحابہ و تابعین وغیرہ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرما دیا ، بہرکیف غیر مناسب وخلاف اولی ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ زائد علی الحاجتہ سے تو اس کی کوئی غرض متعلق نہیں اور اوروں کی مِلک ''من وجہ'' اس میں موجود!

تو گویا شخص مذکور من وجہ مالِ غیر پر قابض ومتصرف ہے اور اس کا مال بعینہ مال غنیمت کا سا تصور کرنا چاہیے وہاں بھی قبل تقسیم یہی قصہ ہے کہ کل مال غنیمت کل مجاہدین کا مملوک سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ ضرورت وحصول انتفاع بقدر حاجت ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہو سکتا ہے ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا چاہے اُس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیے؟ (یعنی خائن شمار ہوگا)[101]

حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کی دلیل میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کے پاس قوت وطاقت کا سامان اپنی حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیے کہ اس فاضل سامان کو کمزور شخص کو دیدے اور جس شخص کے پاس سامانِ خوردونوش حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیے کہ فاضل سامان نادار اور حاجت مند کو دیدے، حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ حضرت پیغمبر اسلام اسی طرح مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے حتیٰ کہ ہم نے یہ سمجھ لیا کہ ہم میں سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جس بات کا مجھے آج اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں کبھی اس میں تاخیر نہ کرتا اور بلاشبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت اُن سے لے کر فقراء، مہاجرین میں بانٹ دیتا۔

☆ امین امت حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تین سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ایک موقعہ پر ان کا سامانِ خورد و نوش ختم ہونے کے قریب آ لگا پس حضرت ابوعبیدہ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کریں اور پھر سب کو جمع کر کے اُن سب میں برابر تقسیم کر کے ان سب کی قوت لایموت (ایسی روزی جس سے رشتہ حیات قائم رہے) کا سامان کر دیا۔

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے تو محض اس لیے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے اور اس لیے اللہ تعالیٰ اُن سے قیامت کے دن اُس کی باز پرس کرے گا اور اس کو تباہی پر اُن کو عذاب دے گا۔[۱۰۲]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور جلیل المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ــــــ کے ان ارشادات کے بعد بھی اگر کسی کی آنکھوں پر پٹی بندھی رہے اور مادیت و زر پرستی کے بت کی محبت سے سرشار دل وہی لایعنی راگ الاپتے رہیں جو ہمارے یہاں کے وڈیرے، زمیندار اور ارباب صنعت و تجارت اور ان کے لے پالک مولوی اور پیر الاپتے ہیں تو پھر اسی بات کا انتظار کرنا چاہیے کہ آسمان سے کوئی آفت نازل ہو اور معاشی ظلم کے ذمہ دار اس طبقہ کا کام تمام کر دے یا پھر زمین اسی طرح پھٹ جائے جس طرح قارون کے لیے پھٹی تھی۔

آج کی معاشی تباہ حالی کا مسئلہ حل کرنے کے لیے اندلس کے اُس عظیم محدث نے اس طرح حل کیا ہے کہ اگر انسانیت کا احترام دل میں موجود ہو تو اس کے لیے کسی پنج سالہ منصوبہ کی ضرورت ہے نہ کسی کمیشن کے قائم کرنے کی۔

اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء و غرباء کی معاشی زندگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے کفیل ہوں اور اگر مال نے (بیت المال کی آمدنی) اُن غرباء کی معاشی کفالت کو پوری نہ ہوتی ہو تو سلطان (امیر) ان ارباب دولت کو اس کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے (یعنی اُن کے فاضل مال سے بہ جبر لے کر فقراء کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے) اور اُن کی زندگی کے اسباب کے لیے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ اُن کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو، پہننے کے لیے گرمی اور سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لیے ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے۔[۱۰۳]

اور صاحب محلی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر بھرپور بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

اس بات پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کا اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص بھوکا ننگا یا ضروریات رہائش سے محروم ہے تو مالدار کے فاضل مال سے اس کی کفالت کرنا فرض ہے۔[۱۰۴]

اور ماضی قریب کے فاضل عالم اجتماعیات مولانا حفظ الرحمٰن۔ جن کی کتاب اسلام کا اقتصادی نظام۔ اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتابوں میں اب بھی نمایاں مقام رکھتی ہے، لیکن جس پر بدقسمتی سے حیدر آباد دکن کے مخصوص ماحول میں پل کر پٹھان کوٹ کے مرکز دارالاسلام میں پہنچنے والے ''مزاج شناس رسول'' بزرگ نے اشتراکیت سے مرعوبیت کی چھبتی کسی تھی۔ وہ اس میں لکھتے ہیں کہ

صاحب محلی حافظ ابن حزم نے جو لکھا اس پر تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق ہے۔[۱۰۵]

اس بحث سے بہت واضح طور پر سامنے آ گیا ہے کہ

☆ ___ اسباب معیشت اور وسائل رزق پوری انسانیت کے لیے ہیں ان پر کسی کی اجارہ داری درست نہیں۔

☆ ___ حکومت پر لازم ہے کہ وہ تمام معاملات کی طرح اس معاملہ کو بھی کنٹرول میں رکھے اور ہر شخص کی ضروریات کی کفالت کرے اس کے لیے اسے ارباب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثروت سے زبردستی کرنا پڑے تو بھی کرے۔

☆ ___ معیشت میں تفاوت فطری بات ہے جیسا کہ النحل کی آیت ۷۱ سے واضح ہے لیکن اپنے ماتحتوں، زیردستوں اور معاشرہ کے مظلوم طبقات کی مواسات و ہمدردی نہ کرنا بھی ظلم ہے اور یہ رویہ انعامات ربانی کی ناشکری کا مظہر ہے۔ یہ بات بھی اسی آیت سے ثابت ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ نے النحل کی اسی آیت نیز الزخرف کی آیت ۳۲ اور بعض دوسری آیات کے لیے ''درجات معیشت'' کا عنوان قائم کرکے ان آیات کے اندراج کے بعد لکھا:

گویا رزق میں تفاوت درجات کی مصلحت ایک خاص قسم کی آزمائش پر مبنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک جانب غنی کو صاحب ثروت بنا کر اس سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ثروت کو تنہا اپنی ملکیت نہ سمجھے بلکہ ''انفرادی ملکیت کے باوجود'' یہ یقین رکھے کہ وہ جس قدر زیادہ کمائے گا اُسی قدر اس کی دولت پر اجتماعی حقوق زیادہ عائد ہوں گے پس وہ صرف اپنے لیے نہیں کماتا بلکہ جماعت کے دوسرے افراد کے لیے بھی کماتا ہے۔

نیز یہ ذہن نشین رہے کہ درجات کا یہ تفاوت جماعت کے دوسرے افراد کو محروم المعیشت بنانے اور ذاتی اغراض کی خاطر معاشی دستبرد کرنے کے لیے نہیں ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت (عطاء ثروت) کا منکر ہے۔ کیونکہ یہاں دولت و سرمایہ کا مقصد زیادہ سے زیادہ نفع بازی نہیں ہے بلکہ انفرادی حاجات و ضروریات کے ساتھ ساتھ اجتماعی حاجات وضروریات کی تکمیل بھی ہے دوسری جانب غیر متمول سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ متمول افراد ملت کے تمول کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفران اور ناشکر گذاری نہ اختیار کرے اور نہ بغض وحسد کو دل میں جگہ دے بلکہ طمانیت قلب کے ساتھ اپنی مختصر فارغ البالی اور خوشحالی (یہ لفظ اس لیے آیا کہ ایک عادلانہ نظام میں کوئی محروم المعیشت نہیں ہوتا) پر شاکر رہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یا پھر عملی جدوجہد میں آگے بڑھ کر اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ان تمام حقوقِ معیشت سے متمتع ہو اور غناء و دولت حاصل کرے جن کو تمام مخلوقِ خدا کے لیے عام اور مساوی کر دیا گیا ہے اور دوسرے افرادِ ملت کے حقوق اور اُن کی ذمہ داریاں اپنے حاصل کردہ مال پر اسی طرح عائد کرے جس طرح حکومت الہیہ (عادلانہ نظام) نے دوسرے ارباب دولت پر عائد کئے ہیں۔[۱۰۶]

اسلام نے توازن و اعتدال کی راہ اپناتے ہوئے بڑے ہی حکیمانہ انداز میں تمام معاملات کو اپنی اپنی جگہ رکھا ہے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر معاشرہ سکھ اور چین کا سانس لے سکتا ہے۔ روسی انقلاب کے علمبردار تک اس تھیوری اور نظام کے معترف ہیں۔ جیسا کہ مولانا سندھی کے حوالہ سے پہلے گزرا۔ البتہ جب وہ مسلمانوں کی بدعملی و بے عملی دیکھتے ہیں تو پھر ظاہر ہے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اور یہ بڑا المیہ ہے۔ آج کا مسلمان اگر اپنی اصلاح عملاً کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ ۲۱ ویں صدی کا سورج اس طرح طلوع ہوگا کہ اس دھرتی کے ہر کچے اور پکے مکان اور خیمہ میں اسلام کا نور موجود ہوگا۔ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالك امرا۔

ج: اسلام کارگاہ حیات میں رہنے والوں کو عملی زندگی کی دوڑ میں برابر کا شریک دیکھنا چاہتا ہے لیکن وہ جب عمل کی ترغیب دیتا اور اس پر ابھارتا ہے تو بھی یہی احساس ذہن میں بٹھاتا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش میں منہمک ہو۔

سورۂ جمعہ میں نماز جمعہ کے لیے کاروبار حیات معطل کرنے کا حکم ہے۔

اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جب نماز ادا ہو جائے تو پھر زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا فضل (روزی) تلاش کرو۔[۱۰۷]

گویا اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کے ذہن میں یہ بات جمانا چاہتے ہیں کہ روزی کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس کے لیے محنت و کسب لازم ہے لیکن کوئی یہ خیال نہ کرے کسب و محنت کے بعد روزی لازم ہے بلکہ یہ خیال کرے کہ محنت انسانی اور کسب وسیلہ ہے، اس کا لازمی ثمرہ مطلوبہ نتیجہ کی شکل میں سامنے ضروری نہیں۔ محنت و کسب کو مؤثر بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ مؤثر حقیقی اور فاعل و مختار اس کی ذات ہے۔ اس طرح کے اشارات قرآن عزیز میں اور بھی بہت ہیں

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اختصار کے خیال سے ہم اسی پر قناعت کرتے ہیں۔

د: اس کے بعد یہ سمجھنا لازم ہے کہ اسلام دولت کی گردش کا علمبردار ہے وہ اس بات کو لازم قرار دیتا ہے کہ دولت معاشرہ میں پھیلے نہ کہ کسی خاص طبقہ میں سمٹ کر رہ جائے۔ ایسی ہر شکل کو اسلام ناجائز قرار دیتا ہے اور اس کے انسداد و بیخ کنی کو لازم قرار دیتا ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے علاوہ میراث کا عظیم الشان قانون، یہ سب چیزیں اسی انقلابی اصول کا مظہر ہیں۔ قرآن عزیز کی آیت کنز اس کی سب سے بڑی دلیل ہے پھر علماء نے اس سلسلہ میں سورۂ حشر کے اس ٹکڑے کو بطور خاص اس سلسلہ میں پیش کیا ہے۔

''مال فی'' (وہ مال جو بغیر لڑائی حاصل ہو جائے اس کی تقسیم میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق جیسے چاہتے تقسیم فرماتے۔ اس میں مجاہدین کا مال غنیمت کی طرح لازمی حصہ نہ تھا، اس کی تقسیم کے حوالہ سے ارشاد فرماتے ہوئے کہا گیا تاکہ وہ (مال) تمہارے دولت مندوں میں نہ پھرتا رہے۔ [۱۰۸]

ہر چند کہ یہ آیت مال فے کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے لیکن اہل علم نے اسے مطلق رکھ کر مال کے لیے اصولی طور پر ثابت کیا کہ مال میں مطلق یہی اصول ہے کہ وہ گردش میں رہے لیکن اس طرح نہیں کہ ایک سرمایہ دار کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ میں چلا جائے۔ ہر چند کہ یہ گردش کی شکل ہے لیکن یہ ایسی شکل ہے جس میں دھوکہ اور فریب ہے صحیح گردش یہ ہے کہ اس کے منافع دور تک پھیلیں اور عام لوگ بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

پھر سورۂ توبہ کی آیت (۶۰) میں مصارف زکوٰۃ کا ذکر ہے اسے بھی گردش دولت کے ضمن میں بطور دلیل پیش کیا گیا ہے اس کے علاوہ اقامت صلاۃ کے ساتھ اکثر جگہ ایتاء زکوٰۃ کا ذکر ہے وہ بھی فی الحقیقت اسی کی دلیل ہے۔ اور ایتاء زکوٰۃ کے حوالہ سے پچھلی اقوام اور ان کے انبیاء کا بھی ذکر ہے مثلاً ارشاد ہے:

اور ہم نے (سابقہ انبیاء کو) انہیں اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ ہماری ہی بندگی کیا کرتے تھے۔ [۱۰۹]

اسی طرح ''انفاق'' کا جا بجا ذکر ہے تو وہ بھی اسی کا مظہر ہے۔ صرف دو مقام ملاحظہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائیں:

اور جو ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے اس سے پہلے ہی خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آ موجود ہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو (یعنی انفاق فی سبیل اللہ سے رکنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے)۔[110]

اس کے علاوہ جا بجا مختلف طبقات کا نام بنام اس طرح ذکر کیا گیا کہ ان پر خرچ کرو۔ اس فہرست میں رشتہ دار مساکین، یتامیٰ، قیدی، پڑوسی اور نہ معلوم کون کون لوگ شامل ہیں۔ اور جا بجا یہ بات فرمائی گئی کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور اس کی محبت کا تقاضا پورا کرنے کے لیے کرو۔

اس قسم کے مقامات کے حوالہ سے مولانا حفظ الرحمٰن فرماتے ہیں:

ان آیات میں اداء زکوٰۃ و صدقات اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن حکیم میں ایک بہت بڑا ذخیرہ ان ہی احکام کی ترغیب و ترتیب، ان سے متعلق احکام اور تفصیلات پر مبنی ہے اور ان سب کی روح یہ کہ دولت و ثروت جمع و ذخیرہ کے لیے نہیں ہے بلکہ صرف و خرچ کے لیے ہے اور اس کا مصرف ذاتی و انفرادی تعیش کی بجائے انفرادی و اجتماعی ضروریات کی کفالت ہے اسی لیے ان آیات کی تفسیر میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ اور دوسرے مالی فرائض ادا نہ کئے گئے ہوں تو وہ مال احتکار و اکتناز کی فہرست میں شامل اور کنز سے متعلق وعید کا مصداق ہے اور اسی قسم کی دولت و ثروت کا نام ''سرمایہ داری'' ہے اور یہ حرام و باطل ہے اور تباہ کر دینے کے قابل۔ اور اپنی ضروریات اور اہل و عیال کی حاجات اصلیہ اور مالی فرائض و واجبات کی اداء کے بعد بھی دولت باقی بچے تو اس کا پس انداز کرنا گو کہ جائز مگر خلاف اولیٰ (اور ناپسندیدہ) ہے کیونکہ اب اس مال پر اجتماعی حقوق عائد ہو چکے ہیں اور اب اس کو اجتماعی حاجات میں صرف و خرچ ہونا چاہیے۔[111]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاہم لازم رہے کہ دوسرے پیرے میں جس پس انداز کرنے کو خلاف اولیٰ مگر جائز کہا گیا ہے وہ بھی اجتماعی فارغ البالی کے دور کی بات ہے ورنہ اس سے پہلے حافظ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے جو تفصیلات گذریں ان کے مطابق عمل ہوگا اور محروم و مساکین کی حاجت براری کے لیے اہل ثروت سے لازمی طور پر لے کر ان کی ضروریات پوری کی جائیں گی۔

سورۂ ذاریات اور سورۂ معارج کی ان آیات کو بھی سامنے رکھیں جن میں ارشاد ہے۔

☆ ___ اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والے محتاج کا حق ہوتا ہے۔ (الذاریات:۱۹)

☆ ___ صبح قیامت کے حوالہ سے مجرموں کا ذکر ہے کہ وہ خواہش کریں گے کہ اپنا سب کچھ فدیہ میں دے کر جان چھڑا لیں۔ لیکن ظاہر ہے ایسا نہ ہوگا۔ جرم کیا ہو گا۔ یہ کہ

اُس نے (دنیا میں) پیٹھ پھیری اور منہ موڑا اور مال جمع کیا اور گن گن کر رکھا (معارج:۱۸/۱۷)

اس کے بعد یہ ارشاد ہوا کہ انسان بڑا کم ہمت ہے تکلیف پہنچتی ہے تو چلاتا ہے مال ملتا ہے تو بخل پر اتر آتا ہے۔

بعد ازاں اُن اچھے، بھلے اور شریف لوگوں کا ذکر ہے جن کو عزت و شرافت کا مقام نصیب ہوگا۔ ان کی خوبیوں میں ایک خوبی ہے۔

اور وہ جن کے مالوں میں حصہ معیّن ہے سائل اور غیر سائل (سفید پوش)[۱۱۲] کیلئے۔

یہ بالکل طے شدہ حقیقت ہے کہ ذاریات کی آیت ۱۹ اور معارج کی ان آیات (۲۴، ۲۵) کا زکوٰۃ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ زکوٰۃ سے الگ انفاق و خرچ کا معاملہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توفیق بخشتا ہے۔ یہ ادا اللہ تعالیٰ کو بڑی پسند ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

اور وہ (نیکوکار) اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور ان کا کہنا ہوتا ہے کہ) ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں تو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے نہ ہمیں تم سے بدلہ لینا مقصود ہے اور نہ شکر گزاری۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ ___ (اور حقیقی نیکی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی رضا کے لیے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور گردنوں کے چھڑانے میں (اس میں ابتدائی دور کی غلامی سے آزادی اور قرض سے چھٹکارا ہر دو شامل ہیں اور ظاہر ہے کہ قرض کسی وقت بھی ممکن ہے) مال دیتے اور خرچ کرتے ہیں۔

☆ ___ (وہ لوگ قابل مثال وتقلید ہیں) جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لیے ان کے رب کے یہاں اجر وثواب ہے اور ان پر نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ کسی طرح غمگین ہوں گے۔

☆ ___ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اپنے دلوں کو مضبوط کر کے (کہ دل میں ملال مطلق نہ ہو) خرچ کرتے ہیں، ایسی ہے جس طرح بلند زمین پر باغ ہو اسپر زور کا مینہ برسا تو وہ باغ اپنا پھل دوگنا لایا، اور اگر اس پر مینہ نہ برسا تو شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھنے والا ہے۔[113]

گویا اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لیے مال خرچ کرنا اور "الاقرب فالا قرب" کا لحاظ کر کے رشتہ داروں پڑوسیوں، ملنے والوں اور اسی طرح درجہ بدرجہ خرچ کرتے چلے جانا حقیقی عظمت کی دلیل اور انسانی معراج ہے اور اسی سے بندے کو قرب الٰہی میسر آتا ہے۔

سورۂ آل عمران میں فرمایا:

تم لوگ ہرگز نیکی میں کمال حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک اپنی محبوب ترین اور پیاری سے پیاری چیز سے کچھ خرچ نہ کرو اور جو چیز تم خرچ کرو گے بے شک اللہ تعالیٰ (اسے) جاننے والا ہے۔[114]

یعنی اس طریقہ پر مال صرف کرنا نتیجہ خیز ہے کیونکہ اس صورت میں تزکیہ نفس ہو گا۔ اور یہی عنداللہ قدر و قیمت رکھتا ہے۔[115]

مولانا ابوالکلام فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال و دولت بدعملیوں کے فدیے میں مقبول نہیں (جیسا کہ اہل کتاب کی عادت تھی اور ہے) مال و دولت کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بہت بڑی نیکی ہے تم نیکی کی راہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک اپنی محبوب چیزیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینے کے لیے تیار نہ ہو جاؤ۔[116]

مولانا اصلاحی فرماتے ہیں:

محبت اور وفاداری کی جانچ کے لیے یہ کسوٹی ایسی کسوٹی ہے جو فی الحقیقت بنی اسرائیل (اور نام نہاد مسلمانوں) کا سارا بھرم کھول دینے کے لیے کافی تھی (اور ہے) کہ دینداری کی بے خرچ ظاہرداریاں تو وہ کسی نہ کسی حد تک نباہنے کی کوشش کرتے تھے لیکن جہاں معاملہ خرچ کرنے کا پیش آ جائے اور وہ بھی محبوب مال کے خرچ کا تو پھر ان کا سارا دعوائے عشق و محبت آشکارا ہو جاتا حالانکہ جن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی اور جن کی وراثت کے وہ تنہا دعویدار اور اجارہ دار بنے بیٹھے تھے اُن کے متعلق جانتے تھے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی وفاداری کا جو مقام حاصل ہوا محض زبانی جمع خرچ سے حاصل نہیں ہوا بلکہ اپنے محبوب اکلوتے بیٹے کی قربانی سے حاصل ہوا۔[117]

اور قرآن عزیز تقویٰ اور قرب الٰہی کا بلند ترین اور اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لیے ''العفو'' راہِ حق میں خرچ کرنے کی تعلیم دیتا ہے جس کا معنی مولانا احمد علی لاہوری نے ''جو زائد ہو'' کیا یعنی ضروریات اصلیہ سے جو زائد ہے وہ خرچ کر دو اور ضروریات کو پھیلاؤ نہیں احتیاط سے خرچ کرو۔[118]

مولانا ابوالکلام فرماتے ہیں:

سوال یہ تھا کہ مصارف جنگ اور اسی طرح کی دوسری قومی ضرورتوں کے لیے کس قدر انفاق کیا جائے؟ فرمایا: کوئی خاص قید نہیں، ضروریات معیشت سے جو کچھ فاضل ہو کر بچ رہے اسے راہ مقصد میں لگا دو۔[119]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول ''العفو'' کا معنی ہے "ما یفضل عن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اهلك"

اور یہی نقطہ نظر حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت مجاہد، حضرت عطاء حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور متعدد جلیل المرتبت صحابہ وتابعین کا ہے۔[۱۱۷]

معنی یہ ہے کہ جو تمہارے حوائج اصلیہ سے بچے اسے خرچ کردو، اور اپنے آپ کو ایسی مشقت میں مبتلا نہ کرو کہ کنگال ہو کر رہ جاؤ (خواص ایسا کر لیں تو حرج نہیں جیسا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا، ہر شخص کا یہ معاملہ نہیں) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور متعدد صحابہ وتابعین کا یہی نقطۂ نظر ہے۔

کلبی نے کہا کہ اس آیت کے نزول کے بعد ایسے لوگ تھے جنہوں نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے سال بھر کا واجبی خرچہ رکھ کر باقی سب راہ حق میں صدقہ کر دیا۔ (یہ حقیقی انسانیت اور دینداری ہے) بعض حضرات نے پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد "وفی المال حق سوی الزکاۃ" کا بھی ذکر کیا کہ محض زکوٰۃ سے بات نہ بنے گی بلکہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حق ہے اور حق لازم وضروری کے معنی میں مستعمل ہے۔[۱۲۱]

گویا ولی اللہی کے ایک صاحب نظر عالم کے بقول:

''العفو'' کا نظریہ، معیشت اسلامی کا اخلاقی نظریہ ہے، فقہی نظریہ دوسرا ہے پیغمبر اسلام ومسلمین اور امام خاتم ومعصوم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور جلیل القدر تابعین وصوفیاء علیہم الرحمۃ اسی اخلاقی نظریہ پر عامل تھے۔ ظاہر ہے کہ عوام کے لیے یہ بات ممکن نہیں لیکن خواص امت، امراء اور اہل علم کے لیے ''العفو'' والا نظریہ ہی ضروری ہے تاکہ معیشت میں اعتدال رہے۔[۱۲۲]

حکومت۔ جو اپنے آپ کو جملہ معاملات کا ذمہ دار قرار دیتی اور عوام کی ضروریات کی کفیل ہے۔ اس کے ارکان خواص ہی نہیں اخص الخواص کہلاتے ہیں۔ ان کے اعمال کا پورے معاشرہ پر اثر پڑتا ہے۔ ذرا ایک نظر دیکھیں کہ حکومتوں کے ذمہ داروں کا کیا حال تھا۔ کیا وہ حکومتی خزانہ کو ذاتی جاگیر سمجھتے تھے اور جملہ وسائل پر ان کی اجارہ داری ہوتی تھی اور وہ اپنے حوالی موالی کا ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لحاظ کرتے یا ساری قوم کا؟

☆ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت پیشہ تھے لیکن حکومتی ذمہ داریوں کے سبب مشورہ کے تحت ان کے لیے اتنا وظیفہ مقرر ہوا جسے "قوت لا یموت" کہنا چاہیے۔[۱۲۳]

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کا اتنا وظیفہ مقرر کیا جتنا اس شہر (جہاں وہ مقیم ہیں) کے حالات کے پیش نظر ضروریات کے لیے کافی ہے۔[۱۲۴]

حضرت عمر نے ہی خلافت کے بعد مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا کہ خلیفہ کے لیے بیت المال سے کس قدر حلال ہے؟

سب نے کہا کہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی "قوت لا یموت" کی حد تک۔ گویا تمام مسلمانوں کے برابر اس کا حصہ ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا، میرا اتنا ہی حق ہے جتنا یتیم کے والی کا یتیم کے مال میں۔[۱۲۵]

☆ حضرت عمر کو ایک عام انسان کی خوش حالی کا جتنا خیال تھا اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے فرمایا بخدا۔ میں زندہ رہا تو اہل عراق کی بیوہ عورتوں کا ایسا نظم کر جاؤں گا کہ میرے بعد وہ کسی امیر کے پاس حاجت مند بن کر نہ جائیں۔[۱۲۶]

☆ حضرت عمرؓ کا ایک گرامی نامہ اپنے گورنروں کے نام ہے۔

تمام لوگوں کو اپنے نزدیک برابر سمجھو ان میں قریب اور بعید انصاف اور حق کے معاملہ میں سب یکساں ہیں۔ رشوت لینے اور اپنی خواہش کے تابع احکام دینے سے بچو اور اگر غصہ میں کسی سے جائز مؤاخذہ کرو تو حق پر قائم رہو اور دن کی ایک ساعت بھی حق کے خلاف نہ ہونے پائے۔[۱۲۷]

☆ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے گورنروں کو لکھا:

بعد از حمد وصلوۃ: بے شک اللہ تعالیٰ نے امیر اور امام کو حکم دیا ہے کہ وہ قوم کے نگہبان اور چرواہے ہوں، انہیں اس لیے امیر نہیں بنایا کہ وہ لوگوں کو ٹیکسز کے

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بوجھ سے دبا دیں۔ [۱۲۸]

یہ حضرات ایسے تھے کہ لوگوں کا اپنے آپ کو خادم سمجھتے ان کے فرائض بے پناہ تھے لیکن حقوق عام انسان جیسے۔ وہ عدالتی حاضری سے مستثنیٰ نہ تھے ان میں سے ایک ایک کی درجنوں ملیں یا اونٹ بھیڑوں کے لمبے چوڑے ریوڑ نہ تھے ان کے احساس کا یہ عالم تھا کہ:

حضرت عمرؓ زمین سے مٹی اٹھا کر فرماتے: کاش میں مٹی ہوتا بلکہ کچھ نہ ہوتا اور میری ماں مجھے نہ جنتی۔ [۱۲۹]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا:

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر والی وہ ہے جس کی رعایا خوشحال اور امن کے ساتھ ہو اور سب سے بدبخت والی وہ ہے جس کی رعایا بدحال اور پریشان حال ہو تجھ کو کجی سے بچنا چاہیے تاکہ تیرے ماتحت افسر بھی ظلم و کجی نہ کر سکیں۔ [۱۳۰]

حکمران ان تمام باتوں کا اس لیے لحاظ فرماتے کہ انہیں معلوم تھا کہ پیغمبر انسانیت نے ساری مخلوق کو اولادِ آدم قرار دیا ہے اور آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے تھے، اس لیے سب کے حقوق برابر ہیں۔ اسی طرح انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ آپ نے فرمایا ہے:

تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے حق میں مفید ہو۔

اور مولانا آزاد نے اسی لیے لکھا اور خوب کہ!

اسلام نے سوسائٹی کا جو نقشہ بنایا ہے اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں، بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے نہ مفلس و محتاج طبقے۔ ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی۔ [۱۳۱]

اس مقصد کے لیے حکومتی نظام و سسٹم ٹھیک ہونا از بس لازم ہے۔ کہ اسی پر سارا انحصار ہے جب حکومت کے ذمہ دار راشی، بددیانت، سیم و زر کے بندے، اقربا پرور اور حکومتی حاضریوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مستثنیٰ ہوں گے، جب ان میں سے ایک ایک رہائش کے لیے ایکڑوں میں پھیلی کوٹھیاں ہوں ایک ایک کے لیے کئی گاڑیوں کا بیڑا ہوگا، ضیافت ومہمان نوازی کے لیے لمبے چوڑے فنڈ ہوں گے اور بغیر کسی حساب وآڈٹ کے ہنگامی ضروریات کے لیے بے پناہ فنڈز ایک ایک گورنر اور وزیراعلیٰ کی ڈسپوزل پر ہوں گے تو معاشرہ میں بربادی نہ ہوگی تو کیا ہوگا؟

حضرت ابوبکر وعمر جیسے حکمرانوں کے وظائف کا قصہ سامنے آ گیا۔ باقی طبقات میں جن لوگوں کو وظائف ملتے ان میں باقاعدہ اور بے قاعدہ فوج کے لیے (اپنی مصروفیات میں مصروف لوگ لیکن وقت پر جہاد کے لیے حاضر) ایسا سسٹم تھا کہ ان کی مکمل فہرست تھی اور ان کے لیے اور ان کے اہل وعیال کے لیے حتیٰ کہ دودھ پیتے بچے کے لیے مناسب وظائف تھے۔[۱۳۲]

پھر اس ضمن میں جو ڈیشنل اور ایگزیکٹو کا عملہ تھا، جس نہج پر آج ان عمالوں کی تربیت اور ان کے مشاہرات ہیں۔ اس سے یہ سلسلہ ایک تجارتی لائن اختیار کر چکا ہے۔ صدر اسلام میں ان کے وظائف ایسے تھے کہ ان میں اس بات کا لحاظ ہوتا کہ ان کی ضروریات کی صحیح کفالت ہو سکے اور دوسرے یہ کہ ان میں یکسانیت ہو (بالعموم) اس سلسلہ میں ہماری کلاسیکل کتابوں میں بڑی تفصیل موجود ہے۔ مثلاً امام ابوعبید فرماتے ہیں۔

> عمال۔ حکام اور مسلمانوں کے والیوں کو بیت المال سے وظیفہ ان کی سعی اور کام کی محنت کے پیش نظر ملنا چاہیے۔[۱۳۳]

تیسرا وہ طبقہ تھا جو تعلیم وتبلیغ دین کے کاموں میں منہمک تھا ان میں مؤذن، ائمہ صلاۃ، خطباء، مدرسین ومبلغین سبھی شامل تھے۔ مساجد کی بناوتعمیر ومرمت اور ان کی ضروریات کی کفالت اور عملہ کی تربیت ونگرانی سارے ہی کام حکومت کا فرض تھا۔[۱۳۴] ہمارا محکمہ اوقاف آمدن والی مسجد لیتا ہے باقی کو نظر انداز کرتا ہے عملہ کے معاملہ میں بے پناہ کرپشن ہے اور مزارات کو پہلے سے زیادہ بدعات اور فسق وفجور کے اڈوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ یہ کام کوئی اسلامی چھوڑ محض عادلانہ حکومت بھی نہیں کر سکتی۔

چوتھا طبقہ ان محروم المعیشت لوگوں کا تھا جو عذر ومعذوری (کسی قسم) کے سبب کما نہ سکتے تھے۔ مزمن امراض میں مبتلا ضعف پیری کا شکار، تلف اعضا، یتیمی و بیوگی، سب اس کے حصے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ان کی کفالت سب سے زیادہ اہم ہے لیکن ہمارے محکمہ زکوٰۃ کی طرح نہیں جو ۲۰، ۴۰ روپے ماہوار دے کر غربت کا منہ چڑاتا ہے اور سارے سرمایہ کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے بلکہ ٹھیک ٹھیک اندازے سے ان کی کفالت لازم ہے۔ بنیادی اصول یہ ہے:

کہ ایک علاقہ کے امراء سے جو لیا جائے اسی علاقے کے فقراء پر خرچ کیا جائے (بچ جائے یا دوسری جگہ زیادہ سنگین حالات ہوں تو الگ بات ہے)

مسلم کی روایت کے مطابق قبیلہ مضر کے پریشان حال لوگوں کے قافلہ کے آنے پر حضور اقدسؐ نے مسجد میں اجتماع کر کے ان کی حالتِ زار بیان کر کے لوگوں کو اجتماعی چندہ کی ترغیب دی جس سے نقد و جنس کی شکل میں بہت سا چندہ آیا اور یوں فوراً ان کی مؤثر کفالت کا انتظام ہو گیا۔[۱۳۵]

حتیٰ کہ معاملہ میں مزاج شناس نبوت، امام الاصدقاً والاتقیاً سیدنا ومخدومنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسوہ اور طریقہ روح انسانیت کا پوری طرح غماز ومظہر ہے۔ آپ نے وضائف مقرر کئے تو بعض حضرات نے "السابقون الاولون"[۱۳۶] اور مہاجرین اسلام کی فضیلت و برتری کی طرف توجہ دلا کر چاہا کہ ان کے وظائف امتیازی ہوں لیکن حضرت صدیقؓ نے ارشاد فرمایا:

تم نے اہل سبقت وفضیلت کی سبقت اسلام وفضیلت کا جو ذکر کیا تو اسے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں (ایک حقیقت کا کون انکار کر سکتا ہے) مگر وہ ایسی چیز ہے جس کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے اور یہ معاش کا معاملہ ہے۔ سو اس میں ترجیح کے مقابلہ میں مساوات ہی بہتر ہے۔[۱۳۷]

میں اسی نکتہ کو حرف آخر بنا کر پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہمارے معاشرے میں آج کسی ایک فرد کی بھی سوچ ہے؟

میر و وزیر سے لے کر مولوی و پیر تک ہر شخص اسلام کی من مانی تعبیرات کرتا اور تاریخ اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کی فکر میں ہے۔ جس معاشرہ میں ایک محدود طبقہ وسائل رزق پر قابض ہو، حکومت، سیاست، صحافت اور عدالت پر اس کا تصرف ہو، اس کی رہائش کے لیے محل نما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوٹھیاں ہوں، اس کی سواری کے لیے نئے نئے ماڈل کی گاڑیاں ہوں، اس کے بچوں کے لیے اپچی سن ٹائپ کالج و اسکول ہوں وہ اپنی دولت سے سند، ڈگری اور سب کچھ خرید سکے۔ اسمبلی و سینٹ تک پہنچ سکے، روزانہ اخبار میں اپنی تصویر اور اپنی سرگرمیوں کی خبر چھپوا سکے اس معاشرہ کو اسلامی معاشرہ کہنا اسلام کی سب سے بڑی توہین ہے۔ اور اس سے بڑھ کر جھوٹ اور منافقت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ فلاحی معاشرہ تب ہی قائم ہوگا جب توحید ربانی کی طرح ''وحدت انسانی'' کا تصور حقیقت کا روپ دھار لے گا۔ جب ہر شخص عدالت سے رجوع کر کے بڑے سے بڑے سے اپنا حق لے سکے گا اور کوئی فرد بشر عدالت کی حاضری سے مستثنیٰ نہ ہوگا، جب سہگل، اتفاق کالونی کے مالکان اور سندھ و پنجاب اور سرحد و بلوچستان کے وڈیرے، جاگیردار، خوانین اور سردار ہی نہیں، ایک عام شہری بھی الیکشن میں حصہ لینے کا حوصلہ اپنے اندر پائے گا۔ جب ہر شخص کو مناسب لباس، مناسب مکان، تعلیمی وسائل حاصل ہوں گے، اپنی بچی کو گھر سے رخصت کرنے میں کسی کو کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ استاذ کو اس کا حق ملے گا اور وہ صحیح معنوں میں استاذ ہوگا۔ دیہات کا ہاری محنت کا صحیح معاوضہ حاصل کر سکے گا اور کارخانے کا مزدور ٹی۔ بی کا شکار ہو کر اپنے بچوں کو داغ یتیمی اور بیوی کو بیوگی کا داغ دے کر رخصت نہ ہو جائے گا اس وقت تک معاشرہ نہ اسلامی ہے نہ فلاحی نہ انسانی۔

دراصل ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم علامہ اقبال کے بقول ''مظلوم اسلام'' کا اپنی ضروریات کے لیے استحصال تو کرتے ہیں۔ مثلاً الیکشن آ گیا تو اسلام کی دھائی وغیرہ ذالک۔ لیکن اسلام کے ابدی اور سرمدی اصولوں پر عمل نہیں کرتے۔ پارٹی بازی، تفرقہ بازی، فرقہ واریت ہماری گھٹی میں پڑ چکی ہے، انسان انسانوں کی شکل میں بھیڑیئے بن چکے ہیں، معاشرہ میں غریب کی آبرو لٹ جائے تو تھانہ میں اسی کا مذاق اڑا کر اسی کو لاک اپ میں بند کر دیا جاتا ہے۔ جیلوں کا عجیب احمقانہ نظام ہمارے سر پر مسلط ہے جس کے سبب ''ملزم'' عادی مجرم بن جاتا ہے، ہماری تعلیمی درسگاہیں کلاشنکوف کلچر اور ہیروئن فروشی کے اڈے ہیں۔ جس ملک کے اعلیٰ عہدیدار ہیروئن کے عالمی اسمگلر اور ''کنگ'' ہوں بھلا بتائیں اس ملک کے عام شہریوں کا کیا حال ہوگا؟

اس لیے ہم نے بڑے درد دل کے ساتھ اس موضوع پر قلم اٹھایا اور سب سے زیادہ انحصار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب کی مرتبہ اللہ تعالیٰ کے آخری کلام۔قرآن مجید وفرقان حمید پر رکھی کہ جس ذات اقدس پر یہ قرآن اترا، اس کا ارشاد ہے کہ لوگوں کے عروج وزوال کو قرآن سے وابستہ کر دیا گیا ہے۔

اصول سیدھے سادے ہیں۔ بنیادیں صاف ہیں، ضرورت صرف اور صرف عمل کی ہے جس سے مسلمانوں کی اکثریت محروم ہے اور جو جتنا بڑا ہے وہ اتنا ہی محروم ہے۔غنی کاشمیری کا شعر ہے

گر بہ میر وسگ وزیر وموش رادیواں کنند
ایں چنیں ارباب دولت ملک رادیواں کنند

اگر ہم حضرات خلفاء راشدین سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر، سیّدنا عثمان، سیّدنا علی، سیّدنا حسن اور سیّدنا معاویہ سلام اللہ تعالیٰ علیہم ورضوانہ کے دور کو واپس نہیں لا سکتے (جبکہ ہے یہ غلط واپسی ممکن ہے اور ضرور۔ کیونکہ اسلام قیامت تک کے لیے ہے) تو کیا اورنگ زیب عالمگیر اور ٹیپو سلطان کا دور بھی واپس نہیں آ سکتا؟

ہمیں یہ محسوس کرنا چاہیے کہ ظلم وزیادتی کی بنیاد پر کوئی معاشرہ زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ پاکستان ہماری ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کی نہیں۔ وہ اپنے کلمہ کی بلندی کا کام کسی سے لے سکتا ہے، لیکن تاریخ میں بارہا کعبہ کو صنم خانے سے پاسبان ملے ہیں۔ اب بھی ایسا ہو سکتا ہے، لیکن اس ملک کی بقا کا انحصار ہمارے اجتماعی رویوں پر ہے اور بہتری اسی شکل میں ممکن ہے کہ:

در جہاں محتاجِ کس باشد نہ کس
نکتہ شرع مبیں، این است وبس

کی نصیحت پر ہم عمل کر لیں

؎ ایں دعاء زمن واز جملہ جہاں آمین باد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

۱۔ البقرہ: آیت:۱۳۱۔۱۳۲ ترجمہ مولانا احمد علی لاہوری ص ۳۰ مطبوعہ لاہور ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

۲۔ المائدہ: آیت:۳ ترجمہ مولانا احمد علی لاہوری ص ۱۷۰

۳۔ البقرہ: آیت:۱۲۸ ترجمہ ۔ایضاً۔

۴۔ الحج: آیت:۷۷۔۷۸ ترجمہ ۔ایضاً۔

۵۔ آل عمران: آیت:۱۹

۶۔ النحل: آیت:۴۴ ترجمہ مولانا لاہوری

۷۔ روایت مولانا عبیداللہ انور مرحوم خادم خاص مولانا سندھی۔ جو احقر نے ذاتی طور پر سنی۔

۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۲۸۸۔۲۸۹ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء

۹۔ الروم: آیت:۲۳

۱۰۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۲۸۹۔۲۹۰

۱۱۔ الحجرات: آیت:۱۳

۱۲۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۲۹۰

۱۳۔ الانفال: آیت:۳۰

۱۴۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۹۳

۱۵۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۲۹۲

۱۶۔ یوسف: آیت:۹۲

۱۷۔ البقرہ: آیت:۲۰۱۔۲۰۲

۱۸۔ المؤمنون: آیت:۱۰۱۔۱۰۳

۱۹۔ الرعد: آیت:۷

۲۰۔ النساء: آیت:۱۵۰۔۱۵۲

۲۱۔ آل عمران: آیت:۶۴

۲۲۔ المائدہ: آیت:۴۸

۲۳۔ البقرہ: آیت ۶۲ المائدہ: آیت:۶۹

۲۴۔ الحشر: آیت:۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵ البقرہ: آیت: ۲۷۸_۲۷۹

۲۶ یہ درحقیقت حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا وہ خطبہ ہے جو آپؐ نے اپنے پہلے اور آخری حج کے موقع پر ارشاد فرمایا: یہ خطبہ "اُوتِیتُ جوامع الکلم" کا شاہکار ہے کہ چند سطروں میں عقائد سے لے کر اخلاق تک کی تعلیم آپؐ نے ارشاد فرما دی اس کے عربی متن کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

جاحظ: البیان والتبیین ج ۲ ص ۲۴_۲۵

تاریخ الیعقوبی ج ۲ ص ۱۳۲_۱۳۳

تاریخ طبری حصہ سیرت ص ۵۳_۵۵

اردو نقل واخذ از سیرت رسول اکرم ﷺ ص ۳۰۲_۳۰۵

یوں اس کے متفرق ٹکڑے حدیث کی ہر کتاب میں موجود ہیں اور حضرت الامام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول اس کی تحریری نقل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود حضرت ابوشاہ کو مرحمت فرمائی۔

۲۷ القصص: آیات: ۷۶ تا ۸۳

۲۸ یاد رہے کہ اہل علم بھی دو طرح کے ہیں ایک وہ جنہیں علم نافع کی دولت سے نوازا گیا ہو دوسرے وہ جو ایسے علم کے علمبردار ہوں جو نافع نہ ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چار چیزوں سے پناہ مانگی ان میں پہلی چیز یہی ہے۔

''وہ علم جو نفع نہ دے''

مشکوٰۃ ج ۲ ص ۷۶۰ مطبوعہ بیروت ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء

اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہر نماز کے آخر میں جن چیزوں کی دُعائیں مانگتے ان میں یہ بھی ہوتا۔

''کہ میں علم نافع کا سوال کرتا ہوں''

مشکوٰۃ ج ۲ ص ۷۷۰

''علم نافع'' کی دولت جنہیں میسر آجاتی ہے انہی کے لیے قرآن عزیز میں تعریفی تذکرہ ہے۔

المجادلہ: آیت: ۱۱

الزمر: آیت: ۹

الفاطر: آیت: ۲۸

قارون کی مغرورانہ روش پر ایسے ہی اہل علم نے منہ موڑ کر کم عقلوں کو سمجھانے کی کوشش کی ورنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برعکس نہند نام زنگی کافور

کے مصداق ''اہل علم'' ہر دور میں موجود رہے ہیں جنہوں نے سرمایہ پرستوں کا دعا گو ہو کر ان کے ظالمانہ رویوں کو تحسین کی اور یوں مجرمانہ حماقتوں کا مظاہرہ۔ اور آج بھی ایسے احمقوں کی کمی نہیں۔

۲۹ تفسیر عثمانی۔ تلخیص ص ۵۱۰ تا ۵۱۲ مطبوعہ کراچی ۱۹۷۸ء

۳۰ گنتی باب ۱۶: ۱-۳ بحوالہ ''تدبر قرآن'' از مولانا امین احسن اصلاحی ج ۴ ص ۸۳۹ مطبوعہ لاہور ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

۳۱ تدبر قرآن ج ۴ ص ۸۳۹

۳۲ تدبر قرآن ج ۴ ص ۸۴۰

۳۳ تدبر قرآن ج ۴ ص ۸۴۴

۳۴ گنتی باب ۱۶: ۲۸-۳۴۔ بحوالہ ''تدبر قرآن'' ج ۴ ص ۸۴۴

۳۵ ''تدبر قرآن'' ج ۴ ص ۸۴۵-۸۴۶

۳۶ الانعام: آیت: ۵۹

۳۷ کشف الاسرار وعدۃ الابرار ج ۷ ص ۳۴۴-۳۴۴ مطبوعہ تہران ۱۴۰۱ھ

۳۸ ایضاً: ص ۳۴۵

۳۹ ابن کثیر ج ۳ ص ۳۹۹ مطبوعہ سہیل اکادمی لاہور ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

۴۰ تفسیر کبیر ج ۲۵ ص ۱۴ مطبوعہ ایران

۴۱ کشاف ج ۳ ص ۱۹۰-۱۹۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۴۲ قرطبی ج ۱۳ ص ۳۱۱

۴۳ قرطبی ج ۱۳ ص ۳۱۵

۴۴ ہود: آیت: ۱۰۲

۴۵ مشکوۃ ج ۳ ص ۱۴۱۷

۴۶ التوبہ: آیات: ۳۴-۳۵

۴۷ المائدہ: ۶۲-۶۳

۴۸ آل عمران: ۷۵

۴۹ التوبہ: آیت: ۶۷

۵۰ اٰیۃ المنافق ثلاث ۔ واذا اؤتمن خان : مشکوۃ ج ۱ ص ۲۳

۵۱ تدبر قرآن ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۶ (تلخیص)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۲ تدبر قرآن ج ۳ ص ۱۵۶۔۱۵۷ (تلخیص)

۵۳ تدبر قرآن ج ۳ ص ۱۵۷

۵۴ النساء: آیت: ۱

۵۵ الحجرات: آیت: ۱۰

۵۶ کشف الاسرار وعدۃ الابرار ج ۴ ص ۱۲۶

وھکذا فی ابن کثیر ج ۲ ص ۳۵۱

۵۷ تفسیر کبیر ج ۱۵ ص ۴۴

۵۸ القرطبی ج ۸ ص ۱۲۵

اور ایک قول یہ بھی نقل کیا گیا کہ کنز وہ ہے جو انسان کی جائز ضروریات سے زائد ہو۔

۵۹ قرطبی ج ۸ ص ۱۲۷

۶۰ البقرہ: آیت: ۱۷۷

۶۱ احکام القرآن ج ۳ ص ۱۰۴۔۱۰۵ مطبوعہ سہیل اکادمی لاہور

۶۲ المنار ج ۱۰ ص ۴۰۲۔۴۰۳۔ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۶۳ ترجمان القرآن ج ۳ ص ۴۰۲۔۴۰۹ (تلخیص)

۶۴ البقرہ: ۴۱

۶۵ البقرہ: ۲۶۸

۶۶ البقرہ: ۲۷۵۔۲۷۶، ۲۷۸۔۲۷۹

۶۷ آل عمران: ۱۳۰۔۱۳۱

۶۸ آل عمران: ۱۸۰

۶۹ النساء: ۱۰

۷۰ النساء: ۲۹۔ البقرہ آیت ۱۸۸ میں ہے۔

اور ایک دوسرے کے مال آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور انہیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ (رشوت) تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔

۷۱ النساء: ۳۶۔۳۷

۷۲ المائدہ: ۶۲۔۶۳

۷۳ الانعام: ۱۴۱

۷۴ التوبہ: ۲۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۵ التوبہ:۷۵۔۷۶

۷۶ التوبہ:۹۸

۷۷ یونس:۸۸

۷۸ بنی اسرائیل:۱۶

۷۹ بنی اسرائیل:۲۶۔۲۷

۸۰ المؤمنون:۶۴

۸۱ الشعراء:۱۲۸تا۱۳۰

۸۲ القصص:۵۸

۸۳ الروم:۳۹

۸۴ سورۂ قتال (محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آیت:۳۸

۸۵ الحدید:۱۰

۸۶ المنافقون:۹

۸۷ الحاقۃ:۲۵۔۳۷

۸۸ المدثر:۳۸۔۴۸

۸۹ المرسلات:۴۶۔۴۷

۹۰ الفجر:۱۷۔۲۰

۹۱ اللیل:۸۔۱۰

۹۲ العلق:۶۔۷

۹۳ التکاثر:۱۔۲

۹۴ سورۂ الھمزہ:۱تا۹

۹۵ سورۂ الماعون:۱تا۳

۹۶ سورۂ اللھب:۱تا۵

۹۷ البقرہ:۲۸

۹۸ البقرہ:۳

۹۹ ہود:۶۔الذاریات:۲۲۔الانعام:۱۵۱۔النمل:۶۴۔الحجر:۲۰۔البقرہ:۲۹

۱۰۰ حم السجدہ:۱۰۔النحل:۱۷

۱۰۱ ایضاح الادلہ للشیخ محمود حسن دیوبندی معروف بہ شیخ الہند ص ۲۶۸ مطبوعہ دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۰۲۔ محلی لابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ۔ ج ۶ ص ۱۵۸

۱۰۳۔ المحلی لابن حزم ج ۶ ص ۱۵۶ مسئلہ ۷۲۵

۱۰۴۔ المحلی ج ۶ ص ۱۵۸

۱۰۵۔ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۴۶ (حاشیہ) مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء

۱۰۶۔ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۵۱

۱۰۷۔ الجمعہ: ۹۔۱۰

۱۰۸۔ سورۂ حشر: ۷

۱۰۹۔ الانبیاء: ۷۳

۱۱۰۔ المنافقون: ۹۔ البقرہ: ۱۹۵

۱۱۱۔ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۵۳۔۵۴

۱۱۲۔ المعارج: ۲۴۔۲۵

۱۱۳۔ الدھر: ۸۔۹، البقرہ: ۱۷۷، البقرہ: ۲۶۲، البقرہ: ۲۶۵

۱۱۴۔ آل عمران: ۹۲

۱۱۵۔ حاشیہ مولانا احمد علی لاہوری ص ۹۷

۱۱۶۔ ترجمان القرآن ج ۲ ص ۳۳۳ مطبوعہ دہلی

۱۱۷۔ تدبر قرآن ج ۱ ص ۴۴۷۔۴۴۵

۱۱۸۔ البقرہ: ۲۱۹ حواشی مولانا لاہوری ص ۵۳

۱۱۹۔ ترجمان القرآن ج ۲ ص ۱۷۷

۱۲۰۔ ابن کثیر ج ۱ ص ۲۵۶

۱۲۱۔ قرطبی ج ۳ ص ۶۱۔۶۲

۱۲۲۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی مہتمم جامعہ رحیمیہ دہلی کی تحریر جو احقر کے پاس ہے۔

۱۲۳۔ کتاب الاموال لابی عبید ص ۲۶۶

۱۲۴۔ الاسلام والحضارۃ العربیہ ج ۲ ص ۱۳۱

۱۲۵۔ ایضاً ص ۱۲۸

۱۲۶۔ کتاب الخراج لابی یوسفؒ ص ۲۷

۱۲۷۔ اشہر مشاہیر الاسلام ج ۲ ص ۲۹۸

۱۲۸۔ ایضاً ج ۴ ص ۷۵۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۲۹ ایضاً ج ۲ ص ۴۵۱

۱۳۰ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۰۴

۱۳۱ ترجمان القرآن ج ۲

۱۳۲ کتاب الاموال لابی عبیدؒ ص ۲۳۷

۱۳۳ کتاب الاموال ص ۶۰۶

اس کے علاوہ ص ۲۳۷، ص ۶۰۶۔ کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۸۶۔۱۸۷

اور حجۃ اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہؒ کے متعلقہ ابواب بھی ملاحظہ فرمالیں۔

۱۳۴ تفصیلاً: کتاب الاموال ص ۱۶۵۔۱۶۸

۱۳۵ مسلم کتاب الزکوٰۃ۔ مزید تفصیلات کتاب الاموال ص ۲۴۶۔۲۴۷۔۲۴۸

اور ص ۲۳۳۔۲۳۴ پر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳۶ تفصیل کے لیے: طبری ج ۴ ص ۲۵۴۔۲۵۶۔ شامی جلد ۴ ص ۳۲۵۔ کتاب الام للامام الشافعی ج ۳: ص ۱۷۷۔ فتوح البلدان ص ۲۹۹۔ کتاب الخراج ص ۱۲۶۔۱۴۴۔۳۷

بدائع الصنائع ج ۴ ص ۳۸

۱۳۷ کتاب الخراج ص ۴۲ کتاب الاموال ص ۲۶۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اقتصادی مسئلہ کا حل

قرآن وسُنّت اور فِقہ اسلامی کی رُو سے

ماضی میں ''الحجر'' کے عنوان سے احقر نے ایک طویل مقالہ سپردِ قلم کیا تھا، گو کہ ''الحجر'' ایک خالص فقہی اصطلاح ہے لیکن دراصل اس کا بنیادی مقصد ایک انسان کو معاش کے مختلف پہلوؤں سے اس دائرہ میں رکھنا ہے جو دائرہ اللہ رب العزت نے اپنے آخری رسول علیہ الصلاۃ والتسلیم کی وساطت سے تجویز فرمایا خود رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے ''حجر'' کے متعلق جو ارشاد فرمایا اور اس ضمن میں ائمہ مجتہدین اور علماء اجتماع نے ابحاث سپردِ قلم کیں، ان پر عمل پیرا ہو کر امت افراط و تفریط سے محفوظ ہو سکتی ہے اور اس کا ہر فرد معاشی طور پر پرسکون زندگی گزار سکتا ہے۔

چنانچہ ''الحجر'' کے بعد یہ داعیہ پیدا ہوا کہ ''اسلام کے تصور ملکیت پر گفتگو کی جائے تاکہ مادر پدر آزادی کی آڑ میں وسائل رزق پر قبضہ داری رکھنے والے طبقہ کی اصلاح ہو سکے تو دوسری طرف ستم رسیدہ طبقہ کو احساس ہو سکے کہ اس کی محرومیوں کا سبب اسلام کا نظام عدل نہیں بلکہ وہ استحصالی طبقہ ہے جس نے وسائل رزق پر قبضہ جما رکھا ہے یا وہ مذہبی گروہ ہیں جو ایسے طبقات کی سرپرستی کرتے ہیں اس اہمیت کے اعتبار سے چونکہ یہ موضوع بہت نازک اور توجہ طلب ہے اس لیے اسے مؤخر کر کے آج کی صحبت میں ان اصولی ہدایات پر گفتگو کی جا رہی ہے جو خالص معاش واقتصاد کے حوالہ سے اسلام نے دیں اور جو محض تھیوری یا فلسفہ نہیں بلکہ اپنے سنہری دور میں عملی طور پر سامنے آ کر اپنی افادیت معاشرہ سے منوا چکی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مفکر کے بقول ''آج دو متوازی نظام ہائے تعلیم جو ہمارے سامنے ہیں وہ دونوں ہی ہماری اجتماعی ضروریات کے لیے ناکافی ہیں۔ ایک نے ہمیں محض بندۂ ہوس بنا دیا ہے تو دوسرے نے اس دنیا سے لاتعلق ہو کر راہبانہ زندگی کا ہمیں عادی بنا دیا ہے حالانکہ اسلام " اٰتنا فی الدین حسنة و فی الاخرة حسنة" کا علمبردار ہے۔

ہمارے یہاں ''فقہ'' کے مخصوص ابواب پڑھائے جاتے ہیں جن کے بعد چند مسائل پر سر پھٹول کے لیے ہم خوب تیار ہو جاتے ہیں اور بس۔ جبکہ اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو فقہی سرمایہ ہمارے لیے چھوڑا اس میں زندگی کے جملہ مسائل کے لیے وسیع رہنمائی موجود ہے۔

دکھ یہ ہے کہ آزادی کے بعد بھی تعلیمی طور پر ہمارا قبلہ درست نہ ہو سکا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کالجز اور جامعات سے لے کر قدیم طرز کے مدارس تک وہی صورت حال ہے جو ۱۹۴۷ء سے پہلے تھی۔

بہر طور ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس عظیم عالم کے ایک اقتباس سے گفتگو شروع کریں جس کا نام امام ولی اللہ دہلوی ہے بقول مولانا شبلی نعمانی مرحوم غزالی، ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں پیدا ہونے والی شخصیت، جو تنہا سب پر بازی لے گئی وہ شاہ ولی اللہ کی ہے اسلام کے فلسفہ پر شاہ صاحب کی عدیم النظیر کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے دونوں حصوں کے مختلف ابواب سے ملخص پیش کیا جا رہا ہے اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام ایک ''صالح معاشی نظام'' کا علمبردار ہے ایسا نظام جو اپنی علیحدہ کوئی زندگی نہیں رکھتا بلکہ زندگی کے دوسرے وسیلوں، مسائل اور نظام کی طرح قرآن عزیز کا ایک جزو ہی ہے ___ یہ جزو ایسا ہے کہ اسلام کے اخلاقی اور مذہبی سسٹم سے اس کا گہرا تعلق ہے اور ایک کے بغیر دوسرے کا تصور بھی ممکن نہیں۔

ساتھ ہی اس کا بھی اندازہ ہو سکے گا کہ جناب رسول محترم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو دنیا کے حالات بعینہٖ ایسے تھے جیسے آج ہیں، ظلم، استحصال، طبقاتی کشمکش اور بے راہ روی نے انسانیت کو اپنے خونی پنجوں میں جکڑا ہوا تھا اور سچے رب کی آقائی و معبودیت کی جگہ مختلف انواع جھوٹے آقا انسانیت کا ہر نوع استحصال کر رہے تھے تو غضب الٰہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بھڑک کر اس صورت حال کی اصلاح کا پروگرام بنایا اور ''ایک رسول اُمّی'' کو مبعوث فرما کر انسانیت کی فلاح کی تدبیر کی حتیٰ کہ لوگ دوسروں کی غلامی سے آزاد ہو کر سچے رب کی غلامی میں آ گئے اور سکھ چین کی زندگی بسر کرنے لگے ___ اقتباسات طویل ضرور ہیں لیکن بہت اہم ہیں اس لیے انہیں توجہ سے ملاحظہ فرمائیں تا کہ اندازہ ہو سکے کہ جاہلیت قدیمہ اور جاہلیت جدیدہ کس طرح یکساں ہیں اور یہ کہ اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی غرض سے اسی رسول اُمّی کی ہدایت کو حرز جاں بنانا پڑے گا۔

جب پارسیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور دنیوی تعیش کو انہوں نے اپنی زندگی بنالیا اور آخرت تک کو بھلا دیا اور شیطان نے ان پر غلبہ کرلیا تو اب ان کی تمام زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی کے اسباب میں منہمک ہو گئے اور ان میں ہر شخص سرمایہ داری اور تمول پر فخر کرنے اور اترانے لگا۔ یہ دیکھ کر دنیا کے مختلف گوشوں سے وہاں ایسے ماہرین جمع ہو گئے جو بیچا عیش پسندوں کو داد عیش دینے کے لیے عیش پسندی کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے اور سامان عیش مہیا کرنے کے لیے عجیب وغریب دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں میں مصروف نظر آنے لگے اور قوم کے اکابر اس جدوجہد میں مشغول نظر آنے لگے کہ اسباب تعیش میں کس طرح وہ دوسرے پر فائق ہو سکتے اور ایک دوسرے پر فخر ومباحات کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ان کے امراء اور سرمایہ داروں کے لیے یہ سخت عیب اور عار سمجھا جانے لگا کہ ان کی کمر کا پٹکہ یا سر کا تاج ایک لاکھ درہم سے کم قیمت کا ہو یا ان کے پاس عالی شان سربفلک محل نہ ہو جس میں پانی کے حوض، سرد و گرم حمام، بے نظیر پائیں باغ ہوں اور ضرورت سے زائد نمائش کے لیے بیش قیمت سواریاں چشم وخدم اور حسین وجمیل باندیاں موجود ہوں اور صبح وشام رقص وسرور کی محفلیں گرم ہوں اور جام وسبو سے شراب ارغوانی چھلک رہی ہوں فضول خرچی کے وہ سب سامان مہیا ہوں جو آج بھی تم عیش پسند بادشاہوں اور حکمران میں دیکھتے ہو اور جس کا ذکر قصۂ طولانی کے مترادف ہے۔

غرض یہ غلط اور گمراہ کن عیش ان کے ''معاشی نظام'' کا اصل الاصول بن گیا تھا اور کیفیت یہ ہو گئی تھی کہ یہ صرف نواب اور امراء کے طبقہ ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھا بلکہ پوری مملکت میں ایک عظیم الشان آفت اور وباء کی طرح سرایت کر گیا تھا اور عوام وخواص سب میں یہی جذبۂ فاسد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پایا جاتا اور ان کے ''معاشی نظام'' کی تباہی کا باعث بن رہا تھا۔

نتیجہ یہ تھا کہ مملکت کی اکثریت پر یہ حالت طاری تھی کہ دلوں کا امن وسکون مٹ گیا تھا۔ ناامیدی اور کاہلی بڑھتی جاتی تھی اور بہت بڑی اکثریت رنج وغم اور آلام ومصائب میں گھری نظر آتی تھی، اس لیے کہ ایسی مفرطانہ عیش پرستی کے لیے زیادہ سے زیادہ رقوم اور آمدنی درکار تھی اور وہ ہر شخص کو مہیا نہ تھی۔ البتہ اس کے لیے بادشاہ اور نو امراء اور حکام نے معاشی دستبرد شروع کر دی اور اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ کاشتکاروں، تاجروں، پیشہ وروں اور اسی طرح دوسرے کار پردازوں پر طرح طرح کے ٹیکس عائد کر کے ان کی کمر توڑ دی اور انکار کرنے پر ان کو سخت سے سخت سزائیں دیں اور مجبور کر کے ان کو ایسے گھوڑوں اور گدھوں کی طرح بنا دیا جو آبپاشی اور ہل چلانے کے کام میں لائے جاتے ہیں اور پھر کارکنوں اور مزدور پیشہ لوگوں کو اس قابل بھی نہ چھوڑا کہ وہ اپنی حاجات وضروریات کے مطابق بھی کچھ پیدا کر سکیں۔ خلاصہ یہ کہ ظلم وبداخلاقی کی انتہا ہو گئی تھی۔

اس پریشان حالی اور افلاس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو اپنی اخروی سعادت وفلاح اور خدا سے رشتۂ بندگی جوڑنے کے لیے بھی مہلت نہ ملتی تھی اور اس ''فاسد معاشی نظام کا ایک مکروہ پہلو یہ بھی تھا کہ جن صنعتوں پر نظام عالم کی بنیاد قائم ہے وہ اکثر یک قلم متروک ہو گئیں اور امراء ورؤسا کی مرضیات وخواہشات کی تکمیل ہی سب سے بڑی خدمت اور سب سے بہتر حرفہ شمار ہونے لگا۔ اور جمہور کی یہ حالت تھی کہ ان کی تمام زندگی بداخلاقی کا نمونہ بن گئی تھی اور ان میں سے اکثر کا گزارہ بادشاہوں کے خزانوں سے کسی نہ کسی طرح وابستہ ہو گیا تھا۔ مثلاً ایک طبقہ جہاد کئے بغیر باپ دادا کے نام پر مجاہدین کے نام سے وظیفہ خواری کر رہا ہے تو دوسرا مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہے۔ کوئی بادشاہ اور امراء کی خوشامد میں قصہ خوانی کر کے شاعری کے نام سے وثیقہ پا رہا ہے تو کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے زمرہ میں مالی استحصال کر رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کسب معاش کے بہترین طریقوں کا فقدان تھا اور ایک بڑی جماعت چاپلوسی صاحبت، چرب زبانی اور درباداری کو ذریعہ معاش بنانے پر مجبور ہو گئی تھی اور یہ ایک ایسا فن بن گیا تھا جس نے ان کے افکار عالیہ اور ذہنی نشوونما کی تمام خوبیاں مٹا کر پست وارزل زندگی پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قانع کر دیا تھا۔

پس جب یہ فاسد مادہ وباء کی طرح پھیل گیا اور لوگوں کے دلوں تک سرایت کر گیا تو ان کے نفوس دنائت وخست سے بھر گئے اور ان کی طبائع، اخلاق صالحہ سے نفرت کرنے لگیں، اور ان کے تمام اخلاق کریمانہ کو گھن لگ گیا اور یہ سب اس ''فاسد معاشی نظام'' کی بدولت پیش آیا جو عجم وروم کی حکومتوں میں کارفرما تھا۔

آخر جب اس مصیبت نے ایک بھیانک شکل اختیار کر لی اور مرض ناقابل علاج حد تک پہنچ گیا تو خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھا اور اس کی غیرت نے تقاضا کیا کہ اس مہلک مرض کا ایسا علاج کیا جائے کہ فاسد مادہ جڑ سے اکھڑ جائے اس کا قلع قمع ہو جائے۔ اس نے ایک نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم) کو مبعوث کیا اور اپنا پیغامبر بنا کر بھیجا، وہ آیا اور اس نے روم وفارس کی ان تمام رسوم کو فنا کر دیا اور عجم وروم کے رسم ورواج کے خلاف صحیح اصولوں پر ایک نئے نظام کی بنیاد ڈالی۔

اس نظام میں فارس وروم کے فاسد نظام کی قباحت کو اس طرح ظاہر کیا کہ معاشی زندگی کے ان تمام اسباب کو یک قلم حرام قرار دیا جو عوام اور جمہور پر معاشی دستبرد کا سبب بنتے اور مختلف عیش پسندیوں کی راہیں کھول کر حیات دنیوی میں بیجا انہماک کا باعث ہوتے ہیں۔ مثلاً مردوں کے لیے سونے چاندی کے زیورات اور حریر ودیبا کے نازک کپڑوں کا استعمال اور تمام انسانی نفوس کے لیے خواہ مرد ہو یا عورت ہر قسم کے چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال اور عالی شان کوٹھیوں اور رفیع الشان محلات وقصور کی تعمیر اور مکانوں میں فضول زیبائش ونمائش وغیرہ کہ یہی فاسد نظام کے ابتدائی منازل اور معاشی نظام کی تباہی کا منشاء ومولد ہیں۔

بہر حال خدائے تعالیٰ نے اس ہستی کو اخلاق کریمانہ اور نیک نہادی کے لیے معیار اور طاہر وپاک امور کے لیے میزان بنا دیا۔

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح ''ارتفاقات'' پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

''یہ واضح رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا منشاء اگرچہ بالذات عبادت الٰہی سے متعلق ہے مگر عبادات کے ساتھ ساتھ اس منشاء میں رسوم فاسدہ کو فناء کر کے اجتماعی زندگی میں بہترین نظام کا قیام بھی شامل ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعثت لا تمم مکارم الاخلاق

میں اس لیے مبعوث کیا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں

اور اس لیے اس مقدس ہستی کی تعلیم میں ''رہبانیت'' کو اخلاقی حیثیت نہیں دی گئی بلکہ انسانوں کے باہم اختلاط واجتماع کی زندگی کو ترجیح دی گئی ہے لیکن اس اجتماعیت کا امتیاز یہ قرار دیا ہے کہ اس کے معاشی نظام میں نہ دولت وثروت کو وہ حیثیت حاصل ہو جو عجمی بادشاہوں کے یہاں حاصل تھی اور نہ ایسی کیفیت ہو کہ تمدن سے بیزار دہقاں اور وحشی لوگوں کی طرح ان کی معیشت ہو۔

پس اس مقام پر دو متعارض قیاس کام کر رہے ہیں۔ ایک یہ کہ نظام معیشت میں دولت و ثروت ایک محبوب ومحمود شئے ہے اس لیے اگر وہ صحیح اصول پر قائم ہے تو اس کی بدولت انسانوں کا دماغی توازن اعتدال پر رہتا اور اس سے ان کے اخلاق کریمانہ صحیح اور درست رہتے ہیں۔ نیز انسان اس قابل بنتا ہے کہ دوسرے حیوانات سے ممتاز ہو۔ اس لیے کہ بیکسانہ اور مجبورانہ افلاس، سوءِ تدبیر اور مزاج کے اختلال کے باعث ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ نظام معیشت میں دولت و ثروت ایک بدترین چیز ہے جبکہ وہ باہمی مناقشات اور بغض وحسد کا سبب بنتی اور خود اہل دولت و ثروت کے اطمینان قلب کو تعب اور حریصانہ کدو کاوش کے زہر سے مسموم کرتی ہو۔ کیونکہ اس صورت میں یہ بداخلاقی کے مرض میں مبتلا کر دیتی، آخرت اور یادِ الٰہی یعنی روحانی زندگی سے یکسر غافل و بے پروا بنا دیتی ہے اور مظلوموں پر نت نئے مظالم کا دروازہ کھولتی ہے۔ لہٰذا پسندیدہ راہ یہ ہے کہ دولت وثروت ''نظام معیشت'' میں ایسا درجہ رکھتی ہو جو توسط اور اعتدال پر قائم ہو اور افراط وتفریط سے پاک ہو۔[1] اور یہ صحیح معاشی نظام کے بغیر ناممکن ہے۔

حضرت شاہ صاحب کے اقتباسات سے اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ دنیا میں بگاڑ اور فساد کیوں کر پیدا ہوتا ہے اور یہ کہ انسانی زندگی کس طرح باہم مربوط ہے اور یہ کہ بگاڑ کی اصلاح کیوں کر ممکن ہے۔

یہ کچھ سمجھنے کے بعد اصولی طور پر چار نکات سامنے رکھ لیں جو ایک صالح معاشی نظام کی بنیاد ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الف) صالح معاشی نظام وہی ہوگا جو ہر متعلقہ فرد کا اس طرح معاشی طور پر کفیل ہو کہ کوئی فرد کسی طرح محرومی کا شکار نہ ہو۔

(ب) ایسے اسباب و وسائل کا قلع قمع کر دیا جائے جن کے سبب معاشی دست برد کا دروازہ کھل جائے اور لوگ ایک دوسرے پر ظلم و تعدی کرنے لگیں۔

(ج) دولت اور اسباب دولت کسی خاص فرد یا جماعت میں سمٹ کر نہ رہ جائیں۔ بلکہ ہر فرد ان سے استفادہ کر سکے۔

(د) محنت و سرمایہ کے درمیان ایسا توازن قائم ہو کہ کسی کو کسی سے شکوہ نہ رہے۔

آج کا دور ایسا ہے کہ کچھ طبقات چاند سورج پر قدم جمانے کے مدعی ہیں اور وہ اسی کو کامیابی کی معراج سمجھ رہے ہیں حالانکہ یہ کوئی کامیابی نہیں کیونکہ فضا کی بلندی میں چیل گدھ جیسے پرندے بھی اڑ رہے ہیں اور ایک حقیر جگنو اور مکھی و مچھر اڑتے اڑتے کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے۔ ایسے مدعیوں سے سوال کیا جا سکتا ہے کہ

تو کارزمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

تمہیں تو اس زمین کی خلافت بخشی گئی تھی اس کو تم نے نمونہ جہنم بنا ڈالا تو اگر تم چاند و مریخ پر پہنچ بھی گئے تو کیا حاصل؟ یہ تو مقصد زندگی سے فرار کی راہ ہے ___ اصل ضرورت ''معاشیات معیاری'' کی تلاش ہے ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کے بقول۔

معاشیات معیاری کا مقصد معیشت موجودہ کی تشریح اور توجیہ نہیں بلکہ ''معیشت حجتہ'' کا پتہ چلانا ہے۔ وہ محض یہ معلوم کرنے پر قانع نہیں کہ معاشی کل پرزے کیسے کام کرتے ہیں بلکہ وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ معاشی کل ہونی کیسی چاہیے۔

''معیشت حجتہ'' سے مراد وہ معیشت ہے جو مقصد حیات انسانی اور مقصد کائنات کے مطابق اور ان سے ہم آہنگ ہو معاشیات سے متعلق جملہ تمام مسائل کا انحصار اسی پر ہے کہ یہ اصل ہے اور باقی اس کے ماتحت قدریں۔[2]

اسی ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے آگے چل کر واضح کیا کہ آج کے مختلف الفکر معاشیین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فلسفہ کے مقابلہ میں علم کے حامی ہیں وہ اس پر تو بحث کرتے ہیں جو کچھ موجود ہے (غلط یا صحیح) لیکن ہونا کیا چاہیے اس سے وہ مطلق سروکار نہیں رکھتے معاشیات میں وہ اخلاقی احکام کے سختی سے مخالف ہیں۔[3] (اور ظاہر ہے کہ اس کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوتا)

لیکن اسلام جس کے حوالہ سے گفتگو مقصود ہے وہ صرف علم وتھیوری نہیں بلکہ ایک عملی سسٹم ہے اور اس کا جو سنہری دور تھا یعنی دور نبوت وخلافت راشدہ، اس میں دنیا نے کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ صدقہ دینے والے لیے لیے پھرتے ہیں لینے والا کوئی نہیں اس دور میں علمی وفنی موشگافیاں نام کو نہ تھیں لیکن رفاہیت وخوشحالی کا یہ حال تھا کہ کافر ومسلم کی تمیز کے بغیر سبھی پرسکون اور مطمئن زندگی گزار رہے تھے کسی کو کسی سے شکایت نہ تھی۔[4]

اگر آپ غور فرمائیں تو معاشی نظام کے منشا کے سلسلہ میں دو قسم کی سوچیں نظر آئیں گی ایک سوچ کا عنوان قرآن عزیز کے الفاظ میں "ھل من مزید"[5] ہے اس میں انسان کو کبھی سیری نہیں ہوتی بلکہ اس کی ہوس ہر حال میں بڑھتی جاتی ہے۔

دوسری سوچ یہ ہے کہ انسان کے پیش نظر نفع بازی نہ ہو بلکہ ضروریات زندگی کی تکمیل اور رفع حاجات ہو اور یہی محرک ہو کہ انفرادی واجتماعی احتیاجات پوری کی جاسکیں۔

اسلام دوسری سوچ کا علمبردار ہے وہ ہوس زر اور منافع بازی کے تخیل کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رفع حاجات کے پہلو کو سامنے رکھتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں۔

> (گویا اس نظام معیشت میں) بلاشبہ زیادہ سے زیادہ کمانے والے افراد موجود ہوں گے کیونکہ سعی وکسب کے بغیر کوئی مومن زندہ ہی نہیں رہ سکتا لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور بھی ہوگا اور اس لیے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی زیادہ جماعت بہ حیثیت جماعت کے خوشحال ہوتی جائے گی قابل اور مستعد افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے لیکن صرف اپنے ہی لیے کمائیں گے تمام افراد قوم کے لیے کمائیں گے۔ یہ صورت نہ پیدا ہو سکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لیے محتاجی ومفلس کا پیام ہو جائے جیسا کہ اب عام طور پر ہو رہا ہے۔[6]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس اصول کے پیش نظر اسلام کا معاشی نظام ہے جو اپنے اندر علم معیشت کے جملہ قدیم و جدید مذہبی وعقلی نظاموں کے محاسن سموئے ہوئے اوران کے مجموعہ سے کہیں بڑھ کر خوبیوں اور محاسن کا مالک ہے۔اس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ انسانی دماغ کا اختراع نہیں اس خالق کائنات کا بتلایا ہوا ہے جو رب العالمین ہے جس سے سیدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی اس درخواست پر کہ:

وارزق اهله من الثمرات من امن منهم بالله واليوم الأخر

اور اس شہروں کے رہنے والوں میں سے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اس کو کھانے کے لیے قسم قسم کے میوے عطا فرما۔

فرمایا تھا:

ومن كفر فامتعه قليلا

اور جو شخص کفر کرے گا اس کو بھی تھوڑی مدت (یہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑی مدت ہے) خوب سودمند کروں گا۔[۷]

اسی تمہیدی گفتگو کے بعد ہم آپ کو قرآن عزیز کی ان آیات سے روشناس کراتے ہیں جن میں معاشیات کے اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔لیکن ان آیات کی نقل سے قبل یہ واضح کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ قرآن عزیز کی ایک بنیادی روش ہے کہ وہ زندگی کے ہر معاملہ میں محض اساسی اصول اور اختصار کے ساتھ کلیات کو ذکر کرکے ان کی تفصیلات وتشریحات کو ارشاداتِ نبوی اوران سے مستنبط احکام (فقہ) کے حوالے کردیتا ہے۔

قرآن بتلاتا ہے کہ رزق ومعاش کا تعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے ہے وہی ہر کسی کا کفیل ہے،اس کا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے اس متنوع ماحول کے پیش نظر رزق کے اندر درجات کا فرق وتفاوت ہو تو ہو لیکن کوئی محروم معیشت ہو، یہ ممکن نہیں۔

اس ضمن میں جو آیات قرآنی ہیں ان کا متن چھوڑ کر محض ترجمہ دیا جارہا ہے تاکہ معاملہ طویل نہ ہوجائے باذوق قارئین کتاب الٰہی کے ان مقامات کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔

الف) اور کوئی ذی روح زمین پر چلنے پھرنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔[۸]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ب) اور تمہارا رزق اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سب آسمان میں ہے۔[9]

ج) اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب سے قتل نہ کیا کرو ہم ہی تم کو بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی۔[10]

د) اور کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔[11]

ہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خود ہی سب کو روزی دینے والا زور آور اور مضبوط ہے۔[12]

و) اور ہم نے زمین میں تمہاری معیشت کے سامان پیدا کئے اور ان جانداروں کو پیدا کیا جن کو تم روزی نہیں دیتے۔[13]

ز) وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے نفع کے لیے پیدا کیا۔[14]

قرآن کریم کی ان آیات میں بغیر کسی تخصیص ہر فرد بشر کو خطاب ہے اور کہا یہ جا رہا ہے کہ معیشت و اسباب معیشت اللہ تعالیٰ کے خزانہ کی وہ عطا ہے جس سے فائدہ اٹھانے کا ہر جاندار کو برابر کا حق ہے۔

دو آیات مزید ملاحظہ فرمالیں جن میں اس روح کی زیادہ وضاحت ہے۔

الف) اور اسی نے (اللہ تعالیٰ نے) زمین میں زمین کے اوپر پہاڑ قائم کر دیے اور اس نے اس زمین میں برکت رکھی اور زمین پر رہنے والوں کی غذائیں بھی اس زمین میں مقرر کر دیں۔ یہ سب کچھ کامل چار دن میں ہوا، دریافت کرنے والوں کے لیے یہ واضح بیان اور پورا جواب ہے۔[15]

ب) اور اللہ تعالیٰ ہی نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں برتری دی ہے۔ سو وہ لوگ جو برتری دیے گئے ہیں وہ اپنے زیر دستوں کو اپنی دولت اس طور پر کبھی دینے کے لیے آمادہ نہیں کہ وہ اور ان کے زیر دست سب اس مال میں مساوی ہو جائیں؟ کیا پھر بھی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔[16]

ان جملہ آیات مبارکہ میں معیشت کی مساوات کا جس قدر واضح اور صاف اعلان ہے وہ اپنی مثال آپ ہے مصلح شیراز شیخ سعدی اسی حوالہ سے کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے کریمے کہ از خزانہ غیب۔ گبروترسا وظیفہ خورداری
دوستاں را کجا کنی محروم۔ تو کہ با دشمناں نظرداری [1]

اس مرحلہ پر اصل سوال جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ منشاالٰہی تو ہمارے سامنے آ گیا کہ حق معیشت میں سبھی برابر ہیں اور کوئی فرد محروم المعیشت نہ رہنا چاہیے۔ اس منشا کی تکمیل کیسے ہو گی؟ اس فریضہ کو پورا کون کرے گا؟ کج رو طبائع کو چھوڑ کر اس کے نظام عدل واجتماع پر نظر رکھنے والے ہر فرد کا جواب ایک ہی ہو گا کہ اس فرض کی ادائیگی ''نائب الٰہی (خلیفہ) پر عائد ہوتی ہے وہ اگر اس کا اہتمام کرتا ہے تو اس کی حکومت کو ''حکومت عدل'' کا نام دیا جائے گا ورنہ وہ نظام فاسد نظام کہلائے گا جس کا جڑ سے اکھاڑ پھینکنا سب کا فرض ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۹ جس کا ترجمہ گزر چکا ہے، اس پر گفتگو کرتے ہوئے شیخنا العالم مولانا محمود حسن دیوبندی (شیخ الہند) ارشاد فرماتے ہیں۔

جملہ اشیاء عالم بدلیل فرمان واجب الاذعان "خلق لکم ما فی الارض جمیعا" تمام بنی آدم کی مملوک معلوم ہوتی ہیں یعنی غرض خداوندی تمام اشیاء کی پیدائش سے رفع حوائج جملۂ ناس (انسان) ہے اور کوئی شے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک خاص نہیں بلکہ ہر شے فی حد ذاتہ کسی کی مملوک ہے اور من وجہ سب کی مملوک ہے ہاں بوجہ رفع نزاع وحصول انتفاع قبضہ کو علت ملک مقرر کیا گیا اور جب تلک کسی شئے پر ایک شخص کا قبضۂ تامہ مستقلہ باقی رہے اس وقت تک کوئی اور اس میں دست درازی نہیں کر سکتا۔ ہاں خود مالک و قابض کو چاہیے کہ اپنی حاجت سے زائد پر قبضہ نہ رکھے بلکہ اس کو اوروں کے حوالے کر دے کیونکہ باعتبار اصل دونوں کے حقوق اس کے ساتھ متعلق ہو رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مال کثیر حاجت سے بالکل زائد جمع رکھنا بہتر نہ ہوا اگر زکوٰۃ بھی ادا کر دی جائے اور انبیاء وصلحاء اس سے بغایت مجتنب رہے چنانچہ احادیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے بلکہ بعض صحابہ وتابعین وغیرہ نے حاجت سے زائد رکھنے کو حرام ہی فرمایا۔ بہرکیف غیر مناسب وخلاف اولیٰ ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ زائد علی الحاجۃ سے تو اس کی کوئی غرض متعلق نہیں اور اوروں کی ملک ''من وجہ'' اس میں موجود۔ تو گویا شخص مذکور من وجہ مال غیر پر قابض ومتصرف ہے اور اس کا حال بعینہ مال غنیمت کا سا تصور

14619

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا چاہیے وہاں بھی قبل تقسیم یہی قصہ ہے کہ کل مال غنیمت تمام مجاہدین کا مملوک سمجھا جاتا ہے مگر بوجہ ضرورت وحصول انتفاع ''بقدر حاجت'' ہر کوئی مال مذکور سے منتفع ہوسکتا ہے۔ ہاں حاجت سے زائد جو رکھنا چاہے اس کا حال آپ کو بھی معلوم ہے کہ کیا ہونا چاہیے۔ یعنی خائن شمار ہوگا[18]

اور مشہور محدث ابن حزم ظاہری نے اس سلسلے میں محلی میں جو روایات نقل کی ہیں، وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہیں۔

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من کان معہ فضل ظھر فلیعد بہ علے من لا ظھرلہ و من کان لہ فضل من زاد فلیعد بہ علی من لازادلہ قال فذکر من اصناف المال ماذکر حتی رأینا انہٗ لا حق لاحد منافی فضل۔"

محلی ابن حزم جلد ۶ ص ۱۵۷، ص ۱۵۸

قال عمر بن الخطاب نواستقبلت من امری ماستد برت لاخذت فضول الاغنیاء فقسمتھا علیٰ فقراء المھاجرین۔

محلی ابن حزمؒ ص ۱۵۸، ج ۶

(بقول علامہ ابن حزمؒ یہ روایت نہایت ہی صحیح ہے)

و صحح عن عبیدۃ بن جراح و ثلثمائۃ من الصحابۃ (رضی اللّٰہ عنھم) ان زاد ھم فنی فامرھم ابوعبیدۃ فجمعوا ازوادھم فی مزودین و جعل یقوتھم ایا ھا علی السواء۔ محلی جلد ۶ ص ۱۵۸

حضرت ابوسعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس قوت وطاقت کے سامان اپنی حاجت سے زائد ہوں اس کو چاہیے کہ اس فاضل سامان کو کمزور کو دے دے اور جس شخص کے پاس سامان خورد ونوش حاجت سے زائد ہو اس کو چاہیے کہ فاضل سامان نادار اور حاجتمند کو دے دے۔ ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح مختلف انواع مال کا ذکر فرماتے رہے حتی کہ ہم نے یہ گمان کرلیا کہ ہم میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کسی شخص کو اپنے فاضل مال پر کسی قسم کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس بات کا مجھے اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے اندازہ ہو جاتا تو میں اس میں کبھی تاخیر نہ کرتا اور بلا شبہ ارباب ثروت کی فاضل دولت لے کر فقراء مہاجرین میں بانٹ دیتا۔

حضرت ابوعبیدہؓ اور تین سو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے متعلق یہ روایت صحت کو پہنچ چکی ہے کہ ایک موقعہ پر ان کا سامانِ خورد و نوش ختم ہونے کے قریب آ لگا پس حضرت ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جس قدر موجود ہے وہ حاضر کریں اور پھر سب کو جمع کر کے اُن سب میں برابر تقسیم کر کے ان سب کی قوت لایموت کا سامان کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریبوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض کر دیا ہے پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے وہ محض اس لیے کہ اہل ثروت اپنا حق ادا نہیں کرتے اور اس لیے اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن اس کی باز پرس کرے گا اور اس کوتاہی پر ان کو عذاب دے گا۔

یہ اور اسی قسم کی دوسری احادیث اور آیاتِ قرآنی کو دلیل میں پیش کرتے ہوئے مشہور محدث ابن حزم ظاہری یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں۔

اور ہر ایک بستی کے ارباب دولت کا فرض ہے کہ وہ فقراء اور غرباء کی معاشی زندگی کے کفیل ہوں اور اگر مال فی (بیت المال کی آمدنی) ان غرباء کی معاشی کفالت کو پوری نہ ہوتی ہو تو سلطان (امیر) ان ارباب دولت کو اس کفالت کے لیے مجبور کر سکتا ہے (یعنی ان کے فاضل مال سے بہ جبر لے کر فقراء کی ضروریات میں صرف کر سکتا ہے) اور ان کی زندگی کے اسباب کے لیے کم از کم یہ انتظام ضروری ہے کہ ان کی ضروری حاجت کے مطابق روٹی مہیا ہو، پہننے کے لیے گرمی اور سردی دونوں موسموں کے لحاظ سے لباس فراہم ہو اور رہنے کے لیے ایک ایسا مکان ہو جو ان کو بارش، گرمی، دھوپ اور سیلاب جیسے امور سے محفوظ رکھ سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ایضاح الادلہ'' اور محلی ابن حزم کے حوالہ سے جو کچھ گذرا اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کا نظام معیشت حق معیشت میں مساوات کا کتنا بڑا علمبردار ہے اور ''امیر اسلام'' (حکومت) کو کس طرح اختیار دیتا ہے تا کہ اس پر عمل درآمد ہو سکے اسلامی نظام کے حقائق سے نا آشنا دماغ اور وہ لوگ جن کی پرورش اس فاسد نظام میں ہوئی اور غیر ملکی حکمرانی کے بعد بھی فاسد نظام تعلیم نے جن کی روحوں کو زنگ آلودہ کر دیا ہے ان کے نزدیک ہماری گفتگو تو یقیناً منشاء الٰہی کے خلاف معلوم ہوگی کہ ایسے افراد یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود ہی کروڑوں انسانوں کو محروم المعیشت پیدا کیا ہے تو پھر کیسے مان لیں کہ اس کی مرضی یہ ہے کہ تمام افراد کا اس میں حق ہے ___ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کہیں کہ کسی خارجی نظام سے متاثر و مرعوب ہو کر ہم کوئی نئی تعبیر کر رہے ہیں لیکن ایسے کندہ تراش انسانوں سے ہم کہیں گے کہ وہ کہیں تکوین و تشریع کے فرق کو اگر آپ ملحوظ خاطر رکھتے تو اس قسم کے وساوس و شبہات تمہارے اندر پیدا نہ ہوتے ___ اللہ تعالیٰ نے تکوینی طور پر جو بھی نظام بنا دیا لیکن تشریعی طور پر اس نے خود انسانوں ہی کو عدل و انصاف کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔

اس نے اس جہان رنگ و بو میں اچھائی اور برائی کی ہر دو راہیں انسان پر واضح کر دی ہیں ___ قرآن میں ہے۔

وھد ینٰہ النجدین

اور ہم نے اس کو (انسان) دونوں راہیں دکھا دیں یعنی خیر و شر کی)[۲۰]

اب شر کی راہ کو نظر انداز کر کے خیر کی راہ کو اپنانا اور اس پر چلنا یہ انسانیت کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور جب اس ذمہ داری کو اپنایا جائے گا تو اس جہان میں کوئی بھوکا اور قلاش نہ رہے گا بلکہ

نکتہ شرع مبین این است و بس
در جہاں محتاج باشد نہ کس

کے بقول ہر ایک مطمئن اور آسودہ زندگی گزارے گا۔

جب اس بستی پر بسنے والے یہ خیال کر لیں گے کہ ہم سب ''اللہ تعالیٰ کا کنبہ'' ہیں تو پھر کوئی کسی پر ظلم نہ کرے گا نہ استحصال بلکہ "انما المؤمنون اخوۃ" کی قرآنی ہدایت کے مطابق بھائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھائی بن کر رہیں گے اور یوں یہ دنیا جنت کا نمونہ بن جائے گا حق معیشت میں مساوات کا اصول ذہن نشین ہو جانے کے بعد یہ بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ درجات معیشت میں سب کا یکساں ہونا فطری طور پر ممکن نہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت فرق مراتب رکھا ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اعتدال کی راہ سے ہٹ کر وہ طریق کار اختیار کر لیا جائے کہ انسانیت طبقات میں بٹ کر رہ جائے اور ایک طبقہ کی ترقی دوسرے کے افلاس کا سبب بن جائے۔

قرآن عزیز کے وہ مقامات جن میں درجات معیشت کا ذکر ہے ان کی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

الف) دنیوی زندگی میں بھی ان کی روزی ان میں ہم ہی نے تقسیم کر رکھی ہے۔ اور ہم نے باعتبار مراتب ایک کو دوسرے پر بلندی عطا کر رکھی ہے۔[۲۱]

ب) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے روزی فراخ کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے روزی تنگ کر دیتا ہے اور یہ کافر دنیا کی زندگی پر اتراتے ہیں حالانکہ یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں سوائے تھوڑے سے فائدے کے اور کچھ نہیں۔[۲۲]

ج) اور وہی (اللہ تعالیٰ ہے جس نے تم کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا اور باعتبار درجات کے تم میں سے بعض کو بعض پر فوقیت عطا کی تا کہ اس میں وہ تمہاری آزمائش کرے۔[۲۳]

د) النحل کی آیت ۷۱ بھی ملاحظہ فرمالیں جو پہلے گزر چکی۔

گویا ان آیات میں جہاں درجات معیشت اور فرق مراتب کا ذکر کیا وہاں اس کی ایک خاص مصلحت بھی بتلا دی کہ اس کا سبب ایک خاص قسم کی آزمائش ہے ___ کہ ایک طرف کسی کو صاحب ثروت بنایا تو اس سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ اپنی ثروت کو تنہا اپنی نہ سمجھے بلکہ خیال کر رکھے کہ جتنا وہ زیادہ کمائے گا اجتماعی حقوق اس پر اتنے ہی بڑھتے جائیں گے اور غیر متمول حضرات کی آزمائش یہ ہے کہ وہ متمول طبقہ کو دیکھ کر ناشکری کا راستہ نہ اختیار کریں اور حسد و بغض سے احتیاط رکھیں اور قناعت کی زندگی اپنا کر سکون قلب کی دولت حاصل کریں یا پھر عملی میدان میں سرگرم ہو کر اپنا مقام بڑھا لے اور تمول و خوشحالی کی چڑیا کو اپنے قبضہ میں لے لے۔

اس ضمن میں تیسری قرآنی ہدایت یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو احتکار و اکتناز سے بچائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی ایسی شکل نہ پیدا ہونے دے کہ دولت پھیلنے کے بجائے سمٹ کر کسی خاص طبقہ میں محدود ہو جائے۔

احتکار و اکتناز کی حرمت اور انفاق کے وجوب کے لیے ان آیات کو سامنے رکھیں۔

الف) اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے۔ جس دن وہ دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لیے جمع کر رکھا تھا سو اس کا مزہ چکھو۔[۲۴]

ب) (فقراء، مساکین، قرابت داروں اور یتیموں وغیرہ پر خرچ کرنے کا حکم اس لیے دیا گیا تا کہ وہ مال نے تم میں سے سرمایہ داروں کے ہاتھوں دائر اور ہوتا پھرتا ہو کر نہ جائے۔[۲۵]

ج) اور تم اللہ کی راہ میں بھی خرچ کرو اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو۔[۲۶]

ان کے علاوہ اس حوالہ سے اور بھی متعدد آیات میں جن میں ادائے زکوٰۃ و صدقات اور انفاق کا ذکر ہے اور خرچ کے متعلق عزیز رشتہ داروں، پڑوسیوں حتی کہ غیر مسلموں تک کا ذکر ہے ___ اور ان سب کی روح یہی ہے کہ دولت و ثروت جمع و ذخیرہ والی چیز نہیں خرچ و انفاق والی چیز ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن کے بقول:

> اسی لیے ان آیات کی تفسیر میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ اور دوسرے مالی فرائض ادا نہ کئے گئے ہوں تو وہ مال احتکار و اکتناز کی فہرست میں شامل اور کنز سے متعلق وعید کا مصداق ہے اور اسی قسم کی دولت و ثروت کا نام ''سرمایہ داری'' ہے اور یہ حرام و باطل ہے اور تباہ کر دینے کے قابل ہے۔

اور اپنی ضروریات اور اہل و عیال کی حاجات اصلیہ اور مالی فرائض و واجبات کی ادائیگی کے بعد دولت باقی بچے (جس کا امکان کم ہی ہے) تو اس کا پس انداز کرنا اگرچہ جائز ہے مگر خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اب اس مال پر اجتماعی حقوق عائد ہو چکے ہیں لہٰذا اب اس کو اجتماعی حاجات میں صرف ہونا چاہیے۔ رہ گئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دوسرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکابر علما تو وہ اس کو بھی حرام بتلاتے ہیں۔[۲۷]

ان آیات کے علاوہ جن میں احتکار و اکتناز سے ممانعت فرمائی گئی ہے اور زکوٰۃ وصدقات اور انفاق کا حکم ہے، وہ آیات بھی سامنے رکھیں جن میں میراث وغیرہ کے مسائل و احکام ہیں تو پھر ہمارے اس دعوے کا مزید ثبوت مل جائے گا کہ دولت روک رکھنے کی چیز نہیں خرچ کرنے، پھیلانے اور تقسیم کرنے کی چیز ہے۔

اگلی چیز جو اس ضمن میں اسلام نے بتلائی وہ ہے ''فاسد نظام معیشت کا انسداد اور سرمایہ و محنت میں عادلانہ توازن'' لین دین کے جملہ معاملات میں کوئی ایسا طریقہ جائز نہیں جس سے فاسد نظام معیشت بروئے کار آئے، اسے اعانت میسر آئے یا محنت و اجرت کے لیے جائز سعی و محنت بیکار ہو کر رہ جائے اور سرمایہ و محنت کے درمیان توازن باقی نہ رہے اس نقطہ نظر سے ربا اور قمار کی جملہ ظاہری اور مخفی اقسام، احتکار و اکتناز کی جملہ شکلیں اور عقود فاسدہ کی تمام صورتیں مردود قرار پاتی ہیں ___ قرآن عزیز کے اصولی ارشادات کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

الف) اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کے معاملات کو حلال کیا ہے اور سودی کاروبار کو حرام کر دیا ہے۔[۲۸]

ب) اللہ تعالیٰ سودی کاروبار کو مٹاتا اور صدقات و خیرات کو ترقی دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی ناشکر گزار گناہ گار کو دوست نہیں رکھتا۔[۲۹]

ج) بے شک شراب، جوا، بت اور فال کھولنا ناپاک ہیں۔ کار شیطان ہیں پس ان سے بچو۔[۳۰]

د) خرابی ہے کمی کرنے والوں کے لیے۔ ان لوگوں کے لیے جب ماپ کر لیں تو لوگوں سے تو پورا پورا بھر لیں اور جب ان کو ماپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔[۳۱]

و) اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل (ناجائز طریقہ) سے نہ کھاؤ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت ہو تو اس طرح کھا سکتے ہو (گویا ہر شخص اپنے حصے کے مطابق اپنا حق لے سکتا ہے۔[۳۲]

ان آیات قرآنی کی روشنی میں حضرت الامام الشاہ ولی اللہ الدھلوی قدس سرہ حجۃ اللہ البالغہ کے ''باب ابتغاء الرزق'' میں نہایت ہی عالمانہ اور مدلل گفتگو فرمائی ___ طویل اقتباس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے دیکھیں اور غور فرمائیں کہ کس طرح روح قرآنی میں ڈوبے ہوئے ارشادات ہیں۔

''یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا اور زمین میں ان کی معاشی حیات کے لیے سب کچھ سامان فراہم کر دیا اور ان سب کو سب کے لیے مباح اور عام کر دیا تو ان سے متمتع ہونے میں مخلوق کے درمیان مزاحمت اور مناقشت شروع ہوگئی تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب کوئی شخص سبقت اور پہل کر کے کسی شئے کو اپنے قبضہ میں کر لے یا مؤرث کے قبضہ کی وجہ سے اس کی وراثت میں آ جائے یا ان کے علاوہ ایسے دوسرے طریقوں سے اس کا قبضہ ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز قرار پا چکے ہیں تو ایسی صورت میں اب کسی دوسرے شخص کو اس کی مقبوضہ شے میں مزاحمت کرنے کا حق نہیں ہے۔ البتہ دوسرے کی مقبوضہ شے کو حاصل کرنے کا جائز طریقہ ہے کہ یا خرید و فروخت اور لین دین کے ذریعے تبادلہ کی شکل پیدا کرے یا معتبر طریقوں سے باہمی رضامندی کا معاملہ اس طرح انجام پا جائے کہ ہر دو جانب میں اس کے متعلق صحیح علم ہو اور اس معاملہ میں نہ تو التباس اور دھوکے کا دخل ہو اور نہ غلط ملط کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔ نیز جبکہ انسان مدنی الطبع واقع ہوئے ہیں تو ان کی معاشی زندگی باہمی تعاون و اشتراک کے بغیر ناممکن ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے تعاون اور باہمی اشتراک عمل کو واجب کر دیا اور یہ بھی لازم قرار دیا کہ کسی فرد کو بھی ایسے امور سے کنارہ کش ہونے کا حق حاصل نہیں ہے جو تمدن میں دخیل ہیں مگر یہ کہ کسی شخص کو بعض مجبور کن حالات ایسا کرنے پر مجبور کر دیں۔

نیز اسباب معیشت کے ''اسباب'' بننے میں اصل الاصول یہ ہے کہ اموال مباح میں سے کسی شئے کو اپنے قبضے میں لیا جائے یا ان اموال مباح کے وسیلہ سے جو کہ مالی ترقی کا ذریعہ بنا کرتے ہیں، اپنے مقبوضہ اور مشخصہ مال کو ترقی دی جائے۔ مثلاً چرائی کے ذریعے سے چوپایوں کی افزائش نسل یا زمین کی درستی اور پانی کی سیرابی کے ذریعہ سے زراعت و کاشت کاری۔ لیکن مال مباح کو اپنے لیے خاص کرنے یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مباح اموال کو اپنے مال کی ترقی کا ذریعہ بنانے میں شرط اوّلین یہ ہے کہ یہ تصرفات اس طرح عمل میں نہ آنے پائیں کہ ایک فرد دوسرے فرد کے لیے معاشی ذرائع کی تنگی اور ضیق کا باعث بن جائے اور اس طرح تمدن کو فاسد اور برباد کر دے (یعنی جبکہ حلال وسائل معاش سب کے لیے یکساں طور پر مباح الاصل ہیں تو اب کسی شخص کو اپنی شخصی معاش کے لیے اسی قدر اس میں تصرف اور دعویٰ ملکیت جائز ہے کہ اس کا یہ عمل دوسروں کی معاشی زندگی کی پریشانی کا باعث نہ بن جائے اور اس کی دولت مندی دوسروں کے افلاس اور فقر وفاقہ کا سبب نہ ثابت ہو)

پھر یہ بات بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ اگر ''معاشی معاملات'' میں لوگوں کے درمیان باہمی تعاون اور اشتراک عمل کے ذریعے مالی ترقی ونمو بروئے کار نہ آئے تو تمدن کا مصالح اور صحیح رہنا دشوار سے دشوار تر ہو جائے گا۔ مثلاً ایک چاہتا ہے کہ وہ تجارتی مال کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جائے اور ایک معین مدت کے لیے وہ اس ایاب وذہاب کی گارنٹی چاہتا ہے (یعنی تجارت کو ذریعۂ معاش بناتا ہے) یا مثلاً ایک دوسرا شخص اپنی عملی جدوجہد کے ذریعے دوسروں کے مال کی دلالی کرتا ہے (یعنی محنت کو ذریعہ معاش بناتا ہے) یا ایک تیسرا شخص اپنی نئی نئی پسندیدہ ایجادات کے ذریعے دوسروں کے مال کو بیش قیمت اور بہتر بناتا ہے (یعنی صنعت وحرفت کو وسیلۂ معاش بناتا ہے) اور اسی طرح دوسرے جائز طریقے اختیار کرتا ہے (تو ان سب صورتوں میں تعاون کے بغیر معاشی زندگی میں استواری پیدا نہیں ہو سکتی) بہر حال ان تمام معاملات میں صحیح تعاون واشتراک عمل ضروری اور واجب ہے اور اگرچہ مالی ترقی ایسے طریقہ سے کی جائے کہ اس میں سرے سے تعاون کا کوئی دخل نہ ہو جیسا کہ قمار (جواء) کا کاروبار یا ایسے طریقہ سے عمل میں آئے کہ بظاہر تو تعاون نظر آتا ہو لیکن حقیقت میں وہ زبردستی کا تعاون ہو، حقیقی تعاون نہ ہو جیسا کہ مثلاً ربوٰ (سود) کا کاروبار۔ اس لیے کہ یہ بات بہت صاف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ایک مفلس اور نادار اپنی معاشی پریشانیوں کی وجہ سے اپنے ذمہ ایسی ذمہ داریوں کو لے لینے کے لیے مجبور و مضطر ہو جاتا ہے جن کو پورا کرنے کی اپنی طاقت نہیں پاتا اور اس کی اس قسم کی رضامندی ہرگز رضامندی نہیں کہلائی جا سکتی۔ پس اس طرح کے کاروبار نہ پسندیدہ اور جائز معاملات کہلائے جا سکتے ہیں اور نہ ان کو معاشیات کے اسباب صالح کہا جا سکتا ہے اور بلاشبہ اس قسم کے تمام معاملات حکمت تمدن کی نگاہ میں باطل اور ظلم ہیں۔[۳۳]

حضرت شاہ صاحب کے اس ارشاد گرامی کو گہرائی اور دقت نظر سے ملاحظہ فرمائیں تو مندرجہ ذیل ۴ اصول ہمارے سامنے آتے ہیں۔

الف) معیشت میں فطری تفاوت کے باوصف تمام مخلوق یکساں ہے اور جملہ وسائل سب کے لیے مباح الاصل ہیں۔

ب) ان مباح اموال میں ہر فرد کو اتنا ہی تصرف کا حق حاصل ہے جس سے کسی دوسرے کے لیے معاشی تنگی پیدا نہ ہو۔

ج) معاشی معاملات میں باہمی تعاون اور اشتراک واجب و لازم ہے۔

د) یہ تعاون ایسے صحیح طریقوں پر مبنی ہو کہ نظام تمدن میں ابتری نہ پھیلے۔

ان اصولوں پر عمل درآمد جب ہی ممکن ہے کہ:

الف) کائنات میں ایک صالح معاشی نظام ہو جو اللہ تعالیٰ کی منشاء اور حکم کے مطابق ہو۔

ب) اس صالح نظام میں وہ جملہ معاملات ناجائز اور حرام ہیں جن میں باہمی تعاون کا جذبہ نہ ہو۔

ج) اور وہ معاملات بھی ناجائز ہیں جن میں بظاہر تعاون نظر آتا ہو لیکن ان کی تہہ میں جبر و زبردستی کے بغیر کچھ نہ ہو۔[۳۴]

اس اصولی گفتگو کے بعد ہم ''انفرادی'' معیشت کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہیں کیونکہ معیشت اور اسباب معیشت انسان کی انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ جہاں تک فرد کی انفرادی معیشت کا سوال ہے اس میں تین سوال سامنے آتے ہیں۔

وہ کیا کمائے؟

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا خرچ کرے؟

کس پر خرچ کرے؟

پہلے سوال کے ضمن میں آیات ربانی اور احادیث نبویہ کو سامنے رکھیں جن کا تعلق کمانے کی ترغیب اور اس راہ کی محنت سے ہے ___ یہ دنیا دار العمل ہے اس میں محنت وسعی سے ہی کام چلے گا جمود وخمود یہاں بربادی کا سبب بنتے ہیں ___ راہبانہ زندگی کو قرآن عزیز نے دنیائے عیسائیت کی وہ بدعت قرار دیا جو انہوں نے اپنے طور پر اپنائی لیکن چونکہ وہ غیر فطری چیز تھی اس لیے وہ اپنی اختیار کردہ چیز کا بھی حق ادا نہ کر سکے۔[35]

قرآن وسنت کسب وسعی کے لیے بھرپور سعی کی تلقین کرتا اور اس پر ابھارتا ہے۔

الف) پس جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل (رزق) کی تلاش کرو۔[36]

ب) جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا بندگی کرتے ہو وہ تمہاری روزی کے مالک نہیں ہیں پس تم اللہ تعالیٰ کے یہاں رزق تلاش کرو۔[37]

ج) حلال معیشت کا طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے فریضہ عبادت کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے۔

د) جب تم فجر کی نماز ادا کر چکو تو اپنے رزق کی جدوجہد کے بغیر نیند کا نام بھی نہ لو۔[38]

و) بعض گناہ ایسے ہیں کہ انکا کفارہ صرف طلب معیشت کی جدوجہد سے ہی ممکن ہے۔[39]

ر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم لوگ اپنی روزی زمین کے خفیہ خزانوں میں تلاش کرو۔[40]

ز) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص طلب رزق کی جدوجہد میں ہمت، ہار کر نہ بیٹھ جائے۔[41]

سید مرتضیٰ زبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ احیاء کی شرح میں اس قول پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جائز اسباب معیشت میں سے کسی سبب اور وسیلہ کو ضرور اختیار کرے کہ جس سے وہ رزق حاصل کر سکے۔[42]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسب معاش کے لیے جدوجہد کی اس ترغیب کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کمائی کی دنیا میں آزاد ہے بلکہ اسے بعض اصولوں کا پابند کیا گیا ہے تاکہ معیشت فساد سے بچ جائے اور اس کا مالک معاشی خوشحالی کے ساتھ ساتھ اخلاقی عظمت کا علمبردار بھی بن سکے۔ قرآن عزیز سے دو اصول بڑے اہم سامنے آتے ہیں ایک یہ کہ جو حاصل کیا جائے وہ ''حلال'' ہو اور جن طریقوں سے حاصل کیا جائے وہ طیب ہوں۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایک مسلمان ہر ایسی چیز سے بچے جس کی ترکیب ان عناصر سے ہو جو جسمانی امراض کا مبدا بننے اور قوائے حیوانی کو برانگیختہ کرنے کا باعث ہو۔ اسی طرح ایسی چیز سے احتراز لازم ہے جو غرور و خودنمائی اور ایسے امراض کا سبب بنے اگر انسانی کسب و اکتساب ایسے اوصاف سے پاک ہو تو وہ حلال ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ جو چیز حاصل کی گئی وہ اپنی ذات میں کمائی کے طریقوں میں نفس کو پاک رکھنے اور خبائث سے بچانے کا ذریعہ بنے اس سے دوسرے کے لیے معاشی ضیق نہ پیدا ہو ایسی چیز کو ''طیب'' کہا جاتا ہے۔

علامہ سید رشید رضا رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''حلال طیب'' سے متعلق اسلاف و اخلاف کی روایات کا یہ ملخص پیش کیا ہے

> طیب سے مراد وہ اشیاء ہیں جن کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہ ہو اس لیے کہ نص قرآنی نے جن اشیاء کو حرام کیا ہے ان کی حرمت تو ذاتی ہے اور مضطر کے علاوہ کسی کے لیے کسی حال میں ان کا استعمال داشت نہیں، اور باقی اشیاء جن کی حرمت ان کی ذات اور حقیقت میں نہیں پائی جاتی بلکہ باہر کے اسباب سے حرمت آتی ہے ان کی ممانعت طیب کہہ کر دعا گئی۔
>
> پس جو شے ناحق لی گئی اور صحیح طریقے سے حاصل نہیں کی گئی بلکہ رباء، رشوت، جوڑ، ظلم، غضب، دھوکہ، خیانت اور چوری جیسے ناپاک ذرائع سے اس میں آیا ہو اور خواہ اس کے اندر موجود ہو، جیسا کہ کھانے پینے کی چیزوں میں سڑ کر بو پیدا ہو جانا (کہ اس سے جسم میں سمیت پیدا ہو کر جسمانی صحت کے بگاڑ کا خطرہ ہے) [۴۴]

ہلال اور طیب کی تفصیل سامنے آنے کے بعد یہ بھی دیکھ لیں کہ قرآن و حدیث نے اس کی بالمقابل بعض مقامات پر اصولی طور پر اور بعض مقامات پر بعض چیزوں کا نام لے کر ذکر کرے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرام ہیں۔[45]

کسب معاش کے بعد دوسرا مسئلہ صرف وخرچ کا ہے جس میں تین بحثیں ہیں یعنی یہ کیا خرچ کیا جائے؟ کس قدر خرچ کیا جائے؟ تیسرا یہ کہ کن پر خرچ کیا جائے؟ کسب معاش کی بحث میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ ایک شخص نے حلال طیب طریقے سے جو کمایا وہی اس کا سرمایہ ہے اور ظاہر ہے وہی خرچ ہوگا دوسرا حصہ کس قدر خرچ کیا جائے اس ضمن میں ایک انفرادی زندگی کی بحث ہے جس کے متعلق قرآن عزیز نے ''اسراف اور تبذیر''[46] سے منع کر کے باقی اخراجات کی اجازت دی ہے۔ اسلام خرچ میں میانہ روی کی تلقین کرتا ہے جس کا اصطلاحی نام ''اقتصاد'' ہے ایک حدیث میں ''اقتصاد'' کو نصف معیشت فرمایا گیا ہے۔[47] علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو خوب حل کیا:

> ''اللہ تعالیٰ نے جب ''انفاق'' (خرچ کرنے) کا حکم دیا تو ''اسراف'' سے منع فرما دیا اور میانہ روی کی تلقین فرمائی جیسا کہ دوسری آیت میں بہت صراحت کے ساتھ اس کا حکم فرمایا ہے ارشاد ہے:
>
> | | |
> |---|---|
> | والذین اذا انفقو الم یسرفوا ولم یقترو | اور ایمان والے وہ لوگ ہیں کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل اختیار کرتے ہیں۔ |
>
> پھر تبذیر سے نفرت دلاتے ہوئے مبذّر کو شیطان کا ہمسر بنایا اور اسی قسم کی اور بھی آیات ممانعت تبذیر میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں حق کے خلاف ہر قسم کے صرف وخرچ کا نام ''تبذیر'' ہے اور مجاہد کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص نے حق کی خاطر سب کچھ خرچ کر ڈالا تو یہ اسراف نہیں ہے اور اگر اپنا تھوڑا سا مال بھی ناحق صرف کر دیا تو یہ تبذیر ہے اور قتادہ کہتے ہیں تبذیر نام ہے مال کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ناحق اور فساد کے مواقع میں صرف کرنے کا۔ اور امام احمدؒ بروایت ہاشمؒ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بنی تمیم کا ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں بہت مالدار ہوں اور میرے اہل وعیال بھی ہیں اور مہمانداری بھی خاصی ہوتی رہتی ہے تو آپ مجھے یہ بتایئے کہ میں کس طرح خرچ کروں؟ اور اس معاملے میں کیا کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مال سے پہلے زکوٰۃ نکال اگر وہ زکوٰۃ کی مقدار کو پہنچتا ہے اس لیے کہ زکوٰۃ مال کو خباثت سے پاک کر دیتی ہے اور پھر اقرباء کے ساتھ مالی صلۂ رحمی کر اور سائل، پردیسی اور مسکین کے حقوق کی نگاہ داشت کر۔ اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس تمام تفصیل کو جامع اور مختصر الفاظ میں فرما دیجیے (کہ میں اس کو دستور زندگی بنالوں) تب آپؐ نے یہ آیت پڑھ کر سنادی۔

فـات ذالـقـربیٰ حـقـه	پس ادا کرو قرابت والوں کو ان کا حق اور
والـمـسـكين وابن السبيل	مساکین کا اور مسافر کا اور ناحق ہرگز
ولا تبذر تبذيرا	خرچ نہ کرو۔

سائل نے یہ سُن کر عرض کیا کہ بس یہ میرے لیے کافی ہے۔ [48]

امام رازیؒ آیت والـذيـن اذا انفقوا لم يسرفوا اولم يقتروا و كان بين ذالك قواماً کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:

اسراف اور تقتیر کے متعلق مفسرین نے مختلف وجوہ بیان کی ہیں ان میں سے قوی تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کا یہ وصف بیان کیا ہے کہ وہ معیشت کے معاملہ میں میانہ روی اختیار کرتے ہیں نہ بے جا غلو کرتے ہیں نہ بے محل بخل برتتے ہیں۔ اسی لیے قرآن عزیز میں دوسری جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مخاطب کیا گیا ہے:

ولا تـجـعـل يدك مغلولة	اور اپنے ہاتھ کو نہ اپنی گردن کے ساتھ
الى عنقك ولا تبسطها كل	ہی باندھ لو (یعنی بخل نہ کرو) اور نہ
البسط ۔ (بنی اسرائیل)	بالکل ہی کھول دو (یعنی اسراف نہ کرو)

اور یہ آیہ کان بين ذالك قواماً۔ میں قوام سے اعتدال اور درمیانی راہ مراد ہے یعنی میانہ روی ان کا شعار ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سید محمود آلوسیؒ روح المعانی میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

والظاهران المراد بالانفاق ما يعلم انفاقهم على انفسهم و انفاقهم على غيرها والقوام كان ذالك خيرا وقد اخرج احمد والطبرانی عن ابی الدرداء عن النبی	اور ظاہر یہ ہے کہ "انفاق" سے اس جگہ عام ہے خواہ وہ ان کی اپنی ذات پر ہو اور خواہ وہ دوسروں پر اور قوام (توسط) ان سب صورتوں میں خیر ہے۔ اور امام احمد اور طبرانی نے حضرت ابودرداؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو دانائی و فرزانگی میں سے یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنی معیشت میں نرمی (اعتدال) اختیار کرے۔

لگے ہاتھوں امام رازی اور صاحب روح المعانی کو بھی دیکھ لیں [۴۹]

الف) صرف مال میں اسراف، تبذیر اور تقتیر ممنوع ہے۔

ب) میانہ روی اعتدال کی راہ ہے اور اجتماعی نظام معیشت کا مؤثر ذریعہ

ج) فرد جماعت کا حصہ ہے اس لیے اس کی انفرادی آمدنی پر اجتماعی حقوق ہیں اور آمدنی جتنی بڑھے گی اتنے ہی حقوق بڑھیں گے۔

د) انفرادی معیشت میں اپنی اور اپنے اہل وعیال کے لیے یہ چیزیں ضروری ہیں

قوت لایموت، ساتر عورت لباس، ضروری رہائش

اس کے بعد جو ذمہ داری ہے وہ یہ ہے۔

الف) صاحب نصاب ہے تو سب سے پہلے صدقات واجبہ ادا کرے۔

ب) صدقات واجبہ کی ادائیگی کے بعد بھی مال پر اجتماعی حقوق ہیں، قرآن عزیز کے ایک مقام سورہ ذاریات آیت ۱۹ سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما "فی المال حق سوی الزکوٰۃ" ارشاد فرماتے ہیں اور اس لیے مسئلہ یہ ہے کہ اگر بیت المال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر شخص کی انفرادی معیشت کے لیے کفایت نہ کر سکے تو خلیفہ وقت بہ جبر اہل دولت سے مال لے کر اس کمی کو پورا کر سکتا ہے۔[50]

ج) عام حالات میں صدقات نافلہ کا اس وقت اہتمام کرے جب بنیادی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے۔

د) خاص حالات میں ایثار اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس طرف توجہ دلائی۔[51]

اس کا دوسرا حصہ اجتماعی معیشت سے متعلق ہے۔ تفصیل تو آگے آئے گی مختصراً یہ سمجھ لیں کہ زکوٰۃ وراثت وغیرہ جملہ باتوں کے علاوہ انفاق پر بار بار زور دینا اسی کے مختلف پہلو ہیں سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۲۶ ملاحظہ فرمائیں پھر انعام کی آیت ۱۴۱ کا ٹکڑا جس کا ترجمہ یہ ہے:

اور کھیتی کٹنے کے وقت اس کا حق ادا کرو۔

اس کے متعلق امام شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ یہ حق زکوٰۃ مفروضہ یعنی عشر کے علاوہ ہے۔ اسی طرح البقرہ کی آیت ۲۱۵ اور ۲۱۹ قابل غور ہیں۔ آیت ۲۱۹ میں لفظ ''العفو'' خاص طور پر قابل توجہ ہے، کہ سوال خرچ کی مقدار کا ہے اس کا جواب ہے ضروری حاجات سے زائد خرچ کر ڈالو۔

ان آیات کے علاوہ وہ آیات بھی قابل غور ہیں جن میں مومنوں کی امتیازی خصوصیات کا ذکر ہے مثلاً الزاریات کی آیت ۱۹ اور سورہ المعارج کی آیت ۲۴ ان دو آیات میں ''مال میں جس کا حق'' کا عام لوگوں کے لیے ذکر ہے اس سے بالاتفاق زکوٰۃ مفروضہ کے علاوہ مال مراد ہے۔ اس تفصیل کے بعد کس قدر اجتماعی معیشت پر گفتگو ہوئی۔ اسلام نے اجتماعی نظم معیشت کا جو خاکہ پیش کیا اس کا تعلق بہر صورت خلافت حکومت سے ہے لیکن انہی تفصیل کے حوالہ سے اس کو دو حصوں میں تقسیم کرنا ممکن ہے۔ براہ راست ادارہ خلافت سے متعلق اور دوسرا پبلک کے اعمال کے واسطہ سے خلافت سے متعلق ہے۔

پہلی شق میں بیت المال کا قیام، زمین سے متعلق احکامات اور جملہ شعبہ ہائے مال پر کنٹرول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ضمنی شقیں شامل ہیں۔ دوسری میں انفاق کا وجوب اکناز واحتکاز کی مرمت اور حلال وطیب کسب معیشت شامل ہیں۔ پہلی شق کے جملہ متعلقات کی نمبروار فہرست اس طرح پیش کی گئی ہے۔

بیت المال کا قیام

اعداد وشمار کا نظم

وظائف کا تقرر

وسائل معیشت کی توسیع

انفرادی ملکیت کی تجدید

سرمایہ ومحنت میں توازن کے اصول

زمین سے متعلق خصوصی احکامات

اور دوسرے حصے کی تفصیل اس طرح سامنے آتی ہے

صدقات نافلہ

اوقاف

ہبہ

وصیت

قرض حسنہ

عاریت

امانت [۵۳]

تمام معاشی سسٹم کو منظم طور پر کنٹرول کرنے کے لیے حکومت ابتدائی ذمہ داریوں میں بیت المال کا قیام لازم ہے جس کی مدات آمدن وخرچ کا نقشہ اس طرح بنتا ہے۔

آمدن کی مدات

عُشر

خراج

جزیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زکوٰۃ ___ صدقات ___ فئی ___ خمس ___ ضرائب ___ کراء الارض

عشور ___ وقف ___ اموال فاضلہ ___

خرچ کی مدات

رفاہ عامہ

وظائف ___ تعلیمی ___ فوجی ___ انفرادی ___

مصارف ثمانیہ (آٹھ شقیں جو خرچ کے سلسلہ میں قرآن عزیز کی آیت ۶۰ سورہ التوبہ میں مذکور ہیں) اور شعبہ ہائے حکومت کے مصارف۔[۵۳]

اس مرحلہ پر اس بات کا سمجھنا از بس لازم ہے کہ اسلام ایک ایسے اجتماعی نظام کا علمبردار ہے جو دنیا و آخرت کو ساتھ لے کر چلتا اور محض کسی ایک پر اکتفا کا قائل نہیں وہ محض دنیا داری کا نظام ہے۔ نہ محض رہبانیت و مروجہ نام نہاد دینداری کا۔ وہ ایک ایسے انقلاب کا داعی ہے جو مختلف شعبہ ہائے حیات میں بھرپور اصولی راہنمائی کرتا ہے اور معاش و معاشرت اور اقتصاد و حکومت میں مخصوص شرائط کے ساتھ ایک جماعت کو وقتی مسائل کے لیے استنباط و اجتہاد کی اجازت دیتا ہے۔[۵۴] ایسی جماعت خلافت کی حامل ہوتی ہے جسے ''نیابت الٰہی'' کا منصب بلند اس طرح حاصل ہوتا ہے کہ اپنی تمام تر وجاہت و احترام کے باوصف انسانیت کی گردن پر سوار ہونے کا اسے حق حاصل نہیں ہوتا۔ یہ ادارۂ خلافت ایسا ہوتا ہے کہ اسلام کو بطور دین مان کر اس سے وابستہ جماعت مسلم کہلاتی ہے جب کہ ایک جماعت انحراف کا راستہ اختیار کر لیتی ہے۔ انحراف کرنے والی جماعت مقابلہ کا رویہ اختیار کر کے ''حربی کافر'' کہلاتی ہے تو صلح و صفائی سے رہنے والی ''مسالم'' اور وقتی طور پر اجازت سے کوئی فائدہ حاصل کرنے والی ''مستامن'' ان میں ہر طبقہ و جماعت کے لیے مستقلاً قرآن میں احکامات و ہدایات ہیں۔[۵۵]

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں:

> کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملے ہوتے ہیں۔ موالات، دوستی، مدارت (ظاہری رکھ رکھاؤ) مواسات (احسان و نفع رسانی) ان معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ موالات تو کسی طور جائز نہیں مدارت سب حالت میں درست ہے دفعہ ضرر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے۔ توقع ہدایت کے لیے۔ اکرام ضیف کے لیے، مواسات اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز[۵۶]

اسلام کے مرکزی بیت المال کا مسلم اور غیر مسلم ہر طبقہ کے ساتھ کسی نہ کسی طرح ضرور تعلق ہے اس لیے یہاں اس طرف اشارہ کیا گیا ان تمام مسائل پر اسلامی علوم کے ایک نہایت مہتم بالشان حصہ ''علم الفقہ'' (قرآن وحدیث کے بعد سب سے اہم) ہیں تفصیلاً بحث کی گئی ہے اور اجتماعیات پر مستقل ابواب فقہ کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں موجود ہیں۔

حکومت دیانت واخلاص اور پوری احتیاط کے ساتھ اجتماعی معاملات پر فیصلے کرتی ہے جس سے ہر طبقہ برابر مستفید ہوتا اور ایسے عادلانہ نظام سے ایک دنیا فائدہ اٹھاتی ہے۔ اس پر تفصیلی گفتگو کا وقت نہیں دو حوالے البتہ ضرور نقل ہیں۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور حکومت میں ''سوادِ عراق'' کی زمینوں کا معاملہ ہماری اجتماعی زندگی کا بڑا اہم معاملہ ہے جس میں مجاہدین اور فوجی حضرات کا مطالبہ تھا کہ یہ ہمارے اندر تقسیم کی جائیں لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وسیع پیمانے پر مشاورت کے بعد اس مطالبہ کو مسترد کر دیا۔ اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے حضرت الامام ابو یوسف حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

> حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ کا فیصلہ بہترین فیصلہ ہے کہ اس پر مسلمانوں کی اجتماعی فلاح کا راز تھا، زمین کا خراج اکٹھا کر کے اس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچانا مقصود تھا۔ مجاہدین میں زمین تقسیم ہو جاتی تو اسلامی مملکت کی سرحدوں کی حفاظت خطرہ میں پڑ جاتی (کہ مجاہدین کھیتی باڑی پر لگ جاتے) اور اجتماعی وظائف وغیرہ کا اہتمام نہ ہوتا تو مسلم دنیا بے چینی کا شکار ہو کر عدم تحفظ کا شکار ہو جاتی۔[۵۷]

فرائض امیر کی بحث میں سید علی زادہ فرماتے ہیں:

> امام اپنی مملکت کے اندر کسی فقیر کو فقیر نہ رہنے دے۔ نہ کسی قرض دار کو قرض دار باقی رکھے نہ کسی کمزور کو بے یار و مددگار رہنے دے نہ کسی مظلوم کو دادرسی سے محروم کرے نہ کسی ظالم کو ظلم کرنے دے اور ہر ننگے کو لباس مہیا کرے۔[۵۸]

اس ادارہ خلافت کی ہیت کذائی اس میں امیر اور شوریٰ اور رعایا کے فرائض وحقوق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

بخاری مسلم، ترمذی اور مشکوٰۃ کے متعلقہ ابواب (خلافت امارت وغیرہ) کتاب الاموال ابوعبید، مجمع الزوائد، جامع ابن عبدالبرؒ، السیاسیۃ الشرعیہ الابن تیمیہؒ، کتاب الخراج ابی یوسفؒ، حسن المحاخرہ، الاسلام والحضارۃ العربیہ، اشہر مشاہیر الاسلام،

وقت فرصت ہوتا تو ہم اس موضوع پر بہت تفصیل سے عرض کرتے۔ بہرحال اس نظام کا جو نتیجہ سامنے آتا ہے وہ برعظیم کے مخلص و نامور مفکر کی زبان سے سُن لیں۔

> اسلام نے سوسائٹی کا جو نقشہ بنایا ہے۔ اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں بلکہ تمام خانے اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے نہ مفلس و محتاج طبقے ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی۔[۵۹]

گذشتہ گفتگو میں جو باتیں سامنے آئیں ان میں ''اعداد و شمار'' کا ذکر ہے۔ ایک سطحی قسم کا انسان سوچے گا کہ نظام معیشت میں اس کا کیا تعلق؟ لیکن آج کے دور میں مردم شماری کی جو اہمیت ہو چکی ہے اور کسی سٹیٹ اور آبادی کے ناطہ سے ریکارڈز کی جو مختلف صورتیں سامنے آ چکی ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ سیّدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں تو حالات کے تحت ایسا موقع میسر نہ آیا لیکن دور فاروقی میں اس کا پورا اہتمام ہوا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی بڑا چھوٹا کافر یا مسلمان ایسا نہ رہا جو مردم شماری کے کاغذات میں مندرج نہ ہو اور اسی کے نتیجہ میں چاروں طرف نظر ڈالنے سے بھی کوئی محروم نہ تھا۔ اس موضوع پر جو اکابر و ائمہ نے اپنی تصنیفات میں تفصیلی گفتگو کی ان میں حضرت الامام ابو یوسف الحنفی امام ابوعبیدہ، امام طبری، علامہ ابن کثیر اور امام مقریزی شامل ہیں، اس ذریعہ سے ہر شخص کی حیثیت کا تعین ہو جاتا تھا اس کے ذمہ بیت المال کا کیا ہے۔ اجتماعی حقوق کس قدر ہیں یا وہ کتنا ضرورت مند ہے، اس لیے اعداد و شمار کو اس حوالہ سے ''مقصد خیر'' تک پہنچنے کا مقدمہ کہا گیا ہے۔

وظائف کا ذکر آیا ہے تو ہم مختصراً اس طرف توجہ دلائیں کہ اس کا اہتمام ابتداء ہی سے ہو گیا تھا۔ اور مقصد یہی تھا کہ کوئی شخص بھوکا نہ رہے اور جو لوگ اجتماعی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں وہ سکون سے اپنا کام کر سکیں۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ان حضرات کا ذکر آتا ہے جو ملکی سرحدات کے دفاع کے سلسلے میں مشغول رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے اہل وعیال کے لیے معاش کا نظام سوسائٹی کی ذمہ داری تھی۔ چنانچہ اس کا باقاعدہ اہتمام کیا گیا اور ان حضرات کے اوقات کے تحت ان کے وظائف کا اہتمام لازمی قرار پایا۔[60] امام ابوعبید کے بقول مجاہدین کے ساتھ ساتھ ان کے اہل و عیال کے وظائف کا بھی اہتمام لازمی تھا حتی کہ ہر پیدا ہونے والے بچہ کا ابتدا ہی سے وظیفہ مقرر ہو جاتا۔[61]

دوسرے درجہ میں جو ڈیشنل ایگزیکٹو سے متعلق حضرات کے وظائف تھے نظم اجتماعی کو چلانے کی غرض سے ایسے کارکنوں کا اہتمام ضروری ہے اور ان کے معقول وظائف بھی۔ حکیم الامت دہلوی فرماتے ہیں۔

> (امام امیر وخلیفہ) کے لیے تنہا ہر معاملہ کی قدرت نہیں تو اسے عدلیہ وانتظامیہ کے افراد کی ضرورت ہوگی اور جو لوگ امت کے مصالح کے لیے کوئی خدمت ادا کریں ان کی معاشی کفالت حکومت کا فرض ہے۔[62]

> تیسرے نمبر پر وہ حضرات آتے جو دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتدریس کا کام سرانجام دیتے امام ابن جوزی کے بقول اس میں موذن، امام اور معلم شامل ہیں۔[63]

مزید ہمیں طلبہ کے وظائف کا بھی ثبوت ملتا ہے اور ایسے ہی طبقات کے لیے اہتمام لازم ہے۔[64] چوتھا شعبہ ان حضرات کا تھا۔ جو فقراء مساکین اور محروم المعیشت حضرات کا ہے۔ اس میں قرآن وسنت اور فقہ اسلامی میں بہت تفصیلات ہیں۔ معاشرہ کے امراء سے لے کر فقراء کی خدمت تو مشہور بات ہے۔ مسلم کتاب الزکوٰۃ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

> بعض حضرات جو فاقہ زدہ تھے ان کو دیکھ کر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رنگ سُرخ ہوگیا اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں انسانوں کے برابر ہونے کا ذکر کر کے فرمایا کہ ضرورت مندوں کی خبر لینا بس لازم ہے اور قیامت کی مسؤلیت سر پر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے محروم المعیشت افراد کے لیے باقاعدہ ماہانہ وظائف (ضرورت کے مطابق نہ کہ ہماری طرح (۲۰ یا ۴۰ روپے ماہانہ) مقرر کیے گئے۔[۶۵] جو غیر مسلم اسٹیٹ میں رہ کر کوئی اہم خدمت از قسم فوجی وغیرہ ادا کرتے انہیں ترجیحی بنیادوں پر وظائف ملتے یا اعانت ہوتی[۶۶] اس سلسلے میں ایک حکم ملاحظہ فرمائیں جو اسلام کے سنہری دور کا ہے۔ یہ حکم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو خزانچی کے نام ہے۔

اسٹیٹ کے حاجت مندوں کی تفتیش کرو۔ اللہ کی قسم ہم انصاف پسند نہیں کہلا سکتے کہ ذمیوں کی جوانی میں ان سے جزیہ لیں اور بوڑھے ہو جائیں تو انہیں بھیک مانگنے پر لگا دیں۔ قرآن کی آیت انما الصدقات للفقراء والمساکین سے مفلس مسلمان اور مساکین سے اہل کتاب کے غربا مراد ہیں۔ چنانچہ مفلس اہل کتاب سے جزیہ معاف اور ان کے وظائف کا حکم دے دیا گیا۔[۶۷]

اگر ذمیوں میں سے کوئی بڑھاپے کے سبب کمانے کے قابل نہ رہے یا کسی آفت کے سبب کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے یا کوئی مالدار محتاج ہو جائے تو ایسے تمام اشخاص سے جزیہ معاف ہے اور بیت المال ان کا اور ان کے اہل وعیال کا کفیل ہے۔[۶۸]

ایک اصولی گفتگو وہ ہے جو "مختصر مختار الکونین" میں ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

انسانی ضروریات میں تین چیزیں لازم ہیں مرد و عورت سبھی اس میں برابر ہیں حکومت پر لازم ہے کہ ہر کسی کے لیے اس کی حیثیت سے قطع نظر تین چیزوں کا اہتمام کرے اوّل کھانے پینے کی سہولت، دوسرے لباس کی سہولت، تیسرے ازدواجی زندگی کی سہولت۔[۶۹]

بدائع صنائع میں ہے:

متکفل حکومت (یا کوئی اور) پر لازم ہے کہ وہ صاحب حاجت کے کھانے پینے لباس اور مکان کا تکفل کرے۔ شیر خوار بچہ ہو تو اس کے دودھ کا اہتمام کرے۔ صاحب حاجت کسی خادم کا محتاج ہے تو اس کا اہتمام بھی لازم ہے۔[۷۰]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بالکل مساوات کے قائل ہیں اور ان کا یہی عمل تھا۔
بعض حضرات نے کہا کہ اسلام و ہجرت اور جہاد میں مقدم حضرات کو ترجیح دیں تو فرمایا:
میں اس فضیلت کو خوب جانتا ہوں۔ مگر اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔
معاش کے معاملہ میں مساوات ہی بہتر ہے۔[۴۰]

سیدنا عمر فاروق نے اس پالیسی کو تبدیل تو کیا آخر میں فرمایا کہ آئندہ سال زندہ رہا تو صدیقی پالیسی رائج کردوں گا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صدیقی پالیسی کے قائل تھے۔[۴۲] لیکن حضرت فاروق کو مجوسی سازش کا شکار ہونا پڑا جس کے پیچھے اصل سازش اہل سرمایہ و ثروت ہی کی تھی جو فارس وغیرہ کے رہنے والے تھے۔ وظائف کی تقسیم اور اس میں فرق و تفاوت ایک فطری بات ہے اور اس پر حکیم الامت امام ولی اللہ دہلوی نے بہت خوب گفتگو کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ سبھی لوگ ایک ہی کام پر مشغول ہو جائیں مثلاً تجارت میں یا زراعت میں تو فساد پیدا ہو جائے گا اس لیے رجال کار کی تقسیم اور وظائف کی تقسیم اور تفاوت بالکل فطری حقیقت ہے۔[۴۳]

رہ گئے ایسے لوگ جو کام کرنے کی بجائے ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائیں اور بیت المال پر بوجھ بن جائیں ان کے رویہ کو بھی شاہ صاحب معاشرتی فساد کا سبب گردانتے ہیں۔[۴۴]

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کس طرح معاشی مسئلہ کا حل نکالتا ہے۔ کمانے والے کمائیں اس میں سے خود بھی خرچ کریں سوسائٹی کا حق ادا کریں۔ سوسائٹی کی مصالح میں مشغول لوگوں کی سوسائٹی متکفل ہو اور محروم المعیشت افراد کی بھی کفالت کی جائے یعنی یا تو سرمایہ فراہم کر کے انہیں کام پر لگایا جائے یا ان کو معقول وظائف دیئے جائیں۔ ہمارے معاشرہ میں زکوٰۃ کے نام پر جو اندھیر گردی ہے اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ ایک غریب شخص یا عورت کو ۲۰/۱۰ روپے ماہانہ وظیفہ اتنی بڑی دھاندلی اور بدبختی ہے کہ الامان۔

ذرا وسائل معیشت کی توسیع پر بھی کلام ہو جائے اس امر کو سمجھ لیں کہ علم المعیشت کی نگاہ میں معاش کے بنیادی وسائل زراعت تجارت اور صنعت ہیں۔ اصل اور دولت حقیقت کے لیے ایک ہی چیز ہے لیکن فرق یہ ہے دولت کو عامل پیدائش بنانا، اس طرح کہ اس سے مزید دولت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوتو اسے ''اصل'' کہتے ہیں اور اگر اس کو ثمرہ پیدائش اور ماحصل سمجھیں اور اس سے مزید دولت پیدا ہونے کی بجائے اس سے انسانی حاجتیں پوری ہوں تو اسے دولت کہتے ہیں۔ مثلاً سکونت کا مکان دولت ہے اس کا کارخانہ چلانا یا کرایہ پر دے دینا اصل کہلاتا ہے گویا کہ کرایہ پر چلنے والی گاڑی اصل ہے تو سیر وتفریح کی گاڑی دولت ہے۔[۵۵]

اس سے توجہ دلانہ اس طرف مقصود ہے کہ آدمی جو ہے اس پر ہاتھ باندھ کر نہ بیٹھ جائے۔ ترقی کے وسائل تلاش کرے حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

> زراعت، جانوروں کی پرورش، معدنیات، نباتات اور حیوانات کا خشکی اور تری سے حاصل کیا جانا اور نجاری، لوہاری، پارچہ بافی وغیرہ کی صنعتیں یہ اور اس قسم کی وہ تمام چیزیں کہ جن کے طبعی جوہر سے نفع مطلوب حاصل ہو سکے۔ اصول معاشیات کہلاتی ہے۔[۵۶] اس لیے بدلے ہوئے حالات کے ساتھ آگے بڑھنا اور نئے وسائل اختیار کرنا ازبس لازم ہے "انتم اعلم باامور دنیا کم" جناب خاتم النبیین والمعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسی ضمن میں ارشاد ہے کہ اس میں تجربات وغیرہ کا لحاظ کر کے مزید وسائل حاصل کرنا اور اضافہ کی تدابیر کرنا اپنی جگہ بالکل درست بلکہ ضروری ہے۔

انسان مدنی الطبع ہے اس کی زندگی باہمی تعاون کے بغیر درست نہیں رہتی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے امدادِ باہمی کو لازم قرار دیا۔ نیز ضروری ہے کہ معاشی وسائل کو وسیلہ بنانے کیلئے اموال مباح کو قبضہ میں لیا جائے۔ مثلاً مویشیوں کی افزائش نسل آب پاشی اور اصلاح زمین کے ذریعہ زراعت وغیرہ کو ترقی دی جائے۔ اور سارا نظام اس طرح کیا جائے کہ دوسروں کے لیے معاشی تنگی نہ پیدا ہو۔ ورنہ نظام تمدن فاسد ہو کر رہ جائے گا۔[۵۷]

اس ضمن میں تفصیلات بہت زیادہ ہیں۔ زراعت ہی کے حوالہ سے طویل ابحاث ہیں۔ سب سے اہم بحث یہ ہے کہ آیہ زمینیں بٹائی پر دی جاسکتی ہی؟ اہل نظر کی رائے ہے کہ نہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا محمد طاسین کا مقالہ قابل لحاظ ہے۔ مسلم دنیا میں گنے چنے جاگیرداروں سے زرعی زمینیں واپس لے کر عاملین میں تقسیم کر دی جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ کتنا بڑا انقلاب آتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زمین ایسی چیز ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

رزق کو زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔[۷۸]

حضرت الامام سرخسی اس ضمن میں فرماتے ہیں

کہ حضور اقدس کے ارشاد سے زراعت و کاشتکاری مراد ہے۔

زراعت میں مال گزاری اور گھات اس طرح ہو کہ کاشتکاروں کو زحمت نہ ہو۔

بقول سیّدنا عمرؓ تم نے زمین پر خراج کس مقدار سے مقرر کیا ہے؟ معلوم ہوتا ہے تم نے کاشتکاروں پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔[۷۹]

مزید ارشاد ہے:

خراج مقرر کرتے وقت اچھی طرح دیکھ لو کہ لگان زمین کی نوعیت سے زیادہ نہ ہو۔[۸۰]

خراج زیادہ سے زیادہ جس مقدار میں درست قرار پاتا ہے وہ یہ ہے کہ لگان پیداوار سے نصف ہو۔[۸۱]

خراج اور عشر دو الگ الگ مدات ہیں جن میں سے ایک کی مقدار مقرر ہے (یعنی عشر کی) دوسرے کی نہیں۔ پھر عشر سال میں ہر فصل پر ہے۔ لگان سال میں ایک مرتبہ ہے عشر پیداوار پر کسی شکل میں معاف نہیں۔ لگان کے لیے خلیفہ معاف کر سکتا ہے۔[۸۲] مخصوص افراد اور طبقات کو یا حکومت خود ضرورت سے زائد چراگاہوں کے لیے زمین سنبھال کر رکھ لے۔ درست نہیں۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

چراگاہوں کا دستور لوگوں کی ضروریات میں دشواری کا باعث تھا اور مفاد عامہ کے لیے ظلم۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناجائز قرار دیا۔[۸۳]

ملک میں بنجر زمین نری بے برکتی ہے اس لیے مسئلہ یہ ہے:

کہ خلیفہ ایسی اور لاوارث زمین بانٹ دے اور اس طرح کہ سب مسلمانوں کے لیے بھلائی اور فائدہ ہو۔[۸۴]

اور ایسی زمین جو آباد کرے گا اس کی ملکیت ہو گی۔[۸۵]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جو شخص ایسی زمین لے کر آباد نہ کرے اس سے حکومت فوری طور پر واپس لے لے۔[۸۶]

حکومت پر لازم ہے کہ وہ آب پاشی کے لیے نہریں اور دوسرے ذرائع استعمال میں لائے اور ان کا انتظام کرے۔ قدرتی پانی کسی کی ملکیت نہیں ہوتا البتہ جہاں خرچ ہوگا وہ حکومت برداشت کرے اور حکومت کے خزانہ میں گنجائش نہیں تو حکومت اہل دول پر جبر کر کے ان سے مدد لے۔[۸۷]

زمین کی ملکیت انفرادی بیشک جائز ہے لیکن اس طرح نہیں کہ ایک شخص لاکھوں، ہزاروں ایکڑ کا مالک ہو اور دوسرا ایک ایکڑ کا بھی مالک نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ایک الگ بحث کی ضرورت ہے۔

وسائل معیشت میں زراعت کے بعد تجارت دوسرا وسیلہ ہے اور بہت اہم جسے ''اکبرالوسائل'' کہا گیا ہے۔[۸۸]

تجارت کی ترغیب سے متعلق قرآن وسنت میں بہت کچھ موجود ہے اسے رفاہیت کا سبب بتلایا گیا ہے۔[۸۹]

تجارت میں ایک اصول یہ ہے کہ دوسروں کے لیے زیادہ سے زیادہ نفع رسانی کا اہتمام ہو۔[۹۰]

جانبین کی حقیقی رضا اس میں موجود ہو۔[۹۱]

معاملہ کرنے والے حالات سے باخبر اور باشعور ہوں۔[۹۲]

معاملات میں کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو اور معصیت کی کوئی شکل نہ ہو۔[۹۳]

تیسرا اہم شعبہ صنعت وحرفت کا ہے۔ گو اسلام کا ابتدائی دور مشینوں اور ملوں کا نہ تھا لیکن دستی صنعتیں بہرحال تھیں۔ سیّدنا داؤد علیہ السلام کی زرہ سازی اس سلسلہ میں سب سے اہم ہے۔ حضور اقدسؐ کے بقول اچھی کمائی ہاتھ کی کمائی ہے۔[۹۴]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسب معاش کے لیے بہترین ذریعہ دستکاری کو بتلایا[۹۵] بہرطور دستکاری وصنعت وسائل معیشت کا اہم شعبہ ہے جس کی ابتداء گھریلو اور دستی صنعت سے ہوئی اور اب مشینوں اور ملوں کا دور آ گیا جس سے چہل پہل تو بہت ہوگئی مگر بقول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسے ''احساس مروت'' بھی کچلا گیا۔

ایک بات اور نوٹ فرمالیں کہ تجارت وصنعت کی دنیا میں شرح تبادلہ اور محصولات درآمد و برآمد کا بڑا دخل ہے۔

اسلام کے دور اوّلین میں پہلی بات نہ تھی کیونکہ مال کا تبادلہ مال سے ہوتا کہیں کہیں ٹکسال اور سکوں کا اہتمام تھا۔ البتہ دوسری چیز اس زمانے میں بھی رائج تھی۔

آج کی مہذب حکومتیں قومی نفع کا سوچتی ہیں۔ انسانیت کو کتنا ہی نقصان پہنچے۔ اسلام کا یہ مزاج نہیں کہ وہ عالمگیر انسانیت کا علمبردار ہے۔

وہ کسی ترجیحی سلوک کا قائل نہیں وہ اشیائے صرف وضرورت کے لیے کہتا ہے کہ انہیں بلا روک ٹوک اِدھر اُدھر آنے دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق فائدہ اٹھا سکے۔ ہاں اگر انسانی برادری کا کوئی حصہ کسی وجہ سے رکاوٹ پیدا کرے تو پھر دفع مضرت کے لیے ایسا ممکن ہے جیسا کہ دور فاروقی میں اطلاع آئی کہ یہودی اور عیسائی ممالک میں مسلمان تاجروں سے محصول لیا جاتا ہے تو آپ نے بھی عدل کے دائرہ میں اس کی اجازت دے دی اس کا نام ''عشور'' ہے۔ تاہم حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ تاجر سے سال میں ایک ہی بار محصول لیا جائے چاہے وہ کتنی بار مال لائے اور لے جائے۔ اور پھلوں وغیرہ جیسی اشیاء پر مطلق محصول نہ تھا۔[۹۶] مسلمانوں نے اس لائن میں تجارت کو جس طرح وسعت دی اور عام دائروں میں اس سے جو منافع ہوا ان سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔[۹۷]

ضرورت کے تحت خلافت راشدہ میں ٹکسال بھی قائم کی گئی۔ علامہ تبریزی نے کتاب ''النقود الاسلامیہ'' میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے اور ماوردی نے احکام السلطانیہ میں مزید تفصیلات فراہم کی ہیں۔ گویا اسلام شرح مبادلہ میں امام اور اس کی شوریٰ کی رائے پر چھوڑتا ہے تو کسٹم ڈیوٹی میں اپنی طرف سے سختی کا قائل نہیں۔

علی پاشا مصری کہتے ہیں:

اقتصادی مسائل میں دو مذہب ہیں ''آزاد تجارت'' جس کا مفہوم یہ ہے کہ برآمد ٹیکس نہ ہو۔ دوسرا مذہب ترجیحی تجارت کا ہے جس میں بوقت ضرورت ایسا ممکن ہے۔[۹۸]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں دوسرے مذہب میں بغض وعناد کی بو آتی ہے جس کا اسلام قائل نہیں اسلام کا نقطہ نظر ہے:

الناس کلھم سوا سیة (ارشادرسولؐ)

تمام انسان انسانیت کے حقوق میں برابر ہیں۔

اگر اخوت ومساوات اور اخلاق وفاضلہ کی دنیا میں ہوا چل پڑے اور لوگ ملکوں اور قوموں سے بالاتر ہوکر اسلام کے اصول انسانیت کے نقطۂ نظر سے سوچنا شروع کردیں تو دنیا میں بھوک، افلاس، قحط یہ سب ختم ہوکر رہ جائے لیکن افسوس یہ ہے کہ غیر مسلم تو ہے اپنی جگہ مسلم دنیا بھی حقیقی مساوات اور ہمدردی سے محروم ہے۔ حتیٰ کہ ہر ملک اپنے دائرہ کے اندر بھی شرافت ومروت کا رویہ نہیں اپنا سکتا۔ فیا حسرتا

تجارت ہی کے ضمن میں اسلام بدعنوانیوں کا سدباب کرتا ہے مثلاً احتکار (دولت کا سمٹ کر کسی طبقہ میں محدود ہو جانا) اکتناز (دولت کے خزانے افراد کے ہاں جمع ہو جائیں) اسی طرح قمار اور سٹہ کا حال ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا زمین پر ان کے معاش کا نظم فرمایا اور اس سے نفع حاصل کرنے کا موقعہ انہیں بخشا تو انسانی برادری جنگ وجدل کا شکار ہوگئی۔ تب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا کہ ذاتی محنت، وراثت یا کسی دوسرے جائز طریق سے کسی چیز کا مالک ہے۔ اس کی چیز میں کوئی دوسرا شخص مزاحمت نہیں کرسکتا البتہ بدل کے مختلف صحیح طریقوں سے اسے حاصل کرسکتا ہے بشرطیکہ معاملہ صحیح اصولوں پر ہو اور ایسا معاملہ جس میں دوسرے کو نقصان پہنچا کر خود نفع حاصل کرنا مقصود ہو جسے ''قمار'' تو ایسی جملہ چیزیں حرام محض ہیں۔[99]

اسی مد میں سود آتا ہے جس کی برائی اور شناعت پر قرآن وسنت کی دسیوں آیات اور احادیث موجود ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ اس نام ونہاد علمی دور میں جواز سود کے لیے علمی بنیادیں فراہم کرنے کی جسارت کرکے چالاک یہود کی فکر سے بینکاری سسٹم بنالیا گیا اور ایسی ہی اور تدبیریں اختیار کرلی گئیں۔ جبکہ سود خور کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا چیلنج ہے۔[100] اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدد لینے دینے والا سبھی لعنتی ہیں اور اس کی ہر شکل حرام محض نجس اور بدترین ظلم ہے۔

''واضح رہے کہ جوا حرام اور باطل چیز ہے اس لیے کہ دراصل وہ لوگوں کے مال کو زبردستی اچک لیتا ہے اور اس کی تہہ میں جہل، حرص، امید باطل اور فریب و دھوکہ کارفرما ہوتے ہیں اور اس میں امداد باہمی اور تمدن کا ادنیٰ سا بھی دخل نہیں ہوتا۔ دیکھیے جوئے میں اگر شکست خوردہ اپنے حریف کے مقابلے میں خاموش رہتا ہے تو غیظ وغضب اور حسرت وندامت کے ساتھ خاموش رہتا اور اگر ضبط نہیں کر سکتا تو جنگ و پیکار اور قتل وخونریزی پر آمادہ ہو جاتا ہے اور کامیاب حریف اس کی حرماں نصیبی سے لذت محسوس کرتا اور اس کی تباہی بربادی اور ہلاکت پر مسرت وخوشی کا اظہار کرتا ہے اُس کی حرص و آواز بڑھ جاتی ہے اور ہر وقت اسی جنون میں سرگرداں رہتا ہے۔ جوئے کی عادت، مال کی تباہی اور فسادات کی ترقی کا باعث ہوتی ہے۔ اور سب سے زیادہ مضرت یہ ہے کہ اس کی بدولت جو صحیح اقتصادی سہارے ہیں وہ بیکار ہو جاتے ہیں اور جس امداد وتعاون پر تمدن کی بنیاد قائم ہے وہ معطل ہو جاتے ہیں۔ روزمرہ کا مشاہدہ اس کا خود شاہد عدل ہے اسی طرح سود (جو ایسے قرض پر روپیہ دینے کا نام ہے جس پر نفع کے نام سے زیادتی وصول کی جاتی ہے) باطل اور حرام ہے اور سرتاسر ظلم ہے اس لیے کہ اس قسم کے قرض لینے والے عام طریقہ سے مفلس اور مضطر ہوتے ہیں وہ بیشتر مدت معین پر رقم ادا کرنے سے کوتاہ رہتے ہیں اور یہ سود ''سود در سود'' کے نام سے بڑھتا رہتا ہے یہ ''لین دین'' سخت جھگڑوں کا باعث اور عظیم الشان مناقشوں کا سبب بنتا ہے اور جس قوم یا ملک میں یہ بے محنت روپیہ حاصل کرنے کا رسم ورواج جڑ پکڑ جاتا ہے وہاں عوام کے لیے صنعت وحرفت زراعت اور تجارت کی صحیح راہیں بند ہو جاتی ہیں جو ذرائع آمدنی کے لیے فطری اصول ہیں۔

معاملات میں اس سے زیادہ ''باریک اور پیچیدہ'' دوسرا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ جس میں ظاہری نفع کی صورت میں حقیقی تباہی و بربادی مضمر ہو۔ دراصل یہ دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاملات خاص قسم کے نشے ہیں جو خدا کے بتائے ہوئے قانون اور ذرائع آمدنی کے صحیح طریقوں کے استعمال کے خلاف ہر انسان کو آمادہ کرتے ہیں اور تمام نشوں سے زیادہ فسادات عداوت باہمی، انسان کشی کے باعث بنتے ہیں اس لیے اسلام نے ان دونوں کو ظلم اور باطل قرار دیا اور چوں کہ سُود کی دو قسمیں ہیں ایک بیان کردہ صورت جو حقیقی ربا کہلاتی ہے اس لیے اس کو بغیر کسی قید و بند کے حرام کر دیا اور دوسری ''رباء فضل'' کہلاتی ہے۔ جیسا کہ سونے اور چاندی کا کمی بیشی سے لین دین کرنا وغیرہ اس لیے ان اشیا کے خرید و فروخت کے جواز کو تسلیم کرتے ہوئے ان تمام صورتوں کو حرام بتایا جن کا نتیجہ سودی لین دین کے موافق نکلتا تھا تا کہ اس غیر فطری کاروبار کا پوری طرح انسداد ہو جائے۔[۱۰۱]

اسلام نے امداد باہمی کے جو صاف ستھرے اصول بتلائے تھے ان کے مقابل کو اپریٹو سوسائٹیاں دور حاضر کی یہودی ذہنیت کی کارفرمائی ہے جس میں غریب کاشتکاروں، مزدوروں اور متوسط طبقات کے لیے بظاہر بھلائی کا تصور ہے لیکن سود کی آمیزش نے ان کا انجام بھی مصیبت کا باعث بنا دیا ہے۔

امداد باہمی کے لیے تجارت کی ایک شکل مضاربت بہترین اصول ہے جس سے بہت سے ستم رسیدہ لوگ سنبھل جاتے ہیں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

باہمی معاونت کی چند اقسام ہیں ان میں سے ایک مضاربت ہے کہ ایک شخص کا مال ہو تو دوسرے کی محنت اور فریقین کی باہمی رضامندی سے نفع کا فیصلہ ہو۔[۱۰۲]

اسی طرح کی اور بھی شکلیں ہیں جو فقہ کے متعلقہ ابواب میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ سود وغیرہ کی طرح مسکرات کی تجارت بھی حرام محض ہے کہ اس میں تمدن کا فساد لازم آتا ہے کتب فقہ میں ہے۔

مردار، خون، شراب، سود، مدبر، مکاتب، ام ولد کی تجارت حرام ہے کہ تجارت کے ایک رکن یعنی مال کے ساتھ مال کا تبادلہ یہاں معدوم ہے۔[۱۰۳]

بطور تتمہ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اسلام ذاتی ملکیت سے تو نہیں روکتا یعنی اصول کو تسلیم کرنے کے باوصف تحدید ضرور لگاتا ہے اور اس نے بعض اشیاء کو عام فائدہ کے لیے مباح قرار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا ہے۔ ایسی اشیاء کسی کا حق نہیں، ہر فرد ان سے یکساں فائدہ اٹھاتا ہے اور ذاتی ضرورت کے لیے اس نے جو حاصل کیا اسی کا وہ مالک ہے اور بس سٹیٹ کا فرض ہے کہ ایسی چیزوں کا نظام مفاد عامہ میں اپنے ہاتھوں میں لے لے اور جمہور کی ملکیت کے نام پر ان کی بہتری کے لیے مناسب تصرف کرے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے کانوں کا نمبر آتا ہے۔ اس سلسلہ میں ترمذی کتاب ایسوع کے حوالہ سے علماء نے کہا کہ

> کانوں کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا میٹریل ظاہر ہو اس کے برآمد کرنے کے لیے زحمت نہ اٹھانا پڑے۔ دوسری وہ جن میں سرمایہ محنت کی ضرورت ہو۔[۱۰۴]

پہلی قسم کی کانوں کو کسی کی ملکیت میں دے دینا جائز نہیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

> سطح زمین سے وابستہ ایسی کانیں جن میں زیادہ محنت و منفعت کی ضرورت پائیں۔ ان کا کسی ایک شخص کو بخش دینا عام لوگوں کے لیے نفرت کا باعث ہے۔ اس لیے درست نہیں۔[۱۰۵]

دوسری قسم کی کانوں میں اجازت کی گنجائش کے باوجود پوری طرح چھان پھٹک کر لینا ضروری ہے تاکہ مذموم سرمایہ داری کی اس سے بنیاد نہ پڑ سکے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کے پاس سونا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا اس نے کہا میں نے کان سے حاصل کیا، آپؐ نے فرمایا: "لیس فیه خیر"[۱۰۶]

معالم السنن میں خطابی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

> کہ چونکہ سرمایہ دار حریص اور طالع ہو جاتے ہیں زکوٰۃ یا تو نکالتے نہیں یا حیلے کر کے گڑ بڑ کرتے ہیں۔ اس لیے یہ جملہ ارشاد فرمایا گیا نیز کان کنی بڑی مصیبت کا کام ہے جو مزدور برداشت کرتے ہیں اور سرمایہ داران کا صحیح حق ادا نہیں کرتا اس لیے بھی یہ جملہ ارشاد فرمایا گیا۔[۱۰۷]

ان مبارک کلمات کو دیکھیں اور اپنے دور کی مردود سرمایہ داری کو دیکھیں جس کے تحفظ کے لیے آج کا پیر اور مولوی بھی سرگرم عمل ہے کہ بدبخت سرمایہ دار اسے حج اور عمرہ کے چکر میں رکھتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مسجد و مدرسہ کے نام پر چندہ دیتا ہے اور اسی قسم کی ''شرعی رشوت'' سے اپنے ہر غلط اور باطل دھندے کو جائز قرار دیتا ہے۔

اس قسم کی سرمایہ داری کے نتیجہ میں ملوں اور کارخانوں کا جال بنا جاتا ہے لیکن تحقیق کریں تو چند خاندان ہی ان کے مالک ہوتے ہیں ___ یہ لوگ اندھی دولت (بلیک منی) کے چکر کا شکار ہو کر انسانیت کے لیے بالعموم اور مزدور پیشہ طبقہ کے لیے بالخصوص قہر بن جاتے ہیں جس سے تمدن فساد ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہ طبقہ پھر عیش و تنعم کی وادی میں کھو کر رہ جاتا ہے اور اس کی حرکات کے سبب معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسی صورت حال پر شاہ صاحب نے شدید تنقید کی اور فرمایا:

> یہ طبقہ خود اور ان کی خواتین نت نئے تنعم کے اسباب فراہم کرتا ہے اور یہ کہ عام لوگوں پر اس سے سخت مصیبت آ جاتی ہے۔ ایسی ہی صورت حال میں انقلاب کی لہریں اٹھ کر سب کچھ بہالے جاتی ہیں۔[۱۰۸]

تحدید سے آزاد سرمایہ داری پر بند باندھنے کی غرض سے زکوٰۃ کا نظام از بس لازم ہے جو گو عام طور پر ۲/۱ ۲ فیصدی ہے۔ لیکن بہر حال اس سے سرمایہ دار کی اصلاح ضرور ہوتی ہے اور وہ بداخلاقی کی بہت سی امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ شاہ صاحب کا اقتباس ہے:

> واضح رہے کہ ''زکوٰۃ'' میں دو مصلحتوں کی رعایت پیش نظر رکھی گئی ہے (۱) تہذیبِ نفسی (۲) مدنی و اجتماعی حاجات کا انسداد۔ تہذیبِ نفس سے مراد یہ ہے کہ ''مال'' بخل، خود غرضی، جنسی عداوت، جنسی بداخلاقیاں پیدا کرتا ہے اور ان بداخلاقیوں کے انسداد کا بہترین علاج ''انفاق'' یعنی صرف مال اور سخاوت ہے۔ اس سے بخل کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ خود غرضی مٹ جاتی ہے اور عداوتِ جنسی کی بجائے جنسی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی جنسی محبت ان تمام اخلاقِ کریمانہ کی اساس و بنیاد ہے جو انسان کو حسن معاملت کا خوگر بناتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ''انسان'' اخلاقِ حسنہ کا پیکر بن جاتا ہے جو انسان کا نام تہذیب نفس ہے اور زکوٰۃ مدنی و اجتماعی حاجات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے انسداد کا بہترین علاج ہے اس لیے کہ نظام مدنی اس وقت تک صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس نظام میں مضبوط ''مالی نظام'' موجود نہ ہوتا کہ اسکے ذریعہ سے مدنی نظام کے اعلیٰ و ادنیٰ اعمال اور رعایا ''پبلک'' کے مناسب حال حاجات و ضروریات کو پورا کیا جا سکے۔ نیز فقراء مساکین، ضعفاء، یتامیٰ، بیوگان اور اسی قسم کے دیگر حاجتمندوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور ذلیل و رسواء ہونے سے محفوظ رہیں اور حکومت اُن کی پوری کفالت کر سکے اور یہ تمام مشترک ذمہ داریاں اسی طرح پوری ہوسکتی ہیں کہ منجملہ دیگر ذرائع آمدنی کے حکومت کی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ اہل سرمایہ سے وصول کی زکوٰۃ کی شکل میں حاصل ہو۔

یہی وجہ ہے کہ فطرت وعقلِ سلیم کے تقاضا کے مطابق اسلام نے اس ٹیکس کو چار اصناف میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ اس مال سے ''زکوٰۃ'' لی جائے جس میں نمو اور ترقی کی استعداد ہو اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

ا) وہ جانور جو چراگاہوں میں اضافہ نسل کے لیے پالے جا رہے ہوں۔

ب) زراعت۔ ج) تجارت۔

۲۔ ان اشخاص سے لی جائے جو شریعت کی نگاہ میں اہل سرمایہ شمار ہوتے ہیں، جن کو قرآن عزیز میں الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کہہ کر پکارا گیا (یعنی نقد چاندی یا سونا رکھنے والے)

۳۔ ان اموال میں لی جائے جو لوگوں کو بغیر محنت وتعب کے آسانی سے حاصل ہو گئے ہوں، جیسے خزانے کی دریافت یا جواہرات کی دریافت میں بھی اپنا مقررہ حصہ پائیں۔

۴۔ اہل صنعت وحرفت پر مقرر کی جائے۔

پھر اسلام نے موسمی حالات، اتفاقی حادثات، عام معاشی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے لیے ایک مدت معین کی۔ مقدار معین کی۔ نیز ضروریات و حاجاتِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عامہ کو اس ٹیکس سے مستثنیٰ کر دیا۔

اس تفصیل سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام نے اپنے فریضہ میں مدنی و اجتماعی اور اقتصادی حالات کی بہتری کا کس قدر خیال رکھا ہے بلکہ اس کی بنیاد ہی صرف دو امور پر قائم کی۔ انفرادی تہذیب نفس اور اجتماعی اقتصادی فلاح و بہبود۔[109]

زکوٰۃ کے علاوہ بھی صدقات واجبہ کی بہت سی شکلیں ہیں وہ نیز وراثت بھی ایسی ہی بے قید سرمایہ داری کے لیے ایک علاج کی حیثیت رکھتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں:

غور کرو! بلا شبہ عقل و حکمت کا تقاضہ یہ ہے کہ انسانوں کے درمیان یہ ''طریقہ'' لازمی اور ضروری ہونا چاہیے کہ اہل قبیلہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد کریں اور دردمندی و بہی خواہی کا ثبوت دیں اور ایک دوسرے کے نفع و نقصان کو اپنا ذاتی نفع و نقصان سمجھیں اور یہ بات ایسی خلقت اور جبلّت کے بغیر ناممکن ہے جس کی پشت پر اس کو مضبوط بنانے کے لیے خارجی اسباب اور اس کو محفوظ رکھنے کے لیے سنت متوارثہ موجود ہو۔ یہاں جبلّت تو اس علاقہ کا نام ہے۔ جو باپ اور بیٹے یا مثلاً بھائی بھائی کے درمیان موجود ہے اور اسی طرح دو یا چند عزیزوں کے درمیان ہوا کرتا ہے۔

اور اسباب خارجی، باہمی اُلفت و مروت، رہنمائی، غمگساری و ہمدردی وغیرہ کا نام ہے کیونکہ یہ امور آپس میں محبت پیدا کرتے ہیں۔ مصائب و آلام میں ایک دوسرے کی اعانت و نصرت کے لیے بہادر بناتے ہیں۔

اور سُنت، ان امور کو کہتے ہیں جن کو شریعت کی زبان لوگوں میں رشتہ اخوت پیدا کرنے کے لیے ضروری قرار دیتی اور اس کے نہ کرنے پر قابل ملامت ٹھہراتی ہے۔ مثلاً وہ حکم دیتی ہے کہ صلہ رحمی ضروری اور فرض ہے اور ایسا نہ کرنے والا آثم اور گنہگار ہے۔ مگر جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض انسانی طبائع بُرے خیالات اور بیہودہ افکار کے پیچھے لگی رہتی اور صلہ رحمی جیسے عمدہ اوصاف کے خلاف بغاوت کرتی ہیں اور بہت سے غیر ضروری کام کرنے پر آمادہ رہتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو ایسی حالت میں اس بات کی ضرورت ہوئی کہ اس قسم کے (اخلاقی) امور کو ضروری قرار دیا جائے اور لوگوں کے قبول وانکار سے بالاتر ہو کر اُن پر لازم کر دیا جائے۔ مثلاً عیادت مریض، مصیبت زدہ (مقروض اسیر وغیرہ) کی گلوخاصی، دیت اقرباء پر پڑے ہوئے تاوان کی ادائیگی۔ اپنے ذی رحم محرم کو غلامی سے نجات دلانا وغیرہ اس قسم کی معاونت ونصرت کا سب سے زیادہ استحقاق اس وقت ہو جاتا ہے جب انسان موت کے کنارے کھڑا ہو اور مال سے بے پرواہ ہو جائے اس لیے کہ ایسے وقت میں اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے مال کو اپنی ذاتی معاشرتی اور منزلی مفید کاموں پر زیادہ سے زیادہ صرف کرے اور یا پھر اپنی موت کے بعد اپنے اقرباء کے لیے چھوڑ جائے اور اس طرح کی اعانت و مدد کرے بہرحال تقسیم دولت کا یہ ایک بہترین طریقہ ہے۔[۱۱۰]

ان لازمی ذمہ داریوں کے بعد صدقات نافلہ، اوقاف، ہبہ، وصیت، قرض حسنہ، عاریت امانت وغیرہ کے لیے شریعت اسلامیہ نے جو کچھ فرمایا اس کی روح یہی ہے کہ ایک طبقہ دنیا بھر کی دولت پر سانپ بن کر نہ بیٹھ جائے اور دولت و سرمایہ معاشرہ میں خوب پھیل جائے تاکہ عام انسانی برادری اس سے فائدہ اٹھا سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

۱ اختصار از حجۃ اللہ البالغہ ج ا ص ۱۰۴ ج ۲ ص ۱۰۵، ۱۰۶

۲ معاشیات ۔ مقاصد اور منہاج از ڈاکٹر ذاکر حسین ص ۱۱/۱۰

۳ ایضاً ص ۵۷

۴ البدایہ والنہایہ: ج ۵ ص ۶۴ مطبوعہ لاہور

۵ القرآن ___ سورۃ ۵۰ آیت ۳۰

۶ ترجمان القرآن ___ مولانا ابوالکلام آزاد ج ۲ ص ۱۳۲ مطبوعہ لاہور

۷ البقرہ آیت ۱۲۶ ___ ترجمہ مولانا احمد سعید دہلوی موسوم بہ کشف الرحمٰن ج ا ص ۲۹ مطبوعہ کراچی

۸ ہود: آیت ۶

۹ الذاریات: ۳۲

۱۰ الانعام: ۱۵۱

۱۱ النمل: ۶۴

۱۲ الذاریات: ۵۸

۱۳ الحجر: ۲۰

۱۴ البقرہ: ۲۹

۱۵ حم السجدہ: ۱۰ ___ بعض حضرات نے آخری ٹکڑے کا اس طرح ترجمہ کیا "جو برابر ہیں حاجتمندوں کے لیے" (اس سلسلہ کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں روح المعانی۔ ابن جریر اور ابن کثیر کے متعلقہ مقامات)

۱۶ النحل: ۷۱

۱۷ گلستان (دیباچہ) مطبوعہ ملتان۔

۱۸ ایضاح الادلہ للشیخ محمود دیوبندی ص ۲۶۸ مطبوعہ دیوبند (انڈیا)

۱۹ محلی ابن حزم اندلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۲۰ البلد: ۱۰

۲۱ الزخرف: ۳۲

۲۲ الرعد: ۲۶

۲۳ الانعام: ۱۶۵

۲۴ التوبہ: ۳۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵ الحشر:۷

۲۶ البقرہ:۱۹۰

۲۷ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۵۳۔۵۴ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۴ء ___ اس موقعہ پر امام ابن کثیر کی تفسیر کے حوالہ سے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک معلوم کرلیں۔
حضرت ابوذر کا مسلک یہ تھا کہ اہل وعیال کے نفقہ سے زیادہ روپیہ جمع رکھنا حرام ہے وہ اس کا فتویٰ دیتے اس کی تبلیغ کرتے اور اسی کا سب کو حکم دیتے (سورہ توبہ)

۲۸ البقرہ:۲۷۵

۲۹ البقرہ:۲۷۶

۳۰ المائدہ:۹۰

۳۱ المطففین:۱تا۳

۳۲ النساء:۲۹

۳۳ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۲۰۲

۳۴ شق ب کی مثال قمار سٹہ لاٹری ہے تو شق ج کی بدترین مثال سود وربوٰ ہے۔

۳۵ الحدید:۲۷

۳۶ الجمعۃ:۱۰

۳۷ العنکبوت:۱۷

۳۸ ج۔د ہر دو ___ از کنز العمال ج ۲

۳۹ طبرانی فی الاوسط ونعیم فی الحلیہ

۴۰ کنز العمال جلد ۲

۴۱ احیاء علوم الدین للغزالیؒ ج ۲ ص ۵۷

۴۲ اتحاف السادہ ج ۵ ص ۲۱۷

۴۳ ان آیات قرآنی کو مدنظر رکھیں
البقرہ:۱۶۸، المائدہ:۸۸، المومنون:۵۱ اور الاعراف:۱۵۷

۴۴ المنار: ج ۱:۸۷ (ابن کثیر ج ۱ ص ۲۰۳ بھی قابل غور ہے)

۴۵ مثلاً سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳ اور نمبر ۹۰ وغیرہ۔ جبکہ امام بخاری، امام ابوداؤد وغیرہ نے مختلف مواقع پر بعض اشیاء کا ذکر کیا جیسے ریشمی لباس (مردوں کے لیے) دیبا، فز، ریشمی گدے سب کے لیے سونے چاندی کے برتن۔

۴۶ الاعراف:۳۱ اور بنی اسرائیل:۲۶، ۲۷ اسراف وتبذیر کے فرق پر علامہ ماوردی نے بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کمیت یعنی مقدار پر خرچ میں حد سے تجاوز اسراف ہے اور کیفیت یعنی مواقع صرف خرچ میں اس سے تجاوز کا نام تبذیر ہے بحوالہ روح المعانی ج ۱۵ ص ۵۹ مطبوعہ لاہور جب کہ مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اڑاؤ فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچ سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر عائد شدہ حقوق کے فوت ہونے اور ارتکاب حرام کا سبب بنے حواشی مولانا عثمانی ص ۳۶۸۔

اور صاحب روح المعانی سورۂ طٰہٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سرکشی نہ کرو۔ مال کو اسراف، غرور اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی اور حقوق واجبہ کے تلف کا ذریعہ نہ بناؤ روح المعانی ج ۱۶ ص ۲۱۶

۴۷ کنز العمال

۴۸ ابن کثیر ۶ ص ۶۳

۴۹ تفسیر کبیر ج ۱۹ ص ۴۲ مطبوعہ ایران

۵۰ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۴۷

۵۱ مندرجہ ذیل آیات قابل توجہ ہیں۔

سورۂ الحشر: آیت ۹: سورۂ البقرہ آیت ۲۱۹

آل عمران: ۹۲

نیز فتح الباری ج ۳ ص ۲۲۹، ص ۲۳۰ قابل مراجعت ہے۔

۵۲ مولانا حفظ الرحمٰن۔ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۰۷/۱۰۶

۵۳ اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۰۸۔۱۰۹

ان مدات کی تفصیل کا یہ وقت اور موقعہ نہیں، امام ابوعبید کی ''کتاب الاموال'' امام ابو یوسف کی ''کتاب الخراج'' مولانا مناظر احسن گیلانی کی ''اسلام کا معاشی نظام'' ڈاکٹر یوسف الدین کی ''معاشیات اسلام'' جیسی کتابوں میں تفصیلات ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہیں__ اختصار اور جامعیت کے لیے مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کی ''اسلام کا اقتصادی نظام'' دیکھیں۔

۵۴ سورۂ نساء کی آیات ۵۹، ۸۳ ملاحظہ فرمائیں۔

۵۵ حربی کے لیے سورۂ توبہ آیت ۵

حربی مستامن کے لیے توبہ آیت ۶

معاہد مسالم کے لیے انفال: ۶۱ اور توبہ: ۴

ذمی کے لیے توبہ: ۲۹

جبکہ فیصلہ کن آیات ممتحنہ کی ہیں ۸۔۹

۵۶ بیان القرآن ج ۲ ص ۱۱، ۱۲

۵۷ کتاب الخراج (عربی ایڈیشن) ص ۲۷

۵۸ شرح شرعۃ الاسلام للسید علی زادہ حنفی

۵۹ ترجمان القرآن لابی الکلام آزاد جلد: ۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۰ کتاب الخراج لابی یوسف الحنفیؒ ص ۴۴
۶۱ کتاب الاموال لابی عبیدؒ ص ۲۳۷
۶۲ حجۃ اللہ ___ مزید تفصیلات کے لیے کتاب الخراج ص ۱۸۶۔۱۸۷ اور کتاب الاموال ص ۶۰۶ ملاحظہ فرمائیں
۶۳ سیرت العمرین بحوالہ کتاب الاموال ص ۱۶۵
۶۴ کتاب الاموال ص ۱۶۸، ۲۶۱، ۲۶۲
۶۵ کتاب الاموال ص ۲۴۶، ۲۴۷
فتوح البلدان ص ۱۴۶
۶۶ طبری ج ۴ ص ۲۵۴، ۲۵۶
شامی ج ۴ ص ۳۲۵
کتاب الام للامام الشافعی
۶۷ کتاب الخراج ص ۱۲۶
۶۸ کتاب الخراج ص ۱۴۴
۶۹ مختصر مختار الکونین قلمی ص ۴۴
بحوالہ اسلام کا اقتصادی نظام
۷۰ بدائع الصنائع ج ۴ ص ۳۸
۷۱ کتاب الخراج ص ۴۲ کتاب الاحوال ص ۲۶۳
۷۲ کتاب الخراج ۲۶۴
۷۳ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۴۴
۷۴ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۴۵ ج ۱ ص ۱۰۶
۷۵ علم المعیشت باب ۳ ص ۳۷ ج ۱ ص ۹۹
۷۶ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۳
۷۷ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۳
۷۸ مجمع الزوائد ج ۴
۷۹ کتاب الخراج ص ۸۶
۸۰ کتاب الخراج ص ۳۷
۸۱ بحر الرائق ج ص ۱۱۶
۸۲ کتاب الخراج ص ۸۶
اس سلسلہ کی تفصیلات مولانا شبلی کی الفاروق میں ذمی رعایا کے حقوق میں ضرور دیکھیں۔
۸۳ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۴ کتاب الخراج ص ۲۶

۸۵ ارشاد رسالت _ مندرجہ بخاری، مسند

۸۶ کتاب الاموال ص ۲۹۰ کتاب الخراج ص ۶۲

۸۷ مبسوط ص ۱۶۴ ج ۲۳ کتاب الخراج ص ۹۵ فتوح البلدان ص ۳۵۳ حسن المحاضرہ ص ۹۴

۸۸ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۲ ص ۲۰۲

۸۹ بیہقی، ترمذی (ہر دو کتاب البیوع)

۹۰ المائدہ: آیت ۲

۹۱ النساء: آیت

۹۲ ابوداؤد ابواب البیوع

۹۳ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۲ ص ۲۰۲

۹۴ بخاری کتاب البیوع

۹۵ ابن ماجہ

۹۶ کتاب الاموال ص ۸۳۱

۹۷ مثلاً الاسلام والحضارۃ العربیہ ۲ آغانی ج ۸ مسند احمد ج ۱ ابن سعد ج ۲۳

۹۸ خواطر فی القضاء والاقتصاد فی الاجتماع ص ۲۱۱

۹۹ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۳

۱۰۰ آل عمران وغیرہ

۱۰۱ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۶

۱۰۲ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۶ نیز سعیدیات ج ۲ ص ۱۱۲

۱۰۳ سعیدیات حصہ اوّل ص ۳۱۴

۱۰۴ مولانا حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام ص ۲۸۴

۱۰۵ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۰۴

۱۰۶ ابوداؤد کتاب الامارہ والفی والخراج

۱۰۷ معالم السنن للخطابی ج ۳

۱۰۸ حجۃ اللہ البالغہ باب من ابتغاء الرزق ج ۲ (تلخیص)

۱۰۹ حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ (ابواب الزکوٰۃ کا اختصار)

۱۱۰ حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۱۷

❖ ❖ ❖

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحجر

حجر کی لغوی شرعی تحقیق

حَجَرَ یَحْجُرُ حَجْرًا نَا وَ حَجْرا وَحُجْرا وَ حُجْرانًا وَحِجْرٌ وَحِجْرَانًا ــــ

علیه منعه من التصرف بماله۔

یعنی ''علی'' کے صلہ کے ساتھ کسی کو اس کے مال میں مطلق تصرف سے منع کرنے پر بولا جاتا ہے علیہ الامر کا مفہوم ہوتا۔ منعه عنه

اسی طرح حجر یحجر حجرا وا محجرا علیه الامر ای حرّمه علیه[1]

هکذا فی المنجد الابجدی وقال صاحب المنجد الحجر مصدر ــــ

المنع مطلقا الحرام یقال هذا حَجرٌ علیك ای حرام علیك[2]

کسی قدر تفصیل کے ساتھ یہی لغوی بحث ''المنجد'' میں موجود ہے۔

(المنجد فی اللغة والادب والعلوم)[3]

الحجر فی اللغة: التضیق و المنع و منه قول الرسول صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم لمن قال اللّٰهم ارحمنی و ارحم محمد اولا ترحمه معنًا احداً "لقد حجرت واسعاً یا اعرابی"

ومعناه فی الشرع: منع الانسان من التصرف فی مالهٗ[4]

لغت میں حجر کہتے ہیں تنگی کرنا اور منع کرنا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اسی مفہوم میں ہے جو آپ ﷺ نے ایک دیہاتی سے کہا تھا۔ وہ اپنے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کر رہا تھا کہ:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے اللہ، تو مجھ پر رحم کر اور محمد ﷺ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی پر رحم نہ کر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا۔

اے دیہاتی! تو نے اس ذات کی رحمت کو محدود و تنگ کر دیا جو بڑی وسعت والی ہے۔

اور شریعت میں اس کا معنی ہے۔ انسان کو اس کے مال میں تصرف سے روک دینا۔

الحجر کا لغوی معنی مطلق روکنا ہے جو بھی رکاوٹ ہو اور شرعاً یہ ہے کہ ایک خاص طریق سے تصرف سے منع کرنا۔[5]

الحجر وھولغة یقال للمنع والحرام ولمقدم الثوب حجر کو لغت میں کہتے ہیں منع کرنا۔ حرام اور کپڑے کے سامنے کا حصہ۔

وشرعا: قال ابن عرفة صفة حکمیةتو جب منع موصوفها من نفوذ تصرفه فی الزائد علی قوته او تبرعه بماله، قال وبه دخل حجرالمریض والزوجة[6]

اور شرعاً اس کا مفہوم ابن عرفہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ ایک ایسی صفت حکمی جو اس کے موصوف کو اپنے زائد مال میں تصرف سے روک دے یہ روکنا قوت کے سبب ہو یا اخلاقی اقدار کا لحاظ کر کے، کسی مریض کو وقتی طور پر روک دینا یا اپنی اہلیہ کا ہاتھ پکڑ لینا اور اس کو روک دینا بھی اس ضمن میں آتا ہے۔

الحجر فی اللغة: المنع والتضیق و منه سمی الحرام حجرا: قال تعالیٰ (۲۲:۲۵ ویقولون حجرا محجورا) ای حراما محرما ویسمّی العقل حجرا قال اللّٰه تعالیٰ (۸۹:۵ هل فی ذالك قسم لذی حجر) ای عقل سمی حجراً لانه یمنع صاحبه من ارتکاب ما یقبح و تضر عاقبة وهو فی الشریعة منع الانسان من التصرف فی ماله۔[7]

یعنی حجر لغت میں منع اور تضیق (تنگی) کا نام ہے۔ حرام کو حجر سے موسوم کیا گیا جیسا کہ قرآن عزیز کی سورۃ ۲۵ آیت ۲۲ کا ٹکڑا ہے "وَيَقُولُونَ حِجْراً مَّحْجُوْرًا" اور عقل کو بھی اس سے موسوم کیا گیا جیسا کہ قرآن عزیز کی سورۃ ۸۹ کی آیت ۵ میں ہے "هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِذِیْ حِجْرٍ" عقل کو اس لیے موسوم کیا گیا کہ یہ انسان کو ان چیزوں سے روکتی ہے جو قبیح اور بری ہیں اور جن کا انجام نقصان دہ ہے اور شریعت میں حجر نام ہے انسان کو اس کے مال میں تصرف سے روکنے کا۔

الحجر هو لغة المنع و شرعا المنع من التصرفات المالية والا صل فيه قوله تعالى (وابتلوا اليتامىٰ حتى اذا بلغو النكاح...) وقوله تعالىٰ (فان كان الذى عليه الحق سفيها او ضعيفا) الخ وقد فسر الشافعى رحمه الله تعالى السفيه بالمبذر والضعيف بالصبى والكبير بالمختل والذى لا يستطيع ان يمل بالمغلوب على عقله فاخبر الله تعالىٰ ان هؤلاءِ يتوب عنهم اولياء هم فدل على ثبوت الحجر عليهم [8]

حجر لغت میں منع کو کہتے ہیں اور شریعت میں تصرفات مالیہ سے روکنے کو، اس میں اصل بنیاد قرآن عزیز کی سورۃ النساء کی یہ آیت ہے جس میں ارشاد ہے "اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر[9] کو اور دوسرا یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے جس پر قرض ہے بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا تو بتلا دے اس کا وکیل انصاف سے[10] اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "سفیہ" کی تفسیر تو "مبذر" (بے جا اڑانے والا) سے کی ہے ضعیف کی بچہ کے ساتھ اور کبیر کی مختل کے ساتھ (جس کو خلل دماغ کا عارضہ لاحق ہو) اور جو طاقت نہیں رکھتا کہ لکھوا سکے اس کی تفسیر کی اس کے ساتھ جس کی عقل مغلوب ہو چکی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان سب کی طرف نائب ہوں ان کے وارث و وکیل۔ اور یہی بات ان کے حق میں حجر کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے۔

حجر کا عربی میں لغوی معنی بچاؤ ہے علاوہ ازیں رکاوٹ پابندی ممانعت، مزاحمت کے لیے ایک خاص اصطلاح ہے اور کسی حق یا شئی کے مصرف میں لانے یا ہبہ، صدقہ، عطیہ، بیع وشری نکاح وطلاق وغیرہ کے اختیار پر پابندی کا عمل اور اس کا نتیجہ دونوں مراد ہیں۔[11]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات احناف فرماتے ہیں۔

هو عبارة عن منع مخصوص، متعلق بشخص مخصوص عن تصرف مخصوص او عن نفاذ ذالك التصرف۔

مالکیہ کہتے ہیں:

الحجر توجب منع موصوفها من نفوذ تصرفه فيما زاد على قوته كما يوجب منعه في نفوذ تصرفه في تبرعه بذائد على ثلث ماله۔

ترجمہ: اور حنابلہ بعض مال کے ساتھ اسے مخصوص قرار دیتے ہیں اس لیے وہ تعریف کرتے ہیں۔

هو منع مالك عن تصرفه في ماله۔

ترجمہ: بعض ائمہ نے حجر کو بڑی وسعت دی اور کہا کہ ہر وہ عمل روکا جا سکتا ہے جس کا ضرر دوسروں تک پہنچے جیسے نیم حکیم کو طب سے، جاہل مفتی کو فتویٰ سے، اسی طرح ہر مضرت رساں عمل پر پابندی لگائی جا سکتی ہے۔[12]

اس مختصر لغوی بحث سے، جس میں شرعی بحث بھی آ گئی، یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ "حجر" ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا تعلق کسی فرد یا جماعت کو مختلف قسم کے تصرفات سے روکنا ہے جبکہ ان کے تصرف سے بگاڑ و فساد اور ضرر و نقصان کا اندیشہ ہو اور بالخصوص اس کا تعلق مالی تصرفات سے روکنے سے ہے اس لیے کہ مال جو حلال ذریعہ سے حاصل ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اس کی حفاظت بے حد لازم ہے بے احتیاطی بے تدبیری ایسے اسباب سے اگر وہ ضائع ہو جائے تو جہاں متعلقہ شخص کا نقصان ہو گا وہاں اور بھی بہت سے لوگ نقصان کا شکار ہو جائیں گے۔ اس لیے شریعت اسلامیہ نے کچھ ضوابط و حدود تجویز فرما لیے ہیں تاکہ فساد و بگاڑ سے بچا جا سکے انہی ضوابط و حدود میں سے ایک "الحجر" ہے جس کے متعلق یہاں گفتگو مقصود ہے۔

جس شخص کو "حجر" کے ذریعہ تصرفات سے پابند کیا جائے اسے "مجور" کہا جاتا ہے۔

حجر کے اسباب:

کون کون سے لوگ ایسے ہیں جنہیں اس قسم کی پابندیوں کے ذریعہ روکا جا سکتا ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الف) نابالغ (ب) غیر عاقل (ج) غیر ذمے دار بالخصوص فضول خرچ شخص (د) دیوالیہ (ھ) غلام جبکہ مالک کی طرف سے اسے لین دین کی اجازت نہ ہو۔[13]

فقہ ابن حزم ظاہری میں ہے۔

لا یجوزا الحجر علی احد فی ماله الا علی من لم یبلغ او علی مجنون فی حال جنونه ..... ولااعتراض لا ب ولا لزوج ولا لحاکم فی شیء من ذالك الا ماکان معصیة لله تعالیٰ فهو باطل مردود[14]

اسی عبارت سے نابالغ، مجنون اور اللہ تعالیٰ کی معصیت میں خرچ کرنے والے کے لیے حجر ثابت ہوتا ہے۔ آخری حصہ کا یہی مفہوم ہے کہ باپ کو بیٹے پر، شوہر کو بیوی پر اور حاکم کو رعیت پر کسی چیز میں اعتراض کا حق نہیں ہاں جو چیز اللہ تعالیٰ کی معصیت بنتی ہو وہ باطل اور مردود ہے۔

ابن قدامہ نے حجر کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

ایک تو کسی پر پابندی لگانا اس کے ذاتی مفاد میں۔ دوسرے پابندی لگانا دوسرے کی وجہ سے! دوسرے کی وجہ سے جو پابندی لگائی جاسکتی ہے اس میں یہ چیزیں شامل ہیں۔

(الف) مقروض پر پابندی قرض خواہوں کی وجہ سے (ب) مریض پر پابندی ورثا کی وجہ سے (ج) مکاتب اور غلام پر آقا کی وجہ سے (د) راہن پر مرتہن کی وجہ سے اور کسی کے ذاتی مفاد میں جو پابندی لگائی جاتی ہے اس میں الصبی (بچہ) مجنون اور سفیہ (بیوقوف) شامل ہیں۔[15]

الہدایہ میں ہے۔

الاسباب الموجبة للحجر ثلاثة! الصغر، والرق، والجنون۔

یعنی جو اسباب حجر کا باعث بنتے ہیں وہ تین ہیں کم سنی، غلامی اور جنون۔ جبکہ امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

یحجر علی السفیه ویمنع من التصرف فی ماله لا نه مبذر ماله بصرفه لا علی الوجه الذی یقتضیه العقل فیحجر علیه نظرا له اعتبارا بالصبی بل اولی لان الثابت فی حق الصبی احتمال التبذیر وفی حقه حقیقة ولهذا منع عنه المال ثم هو لایفید بدون الحجر لانه یتلف بلسانه ما منع

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من یدہ۔ [16]

یعنی سفیہ (بے وقوف، کم عقل) پر پابندی لگائی جائے گی اور اسے مال میں تصرف سے روکا جائے گا کیونکہ وہ اپنے مال کو فضول طریق سے برباد کر رہا ہے اس کے خرچ کا وہ انداز نہیں جس کا عقل تقاضا کرتی ہے اور جسے عقل پسند کرتی ہے۔

اس لیے ایسے شخص پر پابندی لگائی جائے گی اس کے حال کا بچہ کے ساتھ اعتبار کرتے ہوئے، کیونکہ بچہ کے حق میں تبذیر (فضول خرچی) کا احتمال ہے اور یہ شخص فی الحقیقت اور بالفعل فضول خرچی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس کا مال روکا جائے گا اور یہ ممانعت حجر کے بغیر مفید نہیں کیونکہ محض زبان سے روکنا غیر مفید ہے ہاتھ سے روکنا اور پابندی لگانا ہی مفید ہو گا یعنی لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

صاحب منہاج لکھتے ہیں۔

منه حجر المفلس لحق الغرماء والراهن للمرتهن والمريض للورثته والعبد لسيده والمرتد للمسلمين ولها ابواب و مقصود الباب حجر المجنون والصبی، والمبذر۔ [17]

یعنی مفلس کو روکنا قرض خواہوں کے لیے، راہن کو مرتہن کے لیے، مریض کو وارثوں کے لیے، غلاموں کو آقا کے لیے اور مرتد کو مسلمانوں کے لیے اس کے کئی ابواب ہیں اور جو ابواب مقصود ہیں وہ ہیں مجنون، بچے اور مبذر کا حجر اور انہیں روکنا۔

صاحب قدوری نے اسباب حجر تین شمار کیے ہیں۔ نابالغ ہونا، غلام ہونا، پاگل ہونا اور حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہا اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے سفیہ کو بھی اس میں شامل کیا۔ [18]

ابن رشد مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

نابالغ بچوں پر حجر کے سلسلہ میں علماء کا اتفاق ہے جب تک کہ وہ بالغ ہو کر صاحب عقل و خرد نہ ہو جائیں رہ گئے وہ لوگ جو بالغ ہیں عاقل ہیں اور فضول خرچ ہیں (الحجر علی العقلا الکبار اذا ظهر منهم تبذير لا اموالهم) تو ایسے شخص کے معاملہ میں امام مالک، امام شافعی،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مدینہ اور اکثر اہل عراق (احناف) کا یہی موقف ہے کہ ان پر پابندی لگائی جائے۔ حضرات صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی قول ہے (جبکہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی موقف ہے جیسا کہ آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ) اس بحث کے اختتام پر وہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے اسباب حجر چھ گنواتے ہیں۔

الصغير ، السفيه، العبد، المفلس، المريض، الزوجة [19]

العلامۃ ابوالبرکات لکھتے ہیں:

سبب الحجر اى اسبابه سبعة

خمسة عامة واثنان خاصان بمازاد على الثلث

واشار للخمسة العامة بقوله

فلس بالمعنى الاعم اوالا خص

وجنون بصرع اواستيلاء وسواس

وصبيا۔

وتبذير لمال

ورق واشار بقوله۔

ومرض متصل بموت و نكتاح بذوجة اى فالزوج يحجر عليها فيها زاد على الثلث۔ [20]

یعنی اس کے اسباب سات ہیں پانچ تو عام ہیں اور دو خاص ہیں جن کا تعلق ایک تہائی مال سے زائد کے ساتھ ہے۔

جو پانچ عام ہیں ان میں ایک تو مفلس ہونا ہے دوسرا مجنون ہونا ہے اس میں عام ہے کہ کوئی شخص جن کے حادثہ کا شکار ہو یا وساوس کا شکار ہو تیسرا بچہ ہونا چوتھا تبذیر ہے جس کا تعلق حماقت و بے وقوفی سے ہے پانچواں سبب غلامی ہے اور جو دو خاص اسباب ہیں جن کا تعلق ایک تہائی مال سے زائد کے ساتھ ہے ان میں سے ایک تو مرض الموت ہے کہ مریض کو اپنے مال کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳/۱ حصہ سے متعلق کسی قسم کی وصیت کا حق ہے اس سے زائد چونکہ ورثاء کا نقصان ہے اس لیے اس کی اجازت نہ ہوگی اور اس پر پابندی لگائی جائے گی۔ دوسرا زوجہ کا معاملہ ہے کہ ایک میاں اپنی آزاد، عقل مند، صحیح الدماغ اور تندرست بیوی پر ۳/۱ مال کی حد تک تو پابندی نہیں لگا سکتا اس سے زائد پر پابندی کی اسے اجازت ہے۔

السید سابق نے حجر کی دو قسمیں لکھیں ہیں لحق الغیر جیسے مفلس پر حجر لگانا تا کہ وہ اپنے قرض خواہوں کے حقوق کا اتلاف نہ کر سکے، جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پابندی لگادی اور ان کا مال ان کے قرض کے بدلے بیچ ڈالا۔

فقد حجر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم على معاذ و باع ماله في دينه

(رواہ سعید بن منصور) اور دوسرا حجر لحفظ النفس جیسے صغیر مجنون اور سفیہ پر پابندی فان فی الحجر على هولاء مصلحة تعود عليهم بخلاف المفلس کہ ان پر پابندی کی مصلحت کا فائدہ ان کو ہوگا بخلاف مفلس کے کہ اس کا فائدہ دوسروں کو ہوگا۔[۲۱]

اسباب حجر کے تحت جو گفتگو ہوئی اس سے اندازہ ہو گیا کہ بعض اسباب ایسے ہیں جن کا تعلق فی نفسہ اس شخص سے ہے جس پر حجر و پابندی عائد کی جارہی ہے جیسے بچہ مجنون، سفیہ وغیرہ جب کہ بعض ایسے جن کا مفاد دوسروں کو پہنچتا ہے جیسے مفلس کہ ایک شخص مالی ابتری کا شکار ہے، مقروض ہے۔ اس پر اخراجات کے سلسلہ میں رکاوٹ و پابندی اس کے قرض خواہوں کے لیے ہو گی تا کہ انہیں ان کا قرض واپس مل سکے گو کہ کسی درجہ میں فائدہ اس کو بھی ہوگا کہ یہ قرض سے اس طرح سبکدوش ہو سکے گا۔ یا مرض الموت کا شکار مریض کہ اس پر پابندی کا فائدہ اس کے وارثوں کو ہوگا اور اگر تمام اسباب کو مجتمع کر کے ان کا خلاصہ نکالا جائے اور اس کی روح بیان کی جائے تو ''دفع مضرت ورفع فتنہ و فساد'' پر بحث آ کر رکے گی اور کہا جائے گا کہ شریعت اس قسم کی پابندیاں اس لیے لگاتی ہے تا کہ فرد اور معاشرہ فتنہ وفساد سے محفوظ رہے۔ مال و دولت کا ضیاع نہ ہو اور انسان ہر قسم کی تہمت والزام سے بچ سکے۔ امام مالک، ابو یوسف، امام محمد بن شیبانی اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے مقننین اور اسلامک لاء کے ماہرین ایک مسرف و مبذر پر پابندی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کرتے ہیں اور ہیت انتظامیہ کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ ایسے شخص پر تصرفات مالیہ کے سلسلہ میں رکاوٹ و پابندی عائد کریں تو ظاہر ہے کہ اسی لیے ہے کہ مال و دولت کا ضیاع نہ ہو، کچھ لوگوں کے حقوق تلف نہ ہوں اور معاشرہ میں فساد و بگاڑ پیدا نہ ہو۔

ان ائمہ کے نزدیک وہ قرض دار بھی حجر کی زد میں آتا ہے جو اپنا قرض ادا کرنے کے لیے اپنی جائیداد بیچنے سے انکار کرتا ہے۔[۲۲]

اس حوالہ سے حکومت ان لوگوں کے حالات پر سنجیدگی سے غور کرے جو بینکوں سے لاکھوں کروڑوں کے قرض لے کر پلازے اور صنعتی پلاٹ وغیرہ بنا کر جائیداد بناتے چلے جاتے ہیں اور پھر جب بینک ان سے واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں تو وہ بنکوں کو عدالتی حکم امتناعی کے چکر میں الجھا کر الٹا مزید نقصان کرتے ہیں اور اس طرح سٹیٹ اور رعایا کا بے حد نقصان ہوتا ہے لیکن یہ لوگ اپنے الّلے تلّلے اڑاتے رہتے ہیں۔

اسی طرح یہ ائمہ اس شخص کو بھی حجر کا مستحق گردانتے ہیں جو مختلف النوع قومی ذمہ داریاں یا قرض کی ادائیگی سے بچنے کی غرض سے جائیداد کے جعلی انتقال کرتا پھرے اور صرف ذمہ داریوں سے بچنے کی غرض سے انہیں اِدھر اُدھر کر دے۔[۲۳]

یہ صورت حال بھی بڑی نازک ہے خاص طور پر ہمارے ملک میں جہاں ایک خاص طبقہ ملک کی غالب جاگیر و جائیداد پر ہی مسلط نہیں بلکہ انتظامیہ، مقننہ عدلیہ اور دوسرے ہر شعبہ پر اس کا کنٹرول ہے۔ یہی طبقہ اب جاگیر و جائیداد پر قبضہ سے آگے بڑھ کر تجارت و صنعت پر بھی چھا چکا ہے۔ اوّل تو اس کے پاس جو جاگیر ہے وہ ہی محل نظر ہے کہ اس کے آباؤ اجداد نے قومی مفادات کا سودا کر کے غیر ملکی سامراج اور آقاؤں سے یہ جاگیر حاصل کی۔ پھر اس نے سرکاری ٹیکسز اور الٰہی ٹیکسز (عشر وغیرہ) کی ادائیگی کی کبھی فکر نہیں کی۔ (الا ماشاء اللہ تعالیٰ) اس نے تجوریاں بھری اور مختلف ذرائع و اسباب سے سیاست و نظم اور عدل و مقننہ پر بھی قابض ہو گیا۔ اس کی ستم ظریفی کا یہ عالم ہے کہ وہ زکوٰۃ تک جیسے لازمی حکم سے بچنے کی غرض سے سال ختم ہونے سے چند دن قبل اپنا سرمایہ اپنی بیوی وغیرہ کے نام منتقل کرا دیتا ہے اور اگلے سال وہ پھر اسی طرح مالک ہوتا ہے۔ اور جب کبھی حکومت اس جائیداد اور جاگیر کے حصے بخرے کرنے کا سوچتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے تو وہ جعلی انتقالات سے جائیداد کو اِدھر اُدھر کر دیتا ہے۔ ایسے اشخاص پر حجر و پابندی بے حد ضروری ہے۔ ہم اپنے ملک کی مختصر تاریخ میں زرعی اصلاحات کے نام پر تین مرتبہ (دولتانہ، ایوب، بھٹو کے ادوار) اس قسم کے جعل و فراڈ سے گذر چکے ہیں اس لیے ملک کے اہل علم اور بالخصوص حکومتی اداروں اسلامی نظریاتی کونسل، اسلامی تحقیقاتی ادارہ اور شریعت کورٹ پر لازم ہے کہ وہ اس کا سدباب کر لے اور سدباب کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اس قسم کے لوگ حجر کے ذریعہ پابند کر دیے جائیں۔ یہ لوگ اور اس قسم کے افراد صرف اسی جرم کے مرتکب نہیں ہوتے یہ ''تبذیر'' کی ضمن میں بھی آتے ہیں اس لیے ان پر پابندی لازم ہے۔ اس کا ذکر ہم آئندہ چل کر کریں گے۔

حجر اور کورٹ آف وارڈ کی بنیاد

حضرات فقہاء کرام نے حجر جس کو مروجہ اصطلاح میں کورٹ آف وارڈ کہتے ہیں کی بنیاد کتاب وسنت پر ہی رکھی ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلے اس آیت کو پیش کیا جاتا ہے۔

ولا تو توالسفهاء اموالكم التى جعل الله لكم قيماً وارزقو هم فيها واكسو هم و قولوا لهم قولا معروفا۔ [۲۴]

اور دیکھو! مال ومتاع کو اللہ نے تمہارے لیے قیام (معیشت) کا ذریعہ بنایا ہے پس ایسا نہ کرو کہ کم عقل آدمیوں کے حوالے کر دو۔ (یعنی کم عمر اور نادان لڑکوں کے حوالے کر دو اور وہ کم سن ہیں تو) ایسا کرنا چاہیے کہ ان مال میں ان کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کر دیا جائے اور نیکی اور بھلائی کی بات انہیں سمجھا دی جائے۔ [۲۵]

مولانا آزاد لکھتے ہیں:

> مال قیام زندگی کا ذریعہ ہے پس جب تک یتیم بچے عاقل و بالغ نہ ہو جائیں اور اپنے مفاد کی حفاظت نہ کر سکیں مال ومتاع ان کے قبضے میں نہ دے دو۔ [۲۶]

مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔

> یعنی بے سمجھ لڑکوں کے ہاتھ میں ان کا وہ مال مت دے دو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے لیے سامان معیشت بنایا ہے بلکہ اس کی پوری حفاظت رکھو اور اندیشہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلاکت سے بچاؤ اور جب تک ان کو سامان کا ہوش نہ آئے اس وقت تک ان کو اس میں سے کھلاؤ پہناؤ اور تسلی کرتے رہو کہ یہ سب مال تمہارا ہی ہے ہم تو تمہاری خیر خواہی کرتے ہیں جب سمجھ دار ہو جاؤ گے تم کو ہی دے دیں گے۔[27]

قرطبی فرماتے ہیں:

بین ان السفیه و غیر البالغ لایجوز دفع ماله الیه[28]

واضح ہو گیا کہ سفیہ اور نابالغ کو اس کا مال دینا اور سپرد کرنا درست نہیں۔

''السفیہ'' کون ہے؟

زجاج کہتے ہیں کہ سفیہ "سفه" سے ہے جس کا معنی "جهل" ہے۔ ای جهل امر نفسه فلم یفکر فیها کسائی، اخفش سے بھی یہی نقل کرتے ہیں ''یعنی'' "جهل فی نفسه"

ابن حجر کہتے ہیں:

معناه جهل نفسه وما فیها من الدلالات والآیات الدالة علی ان لها صانعًا لیس کمثله شیء فعلم به توحید الله و قدرته[29]

سالم سعید بن جبیر سے نقل کرتے ہیں کہ سفہاء بتامی ہیں۔ اسمٰعیل بن خالد، ابو مالک سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد اولاد صغار ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں۔

من لم یتفقهٔ فلا یتجر فی سوقنا فذالك قوله تعالیٰ ولا تؤتوالسفهاء اموالکم

یعنی الجهال بالا حکام ___ سمجھ بوجھ سے عاری۔ احکام سے نا آشنا

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔

السفهاء هنا کل من یستحق الحجر۔

کہ سفہاء سے مراد یہاں ہر وہ شخص ہے جو حجر کا مستحق ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ تعریف بالکل جامع ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیہ کے کئی روپ ہیں، صغر سنی اور کم سنی بھی سفاہت کی ایک قسم ہے۔ جنون وغیرہ کے سبب عقل کا فقدان بھی اس میں شامل ہے ایسی حالت کہ آدمی اپنے مال کے معاملہ میں بری سوچ اور نظر کا شکار ہو کر (اڑا تا رہے)

آگے لکھتے ہیں۔

واما الجاهل بالا حكام ..... فلا يدفع اليه المال لجهله بفاسد البياعات و صحيحها وما يحل وما يحرم منها [30]

جو شخص احکامات دینیہ سے جاہل ہے اس کا مال اس کے سپرد نہیں کیا جائے گا کہ اسے معلوم نہیں کہ صحیح تجارت وبیع کون سی ہے حلال کیا ہے اور حرام کیا۔

امام مالک اور جمہور فقہاء اسی بحث میں سفیہ اور کبر السن (بوڑھا) کو حجر کا مستحق گردانتے ہیں جبکہ کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس شکل میں اس پر حجر کی پابندی لازم قرار دیتے ہیں جب وہ اپنے مال کو ضائع کرنے والا ہو۔

الا ان يكون مفسد الماله فاذا كان كذالك منع من تسليم المال اليه [31] الخ

ترجمہ: الجصاص الحنفی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

يقتضى خطاب كل واحد منهم بالنهى عن دفع ماله الى السفها" لمافى ذالك من تضييعه لعجز هؤلاء عن القيام بحفظه وتثميره [32]

یعنی سفہا کے سپرد مال نہ کیا جائے کہ وہ اس کی حفاظت نہیں کر سکتے اور اس کو ثمر آور نہیں کر سکتے (بلکہ برباد کر دیں گے)

آگے فرماتے ہیں۔

و فيه الدلا لة على النهى عن تضييع المال و وجوب حفظه و تدبيره والقيام به ____

یعنی اس حکم میں اس بات کی دلالت ہے کہ مال کو ضائع ہونے سے بچایا جائے اور اس کی حفاظت لازم ہے۔

پھر شیخ الجصاص الحنفی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تائید میں اور بہت سی آیات نقل کرتے ہیں جس

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ایک وہ آیت ہے جو سورۂ بنی اسرائیل میں ہے۔ جس میں تبذیر سے روکا گیا ہے اور تبذیر کا ارتکاب کرنے والوں کو شیطان کے بھائی بتلایا گیا۔ اسی آیت سے فقہا نے ایک سبب حجر نکالا یعنی التبذیر [۳۳] (جس پر آئندہ گفتگو ہوگی)

دکتور محمد محمود حجازی کہتے ہیں۔

السفها جمع سفيه والسفه الا ضطراب فی العقل والفكر والخلق والمراد به هنا من لا يحسن التصرف فی المال [۳۴]

یعنی سفہ عقل، فکر اور اخلاق میں اضطراب کا نام ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ جو شخص تصرف مالی میں احسن طریق اختیار نہ کرے۔

حافظ ابن کثیر دمشقی فرماتے ہیں۔

وهم (اے السفهاء) اقسام فتارة يكون الحجر للصغير فان مسلوب العبارة و تارة يكون الحجر للجنون وتارة لسوء التصرف لنقص العقل اوالدين الخ [۳۵]

گویا عقل یا دین کے نقص کے سبب سوء تصرف کا اس پر اطلاق کیا گیا ہے۔

کشاف میں ہے۔

السفها المبذرون اموالهم الذين ينفقونها فيمالا ينبغی الخ [۳۶]

یعنی سفہا وہ فضول خرچ افراد ہیں جو اپنا مال نامناسب طریقے سے خرچ کرتے ہیں۔

السید محمد رشید رضا مصری فرماتے ہیں۔

ان السفه هوالا ضطراب فی الرای والفكر اوالاخلاق ..... واستعمل فی خفة النفس نقصان العقل و فی الامر بالدينوية والاخروية ثم جعل السفه فی الامور الدنيوية.....فالسفهاء هنا المبذرون اموالهم ينفقونها فيما لا ينبغی ويسيئون التصرف بانا ئها وتثميرها..... قال الاستاذلا يحسن التصرف فی ماله الخ [۳۷]

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں بڑی واضح ہے کہ جو شخص رائے، فکر اور اخلاق میں اضطراب کا شکار ہے جس کی عقل ناقص ہے دینی اور اخروی امور میں جو غیر محتاط ہے۔ مبذر ہے نامناسب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جگہ مال خرچ کرتا ہے اور حسن تصرف کا اہتمام نہیں کرتا وہ سفیہ ہے۔

دوسری آیت

سورۂ نساء کی آیت ۶ کو بھی بعض حضرات نے اس سلسلہ میں دلیل کے طور پر پیش کیا[۳۸]

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے:

اور یتیموں کی حالت پر نظر رکھ کر انہیں آزماتے رہو (کہ ان کی سمجھ بوجھ کا کیا حال ہے) یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں پھر اگر ان میں صلاحیت پاؤ تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔[۳۹]

مولانا شبیر احمد عثمانی نے لکھا کہ جب ان میں (یتیموں میں) نفع ونقصان کی سمجھ آ جائے اور وہ حفاظت اور انتظامِ مال کے سلیقہ سے آشنا ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔ (اس سے قبل نہیں)[۴۰]

ابن کثیر میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے ہے۔

صلاحاً فی دینھم وحفظالا موالھم و کذاروی عن عباس والحسن البصری وغیر واحد من الائمة وھکذا قال الفقھاء الخ[۴۱]

گویا اس میں دینی طور پر صلاحیت پیدا ہو جائے اور مال کی حفاظت کا اس میں شعور پیدا ہو جائے تو حجر کا قصہ ختم۔ اب مال اس کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس خواجہ حسن بصری وغیرہ ائمہ اور فقہا کا یہی قول ہے۔

حجازی کہتے ہیں۔

حتی تبینوا رشدھم و کمال تصریفھم[۴۲]

ان کا رشد (دینی صلاحیت، عقلی کمال) اور خرچ کا کمال واضح ہو جائے۔

الصابونی فرماتے ہیں۔

ای ان ابصرتم منھم صلاحافی دینھم وما لھم فادفعوا الیھم اموالھم بدون تاخیر۔[۴۳]

یعنی جب تم ان میں دینی اور مالی اصلاح دیکھ لو تو بغیر تاخیر ان کا مال ان کے سپرد کر دو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرطبی نے ''رشد'' جس کے مشاہدہ کے بعد مال اس کے سپرد کر دیا جائے گا، اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

حسن وقتادہ کہتے ہیں۔

"صلاحا فی العقل والدین"

ابن عباس سدی اور ثوری کہتے ہیں۔

"صلاحا فی العقل و حفظ المال" [44]

سنن الکبریٰ بیہقی میں ہے۔

الرشد هو اصلاح فی الدین والمال

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حوالہ۔ نے نقل کیا۔

الرشد هوالدین [45]

جس کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ اصل بات دین داری ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ ایک شخص خرچ اخراجات اور دوسرے معاملات میں کس حد تک احکامات ربانی کی اتباع کا خیال کرتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو بہت اچھا ورنہ اس پر حجر لگایا جائے گا۔ اس سلسلہ میں اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہوسکتی کہ ایک صحابی اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا عزم رکھتا ہے، اس کا وہ حضور اقدس علیہ السلام سے ذکر کرتا ہے لیکن یہ جاننے کے باوجود کہ اس شخص کا مقصد بہت اچھا ہے، پھر بھی ایک ثلث سے زائد سے اجازت نہیں دیتے تو جو شخص اپنا مال الٹے تلوں میں خرچ کرتا ہے اور بے جا اڑاتا ہے۔ مکانات پر مکانات بناتا چلا جا رہا ہے گاڑی پر گاڑی خریدتا چلا جاتا ہے، کراکری، ملبوسات اور ایسی چیزوں سے گھر بھر رکھا ہے اور ایسے ہی انداز میں مال صرف کرتا ہے جبکہ معاشرہ میں غربت وافلاس ننگا ناچ رہی ہے لوگوں کا ایمان عرض خطر میں ہے، معاشی فساد برپا ہے تو ایسے شخص پر حجر کی پابندی کیوں نہ لگائی جائے گی۔

ایک مزید آیت:

السید سابق نے ''فقہ السنۃ'' میں سورۃ الاعراف کی آیت ۳۲ کو اس ضمن میں بطور دلیل پیش کیا ہے اور بڑے نفیس طریق سے استدلال کیا ہے۔ پہلے اس آیت کا ترجمہ ملاحظہ فرمالیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(اے پیغمبر!) ان لوگوں سے کہو، اللہ تعالیٰ کی زمینیں جو اس نے اپنے بندوں کو برتنے کے لیے پیدا کی ہیں اور کھانے پینے کی اچھی چیزیں کس نے حرام کیں ہیں؟ تم کہو یہ (نعمتیں) تو اس لیے ہیں کہ ایمان والوں کے کام آئیں، دنیا کی زندگی میں (زندگی کی مکروہات کے ساتھ اور) قیامت کے دن (ہر طرح کی مکروہات سے) خالص، دیکھو اس طرح ہم ان لوگوں کے لیے کھول کھول کر بیان کر دیتے ہیں جو جانتے ہیں۔[۴۶]

یہ آیت سورۃ الاعراف کے چوتھے رکوع کی پہلی آیت ہے۔ اس سے پہلے اس سورۃ کے پہلے رکوع میں تو انسانیت کو برے انجام سے ڈرایا۔ دوسرے رکوع میں سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش۔ شیطان کا مقابلہ آدم علیہ السلام پر عتاب، ان کی توبہ کی قبولیت اور پھر زمین پر بسانے کا ذکر ہے۔ تیسرے رکوع میں دنیا کی ضرورت کے پیش نظر لباس مہیا کرنے کا ذکر ہے اور ''لباس تقویٰ'' کو سب سے بہتر لباس قرار دیا گیا۔ پھر تنبیہ کی گئی کہ اے اولادِ آدم ذرا ہوشیار ہو کر رہنا کہیں تم بھی اسی طرح شیطان کے بہکاوے کا شکار ہو جاؤ جس طرح تمہارے بڑے کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا۔ جب تک جنت میں شیطان کے پھسلانے کا قصہ پیش نہ آیا سیدنا آدم اور ان کی اہلیہ کے ستر کا معاملہ درست تھا، جونہی یہ حادثہ پیش آیا ستر کھل گیا اور ستر پوشی کے لیے لباس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اب کارگاہ حیات میں شیطانی راستوں پر چلنے کا انجام شرم وحیاء کی بربادی کی شکل میں سامنے آئے گا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ جب کوئی انسان حماقت اور برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا الزام بڑوں کو دیتا ہے کہ وہ بھی ایسے ہی تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا؟ اصل میں تو اتباع حکم الٰہی کی چاہیے نہ کہ آباؤ اجداد کے راستہ کی۔ اس لیے افراط وتفریط سے بچ کر استدلال کی راہ اپناؤ۔ اپنی عبادات میں اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رکھو اس کے لیے دین میں خلوص کا مظاہرہ کرو اس لیے کہ ابتداء کی طرح تمہارا لوٹنا بھی اسی کی طرف ہوگا۔ پھر انسانوں کے دو گروہوں کا ذکر کیا ایک ہدایت یافتہ دوسرا گم کردہ راہ۔ جس نے خود ساختہ گمراہوں میں ڈال کر اپنے آپ کو غارت کر لیا ان لوگوں نے شیاطین کو اپنا دوست بنا کر گمراہی اختیار کر لی اور پھر اس پر زعم یہ ہے کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ بنی آدم کو حکم یہ تھا اور ہے کہ عبادت کے ہر موقعہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر اپنے بدن کو زیب و زینت سے آراستہ کرتے رہا کرو۔ کھاؤ پیو مگر حد سے نہ گزرو کہ اللہ تعالیٰ انہیں پسند نہیں کرتا جو حد سے گزرنے والے ہیں۔

اس سورۃ کے ابتدائی تین رکوعوں کا خلاصہ اس لیے ضروری تھا کہ متعلقہ آیت کا مفہوم سمجھ میں نہیں آ سکتا تھا۔ تیسرے رکوع کی آخری آیت اسراف سے روک کر بعض اسلاف کے مطابق ''آدھی طب اس میں جمع کر دی'' اسراف کا مفہوم حد سے تجاوز کرنا ہے جس کی کئی شکلیں ہیں۔

حلال کو حرام کر لینا، حلال سے گزر کر حرام سے متمتع ہونے لگنا، اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑنا۔ بدون اشتہا یا ناوقت کھانا، یا اس قدر کم کھانا کہ جسم کی ضرورت بھی پوری نہ ہو یا مضر صحت چیز ہیں استعمال کرنا وغیرہ ذالک [۴۷]

اس پورے پس منظر کو سامنے رکھ کر اب اعراف کی آیت ۳۲ پر غور کریں۔ اس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ کر لیا۔ اب مولانا ابوالکلام آزاد کا تفسیری نوٹ ملاحظہ فرمائیں۔

رہبانیت یعنی جوگ پنے کا رد اور اس رجل عظیمؐ کا اعلان کہ دنیوی زندگی کی آسائش اور زینتیں خدا پرستی کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو کام میں لانا عین خدا کی مرضی کی تعمیل ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا اولادِ آدم کو جو تعلیم دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ اپنی زیب و زینت سے آراستہ ہو کر خدا کی عبادت کرو۔ ہیروان مذاہب کی عالمگیر گمراہی یہ تھی کہ وہ سمجھتے تھے کہ روحانی سعادت تب ہی مل سکتی ہے جب دنیا ترک کر دی جائے اور خدا پرستی کا مقتضا یہ ہے کہ زینتوں اور آسائشوں سے کنارہ کش ہو جائیں، قرآن کہتا ہے، حقیقت اس کے عین برعکس ہے، تم سمجھتے ہو زندگی کی زینتیں اس لیے ہیں کہ ترک کر دی جائیں، حالانکہ وہ اس لیے ہیں کہ کام میں لائی جائیں ___ دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں کو ٹھیک طور پر کام میں لانا مشیت الٰہی کو پورا کرنا ہے (خط کشیدہ الفاظ قابل توجہ ہیں۔ ناقل)

خدا نے زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے سب تمہارے لیے ہی پیدا کیا ہے، کھاؤ، پیو، زینت و آسائش کی تمام نعمتیں کام میں لاؤ مگر حد سے نہ گذر جاؤ، دنیا نہیں، دنیا کا اعتدال سے ہٹا ہوا استعمال روحانی سعادت کے خلاف ہے۔ زندگی کی جن زینتوں کو پیروان مذاہب خدا پرستی کے خلاف سمجھتے تھے انہیں قرآن "زینة اللّٰه" یعنی خدا کی زینتوں سے تعبیر کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آیت قرآن کا ایک انقلاب انگیز اعلان ہے جس نے انسان کی دینی ذہنیت کی بنیادیں الٹ دیں، وہ دنیا جو نجات وسعادت کی طلب میں دنیا ترک کر رہی تھی، اب اسی نجات وسعادت کو دنیا کی تعمیر وترقی میں ڈھونڈنے لگی، یہاں زینت سے مقصود وہ تمام چیزیں ہیں جو زندگی کی قدرتی ضروریات سے زیادہ ہوں مثلاً اچھا لباس، اچھا کھانا، معیشت کی تمام بے ضرر آسائشیں اور لذتیں۔ [48]

حضرت العلامہ مولانا شبیر احمد فرماتے ہیں:

عالم کی تمام چیزیں اسی لیے پیدا کی گئی ہیں کہ آدمی ان سے مناسب طریقہ سے منتفع ہو کر خالق جل وعلا کی عبادت، وفاداری اور شکر گذاری میں مشغول ہو۔ [49]

حجازی متصل قبل کی آیت "کلوا واشربوا ولا تسرفوا" پر لکھتے ہیں۔

بل علیکم بالعدل والتوسط فلا تقتیر ولا اسراف

کہ کھانے پینے میں عدل وتوسط سے کام لو نہ تو بالکل ہی بخل سے کام لو نہ اسراف سے۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد امام نسائی اور امام ابن ماجہ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ جس کا ترجمہ ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا، کھاؤ، پیو، صدقہ کرو، ایسا لباس پہنو جس میں عجب وغرور نہ ہو اور نہ اسراف ہو اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے بندے کے وجود پر نظر آئے اس لیے زینت میں قطعاً حرج نہیں بشرطیکہ اس میں اسراف نہ ہو اور عجب وتکبر نہ ہو۔

اس کے بعد اسراف کے مختلف مدارج پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

جسمانی طاقت وضرورت سے زیادہ کھانے پینے کی اشیاء کا استعمال کرنا نقصان کا باعث ہے اور اپنی معاشی حالت سے بڑھ کر استعمال کرنا بھی نقصان کا سبب ہے اور حدود شرعیہ سے تجاوز کرنا حرام وہلاکت کا باعث ہے۔ [50]

السید سابق "حجر علی السفیہ" کا مستقل عنوان قائم کر کے پہلے تو سورۃ النساء کی آیت (ولا تو توا السفھاء الخ) سے استدلال کرتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور فرماتے ہیں:

دلت الا یة علی جوازا لحجر علی السفیه

اور پھر ابن المنذر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

اکثر علما الامصار یرون الحجر علی کل مضیع لماله صغیرا

کان ام کبیرا

کہ اکثر علما کا موقف یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو مال کو ضائع کرنے والا ہو چھوٹا ہو یا بڑا اس پر حجر لازم ہے۔

اور صاحب نیل الاوطار کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

وہ حماقت وسفاہت جو حجر کا باعث بنتی ہے، وہ ہے مال کا خرچ کرنا فسق وفجور کے کاموں میں یا ایسی چیز میں جس میں کوئی مصلحت نہ ہو نہ اس میں دینی غرض ہو نہ دنیوی، جیسے ایسی چیز خریدنا جو فی الحقیقت ایک درہم کی ہو لیکن اپنی اکڑ میں سو درہم ادا کر دینا۔ اس کا فائدہ؟ نہ یہ اچھے لباس کے کام آیا نہ اچھی خوراک کے کہ اچھی خوراک اور اچھے لباس کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت ہے (جیسا کہ الاعراف کی آیت ۳۲ سے واضح ہے) لیکن یہ رویہ کیا ہے؟ اس کی توجیہ کیا ہوگی؟

اسی طرح کوئی شخص محض قرب سلطانی یا اس قسم کے مقاصد کے لیے پیسہ اڑائے وکذالوانفقه فی القرب الخ[۱۵] تو یہ بھی سفیہ ہے اور حجر کا مستحق (اس حوالہ سے شہر شہر کوٹھیاں، الیکشن پر لاکھوں کا صرف وغیرہ کو ذہن میں رکھیں اور پھر سوچیں کہ اس صرفہ کا مقصد سوائے حصول قرب چودھراہٹ اور کیا ہے؟)

اس کے ساتھ ہی وہ آیت بھی سامنے لائیں جس میں ''تبذیر'' سے منع کیا گیا۔ اور پہلے گذر چکا ہے کہ اہل علم سفیہ سے ''مبذر'' مراد لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں دو آیات ہیں سورہ بنی اسرائیل کی۔ ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

اور (دیکھو؟) جو لوگ تمہارے قرابت دار ہیں، جو مسکین ہیں، جو (بے یارومددگار) مسافر ہیں۔ ان سب کا تم پر حق ہے، ان کا حق ادا کرتے رہو اور مال و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دولت کو بے محل خرچ نہ کرو، جیسا کہ بے محل خرچ کرنا ہوتا ہے۔ بے محل خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمتوں کا کفران کرنے والا ہے۔[۵۲]

مولانا آزاد کا نوٹ۔

ماں باپ کے بعد قرابت داروں کے حقوق ہیں اور پھر ان سب کے ہیں جو ہماری خبر گیری کے محتاج ہوں، پس آیت ۲۶ میں اس کا حکم دیا اور فرمایا "ولا تبذر تبذیرا" تمہارے خرچ کرنے کا صحیح محل یہ ہے، پس بے محل مال و دولت خرچ نہ کرو۔ پھر فرمایا۔ جو لوگ تبذیر کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت بے محل خرچ کر ڈالتے ہیں، مثلاً محض اپنے نفس کی عیش پرستیوں میں اڑا دیں گے تو وہ شیطان کے بھائی بندوں میں سے ہیں کیونکہ شیطان کی راہ کفران کی راہ ہے اور انہوں نے بھی (مبذرین نے) کفران نعمت کی راہ اختیار کی۔

مال و دولت کے بے جا استعمال کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ آدمی نہ تو اپنے اوپر خرچ کرے نہ دوسروں پر، محض جمع کر کے رکھے۔ دوسروں پر خرچ نہ کرے قرآن نے دونوں صورتوں کو معصیت قرار دیا ہے، پہلی صورت "اکتناز" کی ہے

والذین یکنزون الذھب والفضة (۹:۳٤)

دوسری تبذیر کی، یہاں اس سے روکا ہے۔[۵۳]

مولانا عثمانی فرماتے ہیں۔

وہ مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی ہو، بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقعہ ملے، اس کو بے جا اڑانا ناشکری ہے جو شیطان کی تحریک و اغوا سے وقوع میں آتی ہے اور اس سے انسان ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے جس طرح شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان و اضلال میں خرچ کیا اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اڑایا۔[۵۴]

سفیہ ومبذر کا معاملہ!

ایک شخص مرض الموت میں اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کا ۱/۳ سے زائد حصہ عطیہ یا صدقہ میں دینا چاہتا ہے تو اسے روکا جائے گا اور اس پر حجر کے حوالہ سے پابندی لگائی جائے گی کہ یہ حضرت نبی کریم علیہ السلام کا واضح حکم ہے اور ایسا نہ کرنے سے وارثوں کا نقصان ہوتا ہے اس میں کسی قسم کے جھگڑے کا سوال نہیں، سبھی اس پر متفق ہیں، اسی طرح ایک صحیح العقل، سلیم الفطرت بیوی اپنے خاوند کے مال سے یا اپنے مال سے خرچ کرتی ہے تو اسے بھی شریعت اجازت دیتی ہے لیکن یہ اجازت بھی ۱/۳ تک ہے اس سے زائد پر گرفت ہوگی۔

ایک بچہ ہے تو اس پر پابندی لگانا کہ وہ کم سنی کے سبب اپنا مال اڑا نہ دے، بالکل صحیح اور مسلمہ معاملہ ہے، غلام کی بات ہے تو آج دنیا میں اس کا رواج ہی نہیں، یہ قصہ مدت ہوئی انجام کو پہنچ چکا ہے، ہمارے سامنے اصل سوال سفیہ ومبذر کا ہے سفیہ، اس معنی میں نہیں کہ وہ کم سن ہے یا جنون کا شکار ہے بلکہ سفیہ بمعنی مبذر کا معاملہ ہے۔ اور یہ اس لیے کہ اس سے اجتماعی طور پر فساد وبگاڑ اپنی انتہا تک پہنچ چکا ہے۔ اس کی وجہ سے لوگوں کا ایمان معرض خطر میں ہے، اس وجہ سے دنیا میں ایسے انقلاب رونما ہو چکے ہیں۔ جن کی وجہ سے ایمان واخلاق کا جنازہ نکل گیا ہے جب کوئی معاشی نظام ''قارونی ذوق'' کے مطابق استوار ہوگا اور ایک مخصوص طبقہ یہ سوچ کر کہ میرے حالات، میری، علمی وعملی صلاحیت وغیرہ نے مجھے اس کا موقعہ فراہم کر دیا ہے کہ میں ۲،۴ سو مربعہ زمین ۱۰، ۲۰ محلات اور کوٹھیوں، تجارتی اداروں اور صنعتی پلانٹس کا مالک بن سکتا ہوں تو پھر قوموں کی اکثریتی آبادیاں دوسرے رخ سے سوچیں گی۔ اس سے پہلے کہ ایسی شکل پیدا ہو ضروری ہے کہ حالات پر قابو پایا جائے۔

آج لوگ اخلاقی تعلیم سے یکسر غافل ہو کر کہتے ہیں کہ صاحب معاشیات سے اخلاق کا کیا تعلق؟ یہ تو اپنے زور کی بات ہے، آپ جتنا چاہیں سمیٹ لیں، لیکن یہ فلسفہ قابل قبول نہیں۔ جمہوریہ ہند کے سابق صدر مرحوم ڈاکٹر ذاکر حسین ایک معروف ماہر معاشیات تھے انہوں نے لکھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی دیوار میں کبھی وئی کیل بھی بلا اخلاقیات کے نہیں ٹھونکی گئی اور آپ کہتے ہیں کہ تم معاشیات سے اخلاقیات کو یکسر نکال دو۔[۵۵]

ایک اور دوسرے مفکر کے بقول۔

معاشی مشاغل کے دائرہ میں اسلام کا مقصد۔ پورے سماج کی عام خوشحالی ہے۔ نہ صرف چند مستثنیٰ خواص کی جاگیرداری، جو بھی مختلف۔ معاشی تعلیمات اسلام نے دی ہیں سب کی انتہائی غرض و غایت معاشرہ کے مختلف طبقات و افراد میں کسی نمایاں فرق و امتیاز کو مٹانا ہے۔[۵۶]

ایک ندوی مفکر ''اسلام کی اقتصادی روح کا تعین'' کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

سوال یہ ہے کہ وہ روح کیا ہے؟ اور اس کا تعین کیونکر ہو جواب، اضح ہے، مسائل و احکام کی اس ترتیب کی تہہ میں فلسفہ یا روح یہ ہے کہ جہاں تک تقسیم دولت کا تعلق ہے، کسی بھی شخص کے ساتھ ظلم نہ روا رکھا جائے ہر شخص کو اس میں سے مناسب حصہ ملے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے، جب دولت چلتی رہے، تقسیم ہوتی اور مختلف افراد میں بٹتی رہے، بیع و شراء، وراثت اور صدقات اور زکوٰۃ کے مسائل دراصل اسی غرض کو پورا کرتے ہیں بہ حیثیت مجموعی اسلام کے مزاج پر غور کرو، اس کا اشکال یہ نہیں کہ دولت کیونکر جمع ہو یا کس طرح معاشرہ میں بڑے بڑے قارون اور سرمایہ دار پیدا کیے جائیں، اس کے برعکس اس کا انکال یہ ہے کہ دولت کیونکر بکھرے کس طرح مستحق ہاتھوں تک پہنچے اور کیونکر آخر میں غربت اور احتیاج کا خاتمہ ہو۔

ظاہر ہے کہ اسلام جب صدقات، زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کرتا ہے تو اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہو سکتا کہ معاشرہ ہمیشہ بلند و پست اور محتاج و غنی کے دو طبقوں میں منقسم رہے۔ ہمیشہ ایک بالاتر گروہ تو دولت و ثروت کی فراوانیوں سے بہرہ مند رہے اور ایک طبقہ یا انسانوں کی بہت بڑی اکثریت غربت، افلاس اور احتیاج کے ہاتھوں نالاں اور پریشاں رہے۔

پھر انہوں نے واضح کیا کہ اصل روح گردش دولت ہے اس سلسلہ میں سورۃ التوبہ کی آیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۵۔ سورہ حشر کی آیت ۷ سورۂ ذاریات کی آیت ۱۹، اور البقرہ کی آیت ۱۷۷ (آیت البر) کو ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے، جو بلاشبہ ایک ٹھوس حقیقت ہے اور اسلام کی روح کا اصل اقتضا یہی ہے۔ وہ کسی طور اجازت نہیں دیتا کہ اس میں استحصال کا دور دورہ ہو۔ استحصال کا مفہوم یہ ہے کہ معاشرہ میں لینے دینے کے دو پیمانے ہوں، صاحب حیثیت وثروت کا معاملہ آئے تو اپنی حیثیت کے بل بوتے پر اور انداز اختیار کرے لیکن اس کی تجوری سے نکلنے کی نوبت آئے تو وہ مزدور کے اس وقت کے پیسے بھی کاٹ لے جس میں اس نے نماز ادا کی قرآن عزیز نے سورۂ مطففین کی ابتداء میں ایسے ہی لوگوں کو خرابی کا مستحق گردانا اور فرمایا۔

ناپ، تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے جو لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر اور تول کر دیں تو کم کر دیں۔

یعنی جب اپنے نفع کا سوال ہو تو بھاؤ اونچا ہو (بلکہ اہل اقتدار سے ملی بھگت کر کے کنٹرول ریٹ کا چکر چلا لے) اور جب دوسروں کو ان کی محنت کا ثمرہ دینا پڑے تو بھاؤ کم ہو جائے۔ گویا استحصال تطفیف کی ایک قسم ہے۔[۵۷]

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ سفیہ، مبذر اور مسرف اللہ تعالیٰ کے مجرم ہیں اور مجرموں پر سزا، پابندی اور کنٹرول شرعاً و دیانتاً صحیح ہے اور جب کہ ایک بچے اور مجنون پر پابندی لگائی جا سکتی ہے اور اس کا مال محفوظ رکھا جا سکتا ہے تاکہ کم سنی، ناتجربہ کاری اور جنون کی وجہ سے وہ ضائع نہ کر دیں تو ایک ایسا شخص جو اپنی شاہ خرچی، اسراف وتبذیر اور سفاہت (دینی، اخلاقی بے راہ روی) کے سبب مال اڑاتا ہے۔ اس پر کیوں نہ پابندی لگائی جائے گی۔

ہمارا مؤقف یہ ہے کہ یہ معاملہ بچہ اور مجنون کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس پر حکومت اور سوسائٹی اور عدلیہ اور مقننہ سب کو غور کرنا چاہیے۔ ائمہ کی اکثریت اس مؤقف کی حامی ہے سوائے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے۔ لیکن حضرت ابوحنیفہ جس وجہ سے ایسے شخص پر حجر کی پابندی کی اجازت نہیں دیتے، وہ بالکل مختلف ہے۔ وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ شخص بہت اچھا ہے لہٰذا جو کر رہا ہے کرتا رہے۔ بلکہ ان کے مؤقف کی ترجمانی یہ ہے۔

کہ وہ اور ان کے دونوں معروف اصحاب، امام ابو یوسف اور امام محمد اس پر تو متفق ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بداطوار (مبذر، سفیہ اور اس قسم کے شخص) کو محض بالغ ہونے کی بناء پر مال نہ تھما دیا جائے بلکہ ضروری ہے کہ تجربہ اور آزمائش سے اس کی اہلیت ثابت ہو تب مال اس کے سپرد کر دینے کے حامی ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ اس نے اپنی اصلاح کی یا نہیں کی۔ لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد بغیر اصلاح اس کے حق میں نہیں وہ اسے مجور ہی رکھنے کے موقف کے حامی ہیں۔ چہ جائیکہ عمر کتنی ہی ہو جائے، جب تک وہ اصلاح نہ کر لے۔ [58]

امام صاحب کے موقف کی توجیہ علامہ عبدالرحمان الجزیری نے یہ کی:

کہ اگر ایک شخص اپنے مال کو ضائع کرتا ہے اور عمر کی پختگی کے باوجود خیال نہیں کرتا تو اس کی سزا یہی ہے کہ مال اس کے ہاتھ میں نکل کر دوسرے ہاتھ میں چلا جائے جو اسے اپنے مفاد میں استعمال کرے۔ البتہ امام صاحب یہ ضرور فرماتے ہیں۔

اگر ایسا شخص پیشہ ور ہے اور اس کے پیشہ سے کسی کو نقصان ہوتا ہے تو اس پر اس پیشہ کے سلسلہ میں پابندی لگا دی جائے۔ [59]

جس کا معنی یہ ہے کہ امام صاحب یہ چاہتے ہیں کہ ایسا فضول خرچ خالی ہاتھ ہو جائے تو یہ زیادہ بہتر ہے اور پیشہ ور ہونے کی صورت میں وہ بھی پابندی کے موقف کے حامی ہیں۔ رہ گئے ان کے اصحاب (امام ابو یوسف امام محمد) اور دوسرے ائمہ تو وہ سب بالاتفاق ایسے شخص پر حجر کے قائل ہیں اور یہ ہی جمہور کا قول ہے اور اسلام کے عہد زریں میں اسی کا اعتبار ہوا۔ چنانچہ

حنابلہ کہتے ہیں کہ بغیر صلاحیت (مالی اور دینی امور کی انجام دہی کی استعداد اور صلاحیت) مال اس کے سپرد نہ کیا جائے بلکہ اس کا باپ، وارث، وصی یا حاکم کنٹرول کرے۔

شوافع کہتے ہیں کہ اس میں دینی صلاحیت اور مال برتنے کا شعور ہو تب مال اس کے سپرد کیا جائے۔ اور دینی صلاحیت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ صغیرہ گناہوں میں اس طرح ملوث نہ ہو کہ انہیں بار بار کرے اور مالی صلاحیت یہ ہے کہ فضول خرچی نفسانی اور ناجائز خواہشات میں مال برباد نہ کرے۔

اور مالکیہ کہتے ہیں کہ جب ثابت ہو جائے کہ وہ مال کی حفاظت کے قابل ہو گیا ہے تو پھر اس کے سپرد کیا جائے۔ [60]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گویا اڑانے والا عیاش، مسرف اور فضول خرچ ایسا مجرم ہے کہ ائمہ کی پوری جماعت اس پر پابندی کے حق میں ہے۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ تو ''فاسق'' پر بھی حجر کے قائل ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وقال الشافعی رحمة اللّٰه تعالیٰ یحجر علیه

(علی الفاسق) زجراله وعقوبة علیه۔

صاحب ہدایہ اس کو نقل کرتے ہوئے حضرات صاحبین (امام ابو یوسف امام محمد) کا بھی یہی قول نقل کرتے ہیں۔

ویحجر القاضی عند هما ایضاً..... بسبب الغفلة [61]

یعنی فاسق کو ڈانٹ ڈپٹ اور سزا کے لیے مجور کیا جائے گا اور غفلت کے سبب اسے پابند کر دیا جائے گا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ''فسق'' قید شریعت سے نکل جانے، حدود الٰہی سے تجاوز، بدکاری سے لے کر عام نافرمانی تک بولا جاتا ہے۔ [62]

اور جس تناظر میں یہاں گفتگو ہو رہی ہے اس میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عام نافرمانی ہی مراد ہے۔ تو جب ایک عام نافرمان شخص پر پابندی کی بات کی جاتی ہے تو کھلے بندوں اسراف وتبذیر کا ارتکاب کرنے والوں اور مال و دولت کو عیاشوں میں اڑانے والوں کا کیا حکم ہوگا؟

اور فاسق پر حجر کی پابندی کا قول امام شافعی کے علاوہ امام مالک، امام احمد اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی منقول ہے۔ [63]

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

انه لا یدفع الیه ماله قبل وجود الامرین: البلوغ و الرشد ولو صار شیخا وهذا قول اکثر اهل العلم قال ابن منذر اکثر علماء الامصار من اهل الحجاز والعراق و الشام و مصریرون الحجر علی کل مضیع لماله صغیر اکان او کبیر و هذا قول القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

به قال مالك والشافعي وابو يوسف و محمد [64]

یعنی دونوں باتوں سے قبل مال اس کے سپرد نہ کیا جائے گا ایک بلوغ دوسرے رشد (عقل ودانائی اور صلاحیت دینی) اکثر اہل علم کا یہی قول ہے ابن منذر فرماتے ہیں حجاز، عراق، شام اور مصر کے اکثر علماء اس شخص کے حق میں حجر کے قائل ہیں جو مال کو ضائع کرنے والا ہو قطع نظر اس کے کہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا (مدینہ منورہ کے سات فقہا میں سے ایک قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی قول ہے اور امام مالک، امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ یہی فرماتے ہیں۔

اس سے متصل ابن قدامہ نے امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمہم اللہ تعالیٰ کے بہت سے فتاویٰ نقل کیے ہیں جن میں ان سے اس قسم کے مسائل پوچھے گئے تو انہوں نے حجر ہی کے جواز میں فتاویٰ مرحمت فرمائے۔

مغنی المحتاج کے متن میں ''رشد'' کا معنی ''صلاح الدین والمال'' کیا گیا ہے اور ''مبذر'' کی تفسیر میں کہا گیا ہے معاملات میں غبن فاحش کرنا یا حرام کاموں میں خرچ کرنا یا ایسے ہی سے کی تجارت کرنا۔ [65]

محمد جواز مغنیہ نے سفیہ اسے قرار دیا ہے جو مال ومنال کو احسن طریقے سے برتنے کا سلیقہ نہ رکھے اور معروف (صحیح اور شرعی طریق) میں خرچ نہ کرے اس شخص پر حجر ہوگا حتی کہ فقہا امامیہ (روافض وشیعہ) بھی اسی کے قائل ہیں اور حاکم پر لازم گردانتے ہیں کہ وہ حجر لگا دے۔ [66]

علامہ ابوالبرکات نے ''سفہ'' پر نفیس بحث کی ہے، اس کا خلاصہ ہم اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

''سفہ'' اسباب حجر میں سے ایک ہے جس کا مفہوم ہے ''تبذیر'' یعنی ایسی جگہ مال خرچ کرنا، جن کی شریعت نے اجازت نہیں دی مزید اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔ جیسے مال کو شراب نوشی اور قمار بازی میں اڑانا (بڑے بڑے بار، فائیو سٹارز ہوٹل کے دھندے، گھڑ دوڑ اور ایسی سب باتیں اس ضمن میں آتی ہیں) شطرنج کھیلنا، یہ چیزیں مطلق اور اجتماعی طور پر حرام ہیں یا معاملات میں غبن فاحش، یا کسی دینی، اخروی اور دنیوی ضروری مصلحت کے بغیر خرچ کرنا کہ اس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کا جھوٹا وقار بنے (اس کے خیال میں) جائز طریقوں کے علاوہ شہوات نفسانیہ میں خرچ۔ اس میں خورد ونوش، ملبوسات، سواری وغیرہ کا اسراف بھی شامل ہے (کہ ایک ایک وقت میں کئی کئی کھانے، کئی کئی موٹر گاڑیاں ان گنت جوڑے وغیرہ) کا اسراف بھی شامل ہے یا ایسے ہی دولت کا بے محل مصرف جیسے کسی دریا میں، سمندر میں کھانا وغیرہ بہا دینا۔

جیسا کہ سفہاء (بالخصوص نو دولتیوں کی عادتیں ہیں کہ اپنے مجرم ضمیر کی تسکین کے لیے ایسی حرکات کرتے ہیں) کی عادت ہے۔ الغرض یہ سب چیزیں سفاہت وتبذیر میں شامل ہیں اور ایسے شخص پر حجر لازم ہے۔[67]

جن حضرات نے ''رشد'' سے محض ''صلاح مال'' مراد لیا ہے اور کہا ہے کہ جس شخص میں مالی طور پر صلاحیت پیدا ہو جائے وہ راشد اور رشید ہے، لہٰذا مال اس کے سپرد کر دینے میں حرج نہیں ___ ان کا موقف بڑا کمزور ہے کیونکہ رشد کا تعلق صرف صلاحیت مال سے ہی نہیں، دین سے بھی ہے، بلکہ دین اہم اور مقدم ہے ___ ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

اگر محض رشد سے کسب وصرف مال میں دانائی مراد ہو تو یہود ونصاریٰ تو بڑے عقل مند (راشد) قرار پائیں گے ___ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ رشد کا تعلق دین کے ساتھ ہے ___ انہوں نے اپنی دلیل میں یہ آیت پیش کی قد تبین الرشد من الغیّ [68] جس میں اللہ تعالیٰ نے ''رشد'' (بھلائی، سمجھ، بوجھ، نیکی، راستی) کو ''الغی'' (گمراہی اور ضلالت) کے مقابلہ میں بیان کیا ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ ''رشد'' کا تعلق محض صلاحیت مال سے نہیں صلاحیت دین سے بھی ہے بلکہ پہلے دین پھر مال۔[69]

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الحجر علی البالغین بالسفه" (بالغوں پر حجر لگانا ان کی سفاہت کے سبب) کے عنوان سے باب قائم کیا ہے جس میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض فیصلے درج ہیں ___ حضرات ائمہ کبار ان روایات سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ روایات اس بات کی دلیل ہیں کہ ایک آزاد بالغ کو بھی ضرورت کے تحت مجور کیا جا سکتا ہے اور اس پر تصرف مالی کے سلسلہ میں پابندی لگائی جا سکتی ہے۔[70]

اسی طرح امام بیہقی نے ایک باب قائم کیا جس کا عنوان ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النهی عن اضاعة المال فی غیر حقه۔

یعنی غیر حق میں مال کو ضائع کرنا۔

اس باب میں انہوں نے چار روایات نقل کی ہیں جن میں سے پہلی روایت کے راوی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے نامور صحابی رسول ہیں اس روایت کے آخر میں ہے، "وکرہ لکم ثلاثا ..... اضاعة المال" کہ حضور اقدس علیہ السلام نے تین چیزوں کو تمہارے حق میں سخت ناپسندیدہ قرار دیا جن میں سے ایک مال کا ضائع کرنا ہے۔ یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے عثمان ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسحاق بن ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی۔

دوسری روایت ایک خط پر مشتمل ہے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسلمانوں کے خلیفہ راشد سیّدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نام لکھا اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالہ سے جہاں اور باتوں سے روکا وہاں "اضاعت مال" سے بھی روکا۔ مقصد یہ تھا کہ یہ حکومتی پالیسی ہو اور اس پر پوری مملکت میں عمل ہو۔

تیسری روایت یہ ہے کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان رحمہما اللہ تعالیٰ نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے "اضاعت مال" کی حقیقت معلوم کی تو سعید نے فرمایا:

هوالرجل یرزقه الله الرزق فیجعله فی حرام حرمه علیه۔

کہ ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا وہ اسے حرام کاموں میں خرچ کرتا ہے تو یہی اضاعت مال ہے، یہ روایت بخاری کے علاوہ مسلم میں بھی ابن ابی عمر عن مروان بن معاویہ سے منقول ہے۔

اور چوتھی راویت مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے کہ:

النفقة فی غیر حق هوالتبذیر

کہ غیر حق میں خرچ کرنا ہی تبذیر ہے[1]

بیہقی کے محشی نے ابن حزم کے حوالہ سے "رشد" پر جو گفتگو کی ہے اس کا مختصر ذکر تو ہوا لیکن ہم چاہتے ہیں کہ براہ راست محلی سے اس بحث کا نفیس خلاصہ پیش کر دیں، ابن حزم کہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''رشد کی شرط کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مال، مالک کے سپرد کر دینے کا حکم دیا ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ رشد ہے کیا؟ فرماتے ہیں کہ واقع یہ ہے کہ اصل رشد دین ہے۔ کسب مال کی معرفت کا نام رشد نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک تو وہی آیت دلیل ہے جو البقرہ کی ہے (۲۵۶) جس میں رشد غی کے مقابلہ میں آیا ہے دوسرے سورۂ حجرات کی آیت ہے جس میں صحابہ کرام کو ''راشدون'' کہا گیا، تیسرے سورۂ ہود کی آیت ۹۷ ہے جس میں ہے ''وما امر فرعون برشید (کہ فرعون کا دینی معاملہ درست نہ تھا) یہ تمام آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ رشد کا تعلق دینداری، تقویٰ اور خیر وصلاح سے ہے۔ دوسرے عقلی طور پر دیکھیں تو بالعموم اہل کفر کا معاملہ دینوی مال دولت اور کسب وتجارت کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے بخلاف مسلمانوں کے اور خاص طور پر انبیاء علیہم السلام کے کہ وہاں بالعموم غربت نظر آتی ہے۔ موسیٰ و ہارون اور فرعون و قارون کا معاملہ دیکھیں۔ پھر موسیٰ و خضر کا معاملہ دیکھیں کہ وہ بھوک کے سبب انطاکیہ کے کافروں سے مہمانی کی بات کرتے ہیں۔ حضور کے دور سعادت میں مقطر (مال جوڑنے والے اور خزانہ کرنے والے) ابولہب اور ولید بن مغیرہ جیسے کافر ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام کا تابیر نخل کے سلسلہ میں مشہور ارشاد ہے کہ "انتم اعلم بامور دنیا کم" یہ ساری باتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ''رشد'' کا تعلق کسب مال وغیرہ سے نہیں بلکہ ''رشد'' اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نام ہے اور ایسے انداز سے کسب مال کا نام ہے کہ نہ دین کا نقصان ہو نہ عزت برباد ہو (وقار قائم رہے) اور مال ایسی جگہ خرچ کریں جہاں خرچ کرنا لازم ہے اور جس کے ذریعہ سے جہنم سے نجات حاصل ہو۔ ساتھ ہی اپنا اور اپنے اہل وعیال کا قناعت اور توسط کے ساتھ گذر بسر ہو۔ پس یہی رشد ہے۔ فھذا ھوالرشد[۲]

پھر امام ابن حزم تبذیر، اسراف ... و بسط الید کل البسط (ہاتھ کھلا چھوڑ دینا) کہ ضمن میں لکھتے ہیں۔

کہ تینوں اعمال حرام ہیں اور حقیقت میں ان کا ایک ہی معنی ہے۔ اس کی تفسیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ''غیر حق میں خرچ کرنا'' امام زہری سے منقول ہے، جہاں شرعی ضرورت ہو خرچ کرنا اور غیر شرعی مقام پر خرچ سے احتراز کرنا اور رکنا'' ___ یہ عمل باطل وہاں ۔ ہے۔ اس کا کرنے والا مردود ہے ___ شراب نوشی فاسقانہ کاموں کی اجرت، قمار بازی اس میں شامل ہیں (گھڑ دوڑ، لاٹری، بانڈز وغیرہ) ___ اور حضور علیہ السلام نے فرمایا'' اضاعت مال یہ ہے کہ مال راستہ میں گویا بکھیر دیا جائے اور حرام مقامات پر خرچ کیا جائے۔ امام مالک کہتے ہیں'' معاصی میں خرچ کرنا۔[۳۷]

آج کے دور میں اسراف وتبذیر کے جو مظاہرہ ہیں۔ ان کے لیے یہ تفصیلات بہت کافی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مالی تصرف کا اسے ہی حق ہے جو بنیادی طور پر دیندار اور صاحب تقویٰ ہے اور جو خرچ میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا راظ رکھتا ہے۔

الشعرانی ___ روایات صحیحہ نقل کرتے ہیں، جو ہمارے مدعا کو بالکل ثابت کرتی ہیں۔ ان کا خلاصہ ملاحظہ فرمائیں۔

وکان عثمان و علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا یحجران علی المبذر فی مالہ یمنعانہ من التصرف حتی ینصلح حالہ۔[۳۸]

دونوں خلیفہ راشد حضرت علیؓ وحضرت عثمانؓ مبذر پر پابندی لگا دیتے تھے اور تصرف مال سے روک دیتے تھے جب تک وہ اپنے حال کی اصلاح نہ کر لے۔

بے مقصد تعمیرات کا سلسلہ آج کل بہت عام ہے، ایک ایک شخص کی کئی کوٹھیاں ملک کے مختلف شہروں میں عام شہریوں کا منہ چڑاتی ہیں حتی کہ اسلامیان پاکستان میں ایسے بھی ہیں جنہوں نے یورپ اور مشرق کے ممالک میں جزیرے خرید رکھے ہیں، محلات اور کوٹھیاں بنا رکھی ہیں اور اس طرح بے ہنگم دولت اینٹ گارے کی نظر ہو رہی ہے جب کہ لاکھوں کروڑوں مسلمان ایسے ہیں جنہیں سر چھپانے کو کچی جھونپڑی میسر نہیں۔ یہ معاملہ بڑا سنگین ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اپنی تعمیرات کی بنیادوں میں ایک حرام پتھر بھی نہ لگاؤ کیونکہ اس کے سبب وہ ساری عمارت

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خرابی کا شکار ہو جاتی ہے۔[۵] اور جہاں پوری عمارت حرام مال سے بنی ہو۔ وہاں کیا ہوگا؟ کیا یہ واقعہ نہیں کہ بڑے زمیندار، جاگیردار، اہل صنعت اور بیوروکریٹس کے بنگلے کراچی سے اسلام آباد تک پھیلے ہوئے ہیں۔ لاہور میں بعض بنگلے اور کوٹھیاں تو ہمارے ذاتی علم میں ہیں جو ۱۰ اور ۲۰ کنال سے لیکر اس سے زیادہ رقبہ پر بھی پھیلی ہوئی ہیں۔ کراچی، لاہور، اسلام آباد کی جدید آبادیوں پر ملک کے چند خاندانوں کی اجارہ داری ہے۔ اور وہ لوٹ کھسوٹ کی دولت سے یہ حرکات کر کے معاشرے میں فساد پھیلانے کا موجب بن رہے ہیں۔ جبکہ نبوی تعلیم یہ ہے:

''کہ آپؐ نے ایک شخص کا قبہ نما مکان دیکھا تو ناگواری کا اظہار فرمایا اور پھر اس شخص کے سلام پر جواب دینے کے بجائے اعراض فرمایا، اسے احباب سے صورت حال کا علم ہوا تو اس نے اس کو ہموار کر دیا بعد میں آپؐ کو اس صورت کا علم ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔

اما ان کل بناء وبال علیٰ صاحبہ یوم القیامۃ الا مالا بد منہ۔

یعنی یاد رکھو ہر عمارت اس کے مالک کے لیے قیامت کے دن وبال ہوگی، ہاں اتنی عمارت معاف ہے جو ناگزیر ہو ــــــ ناگزیر کی تعریف علماء نے اس طرح کی ہے کہ:

ھوما یقیۃ من الحرو البرد والسباع و نحوذالك۔

اتنی عمارت جو موسمی تغیرات اور درندوں وغیرہ سے تحفظ کا سامان فراہم کرے۔[۶]

گویا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبہ نما مکان پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور اس پر بھی ناگواری کا اظہار فرماتے ہیں لیکن یہاں باتھ روم میں جب تک امپورٹڈ سامان نہ ہو اور کنالوں میں پھیلا ہوا باغیچہ نہ ہو اور درآمدی پتھر نہ ہو سیمنٹھ اور صاحب کی شان نہیں ہوتی (فیا للعجب) صاحب کشف الغمہ مزید لکھتے ہیں کہ:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ خارجہ بن حذافہ نے مصر میں بالا خانہ بنایا ہے جس سے اڑوس پڑوس والوں کو تکلیف ہوتی ہے (ان کی دھوپ متاثر ہوتی ہے، روشنی متاثر ہوتی ہے اور بسا اوقات بے پردگی کا بھی احتمال ہوتا ہے) تو آپؓ نے گورنر مصر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاذا اتاك كتابي هذا فاهدمها ان شاء الله ۔ والسلام

پس میرا خط پہنچے تو اس بالا خانہ کو منہدم کر دیں ____ اسی سے متصل ہے

وكان رضي الله تعالىٰ عنه يكره ان يكون شخص ببلد و له دار ببلد اخر ويقول فليد عها للمسلمين ينتفعون بها [۷۷]

کہ حضرت عمرؓ اس بات کو سخت ناپسند کرتے کہ ایک شخص کی رہائش تو ایک شہر میں ہو اور اس نے مکان دوسرے شہر میں بھی بنا رکھا ہو ____ آپ حکم دیتے کہ اس کی ملکیت سے وہ دست بردار ہو کر مسلمانوں کے لیے چھوڑ دے تا کہ وہ اس سے استفادہ کریں۔ اس کے بعد ''صاحب کشف الغمہ'' حضور اقدس کے چند ارشادات نقل کرتے ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو شر میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں تو وہ مٹی اور اینٹوں میں الجھ کر عمارات میں لگ جاتا ہے

۲۔ کسی بندے کی ذلت و رسوائی کا وقت آتا ہے تو وہ اپنا مال تعمیرات کی نذر کرنا شروع کر دیتا ہے۔

۳۔ کفایت سے زائد جس نے عمارت بنائی قیامت کے دن اسے اس کو اٹھانے پر مکلف کیا جائے گا۔

۴۔ حضرت عباس نے بالا خانہ بنایا تو حضور علیہ السلام نے اسے منہدم کرنے کا حکم دے دیا ____ اور فرمایا مسلمان جو خرچ کرتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کو خلیفہ بناتا ہے (اس کی پناہ میں دیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ ضامن ہو جاتے ہیں بشرطیکہ تعمیر نہ ہو یا معصیت میں خرچ نہ کیا ہو۔

اس کے بعد کچھ آثار ہیں ____ جن کا مفہوم یہ ہے۔

۱۔ حضرت ابراہیم نخعی نے کہا کہ سوائے مسجد، کسی عمارت پر اجر نہیں ملتا ____ پوچھا گیا، ضرورت کے لیے جو مکان بنایا جائے اس کا کیا معاملہ ہے ____؟ فرمایا ضرورت کی حد تک تو مباح ہے لیکن اس پر اجر بھی نہیں اور گناہ بھی نہیں۔

۲۔ عطیہ بن قیسؒ کے بقول ازواج مطہرات کے حجرے کھجور کی شاخوں کے تھے، حضور علیہ السلام کسی غزوہ میں گئے تو حضرت ام سلمہؓ نے کچھ اینٹوں کا اہتمام کر کے حجرہ بنا لیا واپسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر حضور اقدسؐ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو عرض کیا کہ پردہ کی غرض سے میں نے یہ کیا اس پر آپؐ نے فرمایا:

ان شرما ذهب فيه مال المرء المسلم البنيان وہ بری چیز جس میں انسان کا مال کھپتا ہے وہ تعمیر وعمارت ہے (مقصد یہ تھا کہ جو شکل پہلے تھی ستر کا معاملہ اس سے بھی پورا ہو رہا تھا)

۳۔ حضرت حسن کے بقول جب حضور علیہ السلام نے مسجد بنائی تو فرمایا موسیٰ علیہ السلام کی عریش جیسی عریش بنانا ___ صحابہ نے اس کی تفصیل پوچھی تو فرمایا وہ ایسی چھت تھی کہ آدمی ہاتھ بلند کرتا تو چھت تک پہنچ جاتا۔

۴۔ عمرو بن دینار کے بقول حضور اکرم علیہ السلام کے زمانہ میں بڑی بڑی چار دیواریاں نہ تھی بس ستر و پردہ کی ضرورت کی حد تک چھوٹی چھوٹی دیواریں ہوتیں ___ بعد میں حضرت عمرؓ نے حالات کے تحت اس سے کچھ زائد کی اجازت دے دی۔

۵۔ عمار بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص سات ہاتھ سے بلند عمارت بناتا تو لوگ اسے "افسق الفاسقين" (فاسقوں میں سب سے زیادہ فاسق) کہتے اور پوچھتے کہ اس کو کہاں تک لے جاؤ گے۔

۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بقول حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوسری منزل پر رہائش تھی اور وہ اتنی بلند تھی کہ اگر کوئی سائل کچھ مانگتا تو اوپر سے ہی اس کو کھانا وغیرہ پکڑا دیتے (پھینکے بغیر ہاتھ میں دے دیتے ___ گویا اتنی پست چھتیں تھیں۔[۸]

یہ تو ایک تعمیرات کے معاملہ میں احادیث و آثار ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کس حد تک سادگی، قناعت اور حدود کے دائرہ میں رہنے کی تعلیم دیتا ہے اور اس کے برعکس وہ اسراف وتبذیر کا کتنا بڑا دشمن اور اس کو کس طرح مٹانا چاہتا ہے ___ اس کے ساتھ ہی ذرا انسانی زینت اور تعمیرات وغیرہ میں بھی زیبائش و آرائش پر ایک نظر ڈالیں کہ اسلام کا موقف کیا ہے اور اب اس کے ماننے والے کیا کر رہے ہیں؟

سورۃ النساء کی آیت ۱۱۹ میں شیطان کا ایک قول ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ولا مرنهم فليغيرن خلق اللّٰہ۔

یعنی میں انہیں حکم دونگا تو وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت میں ردوبدل کریں گے۔ "تغییر خلق اللّٰہ" کا ایک مفہوم تو داڑھی منڈوانا ہے جیسا کہ بہت سے مفسرین نے نقل کیا اور اگر بات کو سنجیدگی سے دیکھا جائے تو صرف ایک مد ہی میں اسراف کے جو مظاہر سامنے آتے ہیں ___ انہی کا ٹھکانہ نہیں ___ حجام کی دکان کی شیو سے لیکر ذاتی طور پر شیو کرنے میں مجموعی طور پر سوچیں کہ قوم کا کتنا اجتماعی سرمایہ اس کی نذر ہو جاتا ہے؟

اس کا ایک مظہر جسم کو گودنا، دانتوں کو نوکدار بنانا اور خوبصورتی کے لیے آپریشن اور پلاسٹک سرجری ہے ___ حضور اقدسؐ ایسے لوگوں پر لعنت فرماتے ہیں۔

''لعنت فرمائی اللہ تعالیٰ کے رسول نے گودنے والی پر گدوانے والی پر، دانتوں کو نوکدار بنانے والی پر اور اُس پر جو دانتوں کو نوکدار بنوائے''[۹]

یہ بھی اہل ثروت کے چونچلے اور ان کے مشاغل ہیں، ان کاموں کے لیے بیش قیمت اڈے بنتے ہیں جن کی فیس بے حد زیادہ ہوتی ہے ___ یہ معاملہ اس حد تک بڑھتا ہے کہ شرک تک نوبت پہنچ جاتی ہے ___ چنانچہ عیسائی ہاتھ اور سینہ پر صلیب کا نشان گدواتے ہیں بہت سے اہل مذاہب اپنے دیوی دیوتاؤں کی تصویریں بنواتے ہیں اور مذہبی شعائر کا مظہر اس سے ہونے لگتا ہے۔

دانتوں کے نوکدار بنانے کے ساتھ ساتھ دانتوں کے درمیان درزیں بنانا بھی موجب لعنت ہے جیسا کہ اسی سے متصل مسلم میں روایت ہے اور اسے امام بخاری نے بھی نقل کیا ___ یہ فیشن میں غلو ہے جس سے اسلام سخت انکاری ہے ___ اسی فیشن پرستی میں بھنویں باریک کرانا اور بال جوڑنا بھی ہے چنانچہ امام ابوداؤد نے اس سلسلہ میں ایک روایت نقل کی جس سے بال نوچ کر یا جدید انداز کی مشینری سے کاٹ کر بھنویں باریک کرنے پر لعنت آئی ہے اور حضرت امام بخاری نے حضرت عائشہ، حضرت اسماء، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم متعدد صحابہ سے بال جوڑنے پر حضور علیہ السلام سے لعنت نقل کی ___ اس کو دیکھیں اور پھر اپنے بازاروں دکانوں وغیرہ میں چوٹیوں کا تھوک کا کاروبار دیکھیں ___ حضور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام نے اس کو جعل سازی سے تعبیر فرمایا یہ بھی تغیر خلق اللہ کی ایک شکل ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آخری بار مدینہ کا سفر کیا تو بالوں کا گچھا (چوٹی) نکال کر فرمایا، یہ یہودیوں کا فیشن ہے نبی کریم علیہ السلام نے اسے جھوٹ، فریب اور جعلسازی کا کاروبار بتایا ہے۔

___ اور مزید فرمایا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں اسی قسم کے فیشن سے تباہ ہوئیں___ امام خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا کہ ان چیزوں پر سخت وعیدیں اس لیے ہیں کہ ان میں تغیر خلق اللہ کا پہلو بھی ہے اور زور، دھوکہ اور فریب کا بھی۔[۵۰]

اپنے جسم کی جائز زیب و زینت میں جس طرح حرج نہیں اسی طرح لباس وغیرہ میں ضرورت کی حد تک تزئین کی بھی اجازت ہے لیکن جب معاملہ اسراف وتبذیر کی حدود میں آ جائے کہ بیک وقت کئی کئی جوڑے اور سوٹ، سوٹ کیسوں اور الماریوں کی زینت ہوں تو اسلام جیسا سادگی پسند دین کبھی پسند نہیں کرتا___ اسی طرح وہ لباس میں فخر وغرور کا سخت دشمن ہے۔

چنانچہ مردوں کے لیے سونا اور ریشم کی حرمت اور عورتوں کے لیے اجازت لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کے حق نہ ادا کرنے پر شدید وعیدیں، بالعموم خواتین زیورات کی زکوٰۃ نہیں دیتیں اور کہتی ہیں کہ یہ ہمارے استعمال کا ہے___ تجارتی تھوڑا ہے؟ حالانکہ سونا چاندی کسی حال میں ہو، اس میں زکوٰۃ لازم ہے) اپنی جگہ حقیقت ہیں___ عورت کے سلسلہ میں اس ارشاد کو سامنے رکھیں جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:

> دو گروہ بکثرت جہنم میں، میں نے دیکھے ظالم حکمران، جو لوگوں کو ہر وقت کوڑے برسائیں ایسی عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی برہنہ ہوں۔ مردوں کی طرف مائل ہوں۔ ان کے سر اونٹ کے جھکتے ہوئے کوہان کی طرح ہوں۔ (چوٹیاں وغیرہ رکھ کر) پھر لباس ہی کے حوالہ سے اس قول باری تعالیٰ کو سامنے رکھیں۔
>
> اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگ پسند نہیں جو اترانے والے اور فخر کرنے والے ہوں۔ (الحدید:۲۳)
>
> اور حضور اکرم علیہ السلام کا ارشاد ہے:
>
> ''جو اپنے کپڑے تکبر سے گھسیٹتے ہوئے چلیں گے (یا غرور وتکبر کا کوئی اور انداز

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کریں گے) تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گے۔''

نیز فرمایا:

شہرت کا لباس پہننے والا قیامت کے دن ذلت کے لباس میں ملبوس کیا جائے گا۔[۸۱]

لباس کے بعد مکان انسان کی ضرورت ہے ___ اللہ تعالیٰ نے اسے ''جائے سکون'' بتلایا ہے (النحل: ۸۰) اور حضور علیہ السلام نے نیک بیوی، پرسکون کھلا مکان، اچھا پڑوسی اور ضرورت کی اچھی سواری کو باعث سعادت بتلایا ___ گھروں کو صاف ستھرا رکھنے کی تلقین کی ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ تطیف ہے، نظافت کو پسند کرتا ہے۔ کریم ہے اسے کرم پسند ہے، فیاض ہے، فیاضی پسند کرتا ہے ___ اپنے گھر کے صحن صاف رکھا کرو، یہود کی مشابہت نہ کرو۔''

لیکن طویل طویل رقبوں میں مکانات، بالخصوص جبکہ معاشرہ کی اکثریت افلاس، تنگ دستی کا شکار ہو اور اسے کبھی جھونپڑی میسر نہ ہو، اس کی بالکل اجازت نہیں ___ تفصیل پہلے گزر چکی ___ ساتھ ہی بیش قیمت برتن، جن میں بڑھتے بڑھتے معاملہ سونے چاندی کے برتنوں تک پہنچ جاتا ہے اور انواع واقسام کی کراکری سے گھر بھرا ہوتا ہے ___ اس کا کیا جواز ہے۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بقول حضور علیہ السلام نے فرمایا:

''جو سونے چاندی کے برتنوں میں کھائے پیئے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔''

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بقول حضور علیہ السلام نے سونے چاندی کے برتنوں حریر و دیبا کے لباس اور ان کے فرش وگاؤ تکیے سے منع فرمایا ___ یہ اس دنیا میں کافروں کے لیے ہیں ہمارے لیے آخرت میں ہوں گے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی علت مردوں عورتوں دونوں کے لیے اسراف، تکبر اور غریبوں کی دل شکنی قرار دیتے ہیں۔

پھر گھروں میں تصاویر، مجسمے اور ایسی چیزیں سجائی جاتی ہیں حالانکہ جس گھر میں مجسمے ہوں وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے ___ اس سے عقیدہ توحید پر حرف آتا ہے ___ اسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شرک کا دروازہ کھلتا ہے ___ اس میں اسراف وتبذیر ہے[۸۲]

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بقول

''تمدن کے فساد کا اصل سبب امراء کی نفس پرستیاں ہیں، وہ زندگی کی سادہ اور حقیقی ضروریات سے گزر کر دنیا کی رنگ رلیوں کا شکار ہو جاتے ہیں اور اس کے شیدائی بن جاتے ہیں ___ پھر عام لوگ بھی ان کی دیکھا دیکھی ایسے ہی معاملات کا شکار ہو جاتے ہیں ___ جب وسائل رزق اس میں ان کا ساتھ نہیں دیتے تو وہ چوری، ڈاکہ، حرام کاری اور نہ معلوم کیا کیا طریقے ایجاد کر لیتے ہیں ___ ظہور اسلام کے وقت عجمی معاشرہ پر یہی مرض مسلط تھا ___ اسلام نے ظہور مفاسد کے تمام طریقوں کا قلع قمع کیا جس میں جاگیرداری سسٹم، بیع وشراء کے ناجائز اور غلط طریقے، ربا وغیرہ سب شامل ہیں ___ اور ساتھ ہی ساتھ زندگی کی سادہ اور حقیقی ضروریات کی طرف توجہ دلا کر اسراف سے منع کیا[۸۳]

''حجر'' پر ہم نے گفتگو کی اور اس میں خاص طور پر سفیہ اور مبذّر کا معاملہ کافی تفصیل سے بیان کیا ___ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے دور میں ایک مخصوص طبقہ جو وسائل رزق پر قابض ہو کر ساری دولت کو سمیٹ کر بیٹھ گیا ہے اور پھر وہ جس طرح اس دولت کو اللے تللوں میں اڑا رہا ہے، اس کا لازمی تقاضہ ہے کہ ایسے لوگوں پر کنٹرول کیا جائے، حجر کے مسلمہ اصول فقہی پر انہیں پابند کیا جائے اور ان کے سبب جو مفاسد پھیل رہے ہیں ان کا سدباب کیا جائے ورنہ اس دھرتی پر کسی ایسے انقلاب کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا جو عقیدہ اور دھرم تک کو بہا کر لے جائے۔

اس میں مطلق شک نہیں کہ ہمارا معاشرہ بنیادی طور پر دیہی جاگیردارانہ معاشرہ ہے۔ یہاں کی زمین کا بہت غالب حصہ غیر ملکی حکمرانوں کی خدمت اور قوم فروشی کے صلہ میں ان جاگیرداروں کو ملا ہے یہ بجائے خود بہت بڑا جرم ہے، زندہ اور بیدار قوموں کا وطیرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ حصول آزادی کے بعد آزادی کے متوالوں کی سرپرستی کرتی اور آزادی کے دشمنوں کا قلع قمع کرتی ہیں، لیکن افسوس کہ ہمارے یہاں ایسا نہ ہوا ___ بلکہ وہی طبقہ ہماری ہر چیز پر مسلط ہو گیا۔ آج سیاست ان کی ہے، عدالت پر ان کا قبضہ ہے، اجتماعی ادارے ان کے تصرف میں ہیں، ملک کے مہنگے تعلیمی اداروں پر ان کا تسلط ہے اور یہیں سے ملک کو آئندہ کے لیے حکمران، سیاست دان، مقننہ اور منتظم میسر آتے ہیں ___ یہ صورت حال بڑی سنگین ہے ___ سیّد دو عالم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ویسے بھی جاگیرداری سسٹم کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ ان کا ذوق یہ ہے کہ جس کے پاس زائد از ضرورت زمین ہے وہ اسے اس بھائی کے سپرد کر دے جس کے پاس زمین نہیں ___ حضرت الامام ابو حنیفہ قدس اللہ سرہ العزیز جن کی نسبت سے یہاں کی غالب اکثریت حنفی کہلاتی ہے اور جن کی فقہ کے حوالہ سے یہاں کے علماء چند فروعی مسائل پر گتھم گتھا ہوتے ہیں ___ وہ اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں ہی اس بٹائی اور مزارعت کے انداز کو پسند نہیں کرتے قومی، ملی اور ملکی مصالح کا لازمی تقاضہ یہی ہے کہ اس پر نظر ثانی کی جائے ___ اس ملک کی زمینوں کا مسئلہ بجائے خود محل نظر ہے پھر مزارعت و جاگیرداری کا یہ حال ہے کہ وہ ان گنت مفاسد کا باعث بن رہے ہیں تو اس پر نظر ثانی کیوں نہ کی جائے؟

پھر تجارت وصنعت کے حوالہ سے چند خاندانوں کی اجارہ داری جو رنگ لائے گی، اس کا شاید ہمیں اندازہ نہیں یا ہم روایتی طور پر کبوتر کی طرح آنکھ بند کر کے بلی کے خطرہ کو نظر انداز کرنے کی فکر میں ہیں۔

کتنا ستم ہے کہ ایک طرف انسانی معاشرہ کی بھرپور اکثریت ہے، جسے زندگی کی بنیادی سہولتیں تک میسر نہیں دوسری طرف ایسے لوگ ہیں جن کے زرعی رقبے، صنعت، تجارت، پلازوں، مکانات وغیرہ کے حساب کتاب کے لیے کئی کئی اکاؤنٹس درکار ہوتے ہیں ___ طویل رقبوں پر پھیلی ہوئی محل نما کوٹھیوں میں تعیّشات کا ہر سامان، کئی کئی اے سی، وی سی آر، قالین، ڈنر سیٹ، کلر ڈی وی ___ ایک عذاب ہے جس کی حد نہیں ___ ہمیں چند سال قبل کا وہ قصہ نہیں بھولتا کہ ہمارے ملک کے ایک بڑے جاگیردار جو خیر سے ایک خانقاہ کے سجادہ نشین بھی تھے نے یورپ سے مبلغ ساٹھ ہزار کا کتا منگوایا۔ وطن کی گرم زمین سے کتا متاثر ہوا تو ایک ملازم سمیت اس کتے کو مری بھیج دیا، کتے پر زیادہ خرچ ہوتا، ملازم پر کم ___ قضائے الٰہی سے کتا مر گیا تو اس ظالم پیر، جاگیردار نے اس ملازم کا مختصر سا جھونپڑا، گھریلو سامان اور دودھ دینے والی بھینس ضبط کر لی ___ گویا سارا قصور اسی کا تھا ___ یہ تو اتفاق ہوا کہ قصہ اخبار میں آ گیا اور مثالی طور پر شریف النفس انتظامیہ نے اس کی دادرسی کی ___ ورنہ اس قسم کے واقعات تو ہمارے یہاں روز ہوتے ہیں ___ غریب مزارعین کی بچیوں کا جو حشر پچھلے سال میں چند واقعات کے حوالہ سے آیا اور شہر کے نو دولتیوں نے جس طرح سینما، وی سی آر اور اس سے بڑھ کر ہیرا منڈیاں آباد کیں ہمارے اسلام و اخلاق کا منہ چڑاتی ہیں۔ ان کا کون سدباب کرے گا ___ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کے بقول تمدن و معاش کا یہ فساد امراء کی نفس پرستیوں کے سبب ہے ___ امراء کے بال و پر ''حجر'' کے مسلمہ فقہی اصول سے کاٹنے لازم ہیں تا کہ معاشرہ میں سکون ہو سکے۔ ہم ماضی کی داستانیں دہرانے کے عادی ہو گئے لیکن سوال یہ ہے کہ ان باتوں پر کبھی ہمارا عمل بھی ہو گا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلافت سنبھالی تو محافظ دستہ ختم کر دیا، انواع و اقسام کی سواریاں ختم کر دیں، حتیٰ کہ اپنی بیوی کے زیورات تک بیت المال میں جمع کروا دیئے اور تعیشات کے جو سامان نظر آئے وہ فروخت کر کے قیمت بیت المال میں جمع کرا دی۔ [۸۴]

سیّدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کل سالانہ خرچ چھ ہزار درہم تھا۔ اور یہ بھی صحابہ علیہم الرضوان نے بڑے اصرار کے بعد ان کے لیے منظور کیا۔ [۸۵]

اپنے ورثاء سے فرما کر سیدنا ابوبکر صدیق اکبرؓ نے اپنی وفات کے بعد یہ مختصر رقم بھی بیت المال کو واپس کرا دی جس پر حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے فرمایا ___ ابوبکر نے بعد میں آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا [۸۶] جب ان کے دورِ خلافت کے کل وظیفہ کا حساب لگایا گیا تو آٹھ ہزار درہم نکلے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ سالانہ پانچ ہزار درہم۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اتنا ہی تھا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ نہیں لیتے تھے ان کا موقف تھا کہ سربراہ مملکت کا معاملہ یتیم کے والی کا سا ہے ___ وہ ضرورت کے تحت لے سکتا ہے ورنہ نہیں۔ (سورۃ نساء: رکوع ۱) چونکہ میں صاحب ثروت ہوں اس لیے مجھے ضرورت نہیں۔ [۸۷]

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مزاج شناس نبوت اور خلیفہ راشد نے تقسیم مال میں ''علی السویہ'' مساوات کا اہتمام کیا جس پر بعض لوگوں نے کہا ___ اے خلیفہ رسول۔

''آپ نے مال برابر تقسیم کر دیا حالانکہ لوگوں میں ایسے بھی ہیں جن کو دوسروں پر تقدّم اور تفوق حاصل ہے اگر آپ ان کے سبقت الی الاسلام اور فضیلت کی رعایت رکھتے تو بہتر ہوتا ___ آپ نے جواب میں فرمایا! تم نے جن فضائل و سوابق کا ذکر کیا ہے، ان کو مجھ سے زیادہ اور کون جانتا ہے (آپ تو اس معاملہ میں بڑے آگے تھے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور آپ نے اپنی ساری دولت خرچ کی، تمام غزوات میں شریک رہے، حضور علیہ السلام کے دست و بازو بنے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ چیزیں وہ ہیں جن کا ثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے یہ بہرحال معاش کا معاملہ ہے اس میں برابری کا معاملہ کرنا، ترجیح دینے سے بہتر ہے"[88]

یہ اس شخص کی پالیسی ہے جسے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ اعتماد حاصل تھا___ لیکن اب دیکھیں تو شرم آتی ہے کہ ایک ایک اہلکار، وزیر اور دوسرے شخص پر اس حد تک اخراجات ہوتے ہیں کہ الاماں ___ سرکاری دائرے میں طویل طویل بنگلے، کئی کئی ملازم، گاڑیاں فون کے اخراجات___ ان کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں امارت وغربت کا فرق بری طرح بڑھ رہا ہے، خطرات پیدا ہو رہے ہیں اور سب سے بڑھ کر ان بے ہنگم اخراجات کے نتیجہ میں غیر ملکی قرضے گلے کا ہار بن کر ایک بار پھر ہماری آزادی کو خطرے میں ڈال رہے ہیں کیونکہ انسانی تاریخ یہی ہے کہ معاشی بے راہ روی، عدم انصاف و مساوات نے سیاسی آزادیوں کو غارت کیا اور ہم غلامی کا شکار ہو گئے___ اللہ نہ کرے پھر ایسی شکل پیدا ہو لیکن بہرحال یہ خطرات تب ہی ٹلیں گے جب صورت حال کی اصلاح کی جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اراضیات کو سرکاری دائرے میں محفوظ رکھا اور اسے فوجیوں وغیرہ میں بالکل تقسیم نہ کیا، لوگوں نے ہزار کوشش کی کہ عراق و شام کی زمینیں تقسیم کی جائیں، لیکن وہ نہیں مانے___ بڑی مشاورت اور لے دے کے بعد لوگ ان کے موقف سے متفق ہو گئے۔[89]

لیکن ہم نے رشوت کے طور پر مختلف طبقات حتیٰ کہ فوجیوں میں زمین تقسیم کر کے جاگیرداروں کے نئے طبقات پیدا کر دیئے ہیں جس کے نتیجہ میں مسائل نے گھمبیر شکل اختیار کر لی ہے۔ اس لیے ہم حرف آخر کے طور پر حکومت، اس کے اداروں اسلامی نظریاتی کونسل، اسلامی تحقیقاتی ادارہ، شرعی کورٹ اور علماء سے درخواست کریں گے کہ وہ ان مسائل پر سنجیدگی سے غور کریں، لمبے ہاتھوں کو روکیں، ان پر پابندی لگائیں اور معاشرہ میں امن و مساوات کا ماحول پیدا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح راہ پر چلنے کی توفیق دے۔

آمین بحرمة النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

۱۔ الرائد:ص۵۵۲ جبران مسعود بیروت ۱۹۶۷ء

۲۔ المنجد الابجدی:ص۳۵۴ دار المشرق بیروت طبع ثانی

۳۔ المنجد:ص۹۔۱۱۸ مطبع کاتولیکیہ ۱۹واں ایڈیشن۔

۴۔ فقہ السنۃ للسید سابق:ص۵۶۶:ج۳ دار الکتاب العربی بیروت ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

۵۔ عینی شرح ہدایہ:ص۴۶۸:ج۳۔ مصباح القدوری:ص۲:ج:۶ مطبوعہ سہارنپور۔

۶۔ الشرح الصغیر علی اقرب المسالک الی مذہب الامام مالک:ص۳۸۱ ج۳ دار المعارف القاہرہ بحصر تالیف علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد بن احمد الدردیر حاشیہ العلامہ الشیخ احمد بن محمد الصاوی المالکی تحقیق وتخریج دکتور مصطفیٰ کمال وصفی۔

۷۔ المغنی لابن قدامہؒ:ص۵۰۵:ج۴ مکتبہ الریاض۔

۸۔ مغنی المحتاج الی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج للشیخ محمد الشربینی الخطیب:ص۱۶۵ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء

۹۔ ترجمہ مولانا محمود حسن دیوبندی معروف بہ شیخ الہند ص۹۹ مطبوعہ مطبع نورانی۔ اچھرہ لاہور آیت نمبر۶

۱۰۔ ترجمہ شیخ الہند رکوع نمبر۳۶ سورۃ بقرہ ص۶۰۔

۱۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص۹۳۹:ج۷ مطبوعہ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

۱۲۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ لعبدالرحمٰن الجزیری:ص۳۴۹:ج۲ مطبوعہ مصر (اس کا اُردو ترجمہ علماء اکادمی محکمہ اوقاف پنجاب لاہور نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے)

۱۳۔ اردو دائرۃ معارف اسلامیہ:ص۹۴۰ ج۷

۱۴۔ معجم فقہ ابن حزم، الظاہری ص۹۷۔۳۹۶:ج۱ (حرف الحاء) دار الفکر بیروت مطبوعہ ۱۳۸۵ھ

۱۵۔ المغنی لابن قدامہ:ص۵۰۵:ج۴

۱۶۔ الہدایہ:ص۴۔۵۔۲ ج۳ مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر مطبوعہ ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

۱۷۔ مغنی المحتاج:ص۱۶۵:ج۲

۱۸۔ مصباح القدوری:ص۳ تا ۵۔

۱۹۔ بدایۃ المجتہد:ص۸۰۔۲۷۹ دار المعرفۃ بیروت پانچواں ایڈیشن ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۲۰۔ الشرح الصغیر:ص۸۲۔۳۸۱:ج۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۱ فقہ السنۃ: ص ۵۶۶: ج ۳

۲۲ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: ص ۹۴۰ ج ۷

۲۳ ۔ایضاً۔

۲۴ سورۃ النساء، آیت ع ۵

۲۵ ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد ___ ترجمان القرآن: ص ۴۲۷: ج ۲ دہلی ایڈیشن

۲۶ تفسیری نوٹس از مولانا آزاد ترجمان القرآن ص ۴۲۷ ج ۲

۲۷ تفسیر عثمانی: ص ۱۰۰ سورۃ النساء رکوع نمبر ۱ آیت ۵

۲۸ الجامع لاحکام القرآن: ص ۲۷: ج ۵ داراحیاء التراث العربی بیروت

۲۹ القرطبی: ص ۱۳۲: ج ۲

۳۰ القرطبی: ص ۹۔۲۸: ج ۵

۳۱ القرطبی: ص ۳۰: جلد ۵

۳۲ احکام القرآن للجصاص: ص ۶۰ ج ۲ سہیل اکادمی لاہور

۳۳ احکام القرآن: ص ۶۱۔۶۰: ج ۲

۳۴ التفسیر الواضح: ص ۱۴۸: ج ۳۔۴ مطبوعہ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء دار الطباعۃ الحدیثہ القاہرہ للدکتور محمد محمود مجازی کلیۃ اصول الدین جامعۃ الازہر

۳۵ ابن کثیر ___ تفسیر: ص ۴۵۲: ج سہیل اکادمی لاہور

۳۶ الکشاف: ص ۵۰۰ ج ۱، دار المعرفۃ بیروت

۳۷ المنار: ص ۹۔۳۷۸: ج ۴ دار المعرفۃ بیروت تیسرا ایڈیشن

۳۸ السنن الکبریٰ للبیہقی: ص ۵۴: ج ۶ مطبوعہ دائرۃ معارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۲ھ

۳۹ ترجمہ مولانا ابوالکلام آزاد: ص ۴۲۸: ج ۲ ترجمان القرآن

۴۰ تفسیر عثمانی: ص ۱۰۰ و ہکذا فی تفسیر المنار: ص ۳۸۶: ج ۴

۴۱ ابن کثیر: ص ۴۵۳ ج ۱، وھکذا فی الکشاف: ص ۵۰۱ ج ۱

۴۲ التفسیر الواضح: ص ۱۴۹: ج ۴

۴۳ صفوۃ التفاسیر: ص ۸۰: ج ۲ دار القرآن الکریم بیروت للاستاذ محمد علی الصابونی استاذ کلیۃ الشریعۃ والدراسات اسلامیہ جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ ۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء

۴۴ قرطبی: ص ۳۷: ج ۵ ھکذا نقل الجصاص فی احکام القرآن: ص ۶۳: ج ۲

۴۵ سنن کبریٰ بیہقی: ص ۵۹: ج ۶

۴۶ مولانا ابوالکلام ___ ترجمان القرآن: ص ۱۹: ج ۳ ساہتیہ ایڈیشن دہلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۷۔ تفسیر عثمانی ___ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ: ص ۱۹۹

۴۸۔ تفسیر ترجمان: ص ۱۹ تا ۲۱ ج ۳

۴۹۔ تفسیر عثمانی: ص ۱۹۹

۵۰۔ التفسیر الواضح: ص ۱۳۶ ___ ص ۱۳۷: ج ۸

۵۱۔ فقہ السنۃ از ص ۵۷۲ تا ص ۵۷۴: ج ۲

۵۲۔ بنی اسرائیل آیات ۲۶۔۲۷ ترجمہ مولانا ابوالکلام

۵۳۔ ترجمان القرآن:: ص ۲۷۰۔۲۷۱ ساھتیہ دہلی ایڈیشن

۵۴۔ تفسیر عثمانی: ص ۳۶۸

۵۵۔ معاشیات، مقصد و منہاج از ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم: ص ۳۰ مطبوعہ مکتبہ جامعہ دہلی

۵۶۔ بحوالہ الفرقان لکھنؤ بابت ماہ صفر ۱۳۷۲ھ ص ۶۔۳۵

۵۷۔ مولانا محمد حنیف ندوی، اساسیات اسلام: ص ۵۲۔۲۴۸ (خلاصہ) مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۳ء

۵۸۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ص ۷۰۶: ج ۲ مطبوعہ علماء اکادمی محکمہ اوقاف لاہور

۵۹۔ ایضاً۔ ص ۷۰۰: ج ۲

۶۰۔ کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ: ص ۹۔۷۰۶ (خلاصہ)

۶۱۔ ہدایہ: ص ۲۰۷ ج ۳

۶۲۔ قاموس القرآن: ص ۴۰۰ مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۹۷۳ء

۶۳۔ مصباح القدوری: ص ۵ ج ۶ مطبوعہ سہارنپور

۶۴۔ المغنی: ص ۷۔۵۰۶ ج ۴

۶۵۔ مغنی المحتاج: ص ۱۶۸ ج ۲

۶۶۔ الفقہ علی المذاہب الخمسہ: ص ۳۵۔۶۳۴ دار الجواد بیروت

۶۷۔ الشرح الصغیر: ص ۳۹۳ ج ۱

۶۸۔ البقرہ آیت ۲۵۶

۶۹۔ سنن الکبری للبیہقی: ص ۵۹ ج ۶ (رشد اور غی کے لیے دیکھیں قاموس القرآن ص ۲۴۹ اور: ص ۳۸۶

۷۰۔ سنن الکبری: ص ۶۱: ج ۶

۷۱۔ ان پوری روایات کی تفصیل سنن الکبری: ص ۶۳: ج ۶ میں ہے

۷۲۔ المحلی لابن حزم: ص ۲۸۶ ج المکتبۃ التجاری للطباعۃ والتوزیع والنشر بیروت

۷۳۔ المحلی: ص ۹۱۔۲۸۹ (خلاصہ مضامین)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۴ کشف الغمہ عن جمیع الامۃ از ابی المواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی الانصاری الشافعیؒ المصری ص ۱۷: ج ۲، مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ بمصر ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء

۷۵ کشف الغمہ: ص ۲۰ ج ۲

۷۶ کشف الغمہ: ص ۲۰: ج ۲

۷۷ کشف الغمہ: ص ۲۰: ج ۲

۷۸ کشف الغمہ: ص ۲۰: ج ۲

۷۹ مسلم باب تغیر خلق اللہ ریاض ایڈیشن

۸۰ یہ سب ارشادات علامہ یوسف القرضاوی کی کتاب ''الحلال والحرام فی الاسلام'' سے ماخوذ ہیں ___ ایسے موضوعات پر یہ کتاب بڑی نفیس ہے اس کا اردو ترجمہ بمبئی میں الدارالسلفیہ کے زیر اہتمام شمس پیرزادہ صاحب نے کیا ہے ___ اس سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے ___ ان مباحث کے لیے دیکھیں: ص ۱۱۷ تا ص ۱۲۳

۸۱ الحلال والحرام فی الاسلام: ص ۱۰۶ تا ص ۱۱۷ (خلاصہ)

۸۲ الحلال والحرام فی الاسلام: ص ۱۲۹ تا ص ۱۳۹ (خلاصہ)

۸۳ افادات شاہ ولی اللہ ماخوذ از حجۃ اللہ البالغہ ___ مطبوعہ اقبال اکادمی لاہور جون ۱۹۴۴ء تفصیل کے لیے دیکھیں ''حجۃ اللہ البالغہ ابواب ابتغاء الرزق، البیوع المنہی عنہا، احکام البیع اور التبرع والتعاون از ص ۱۰۳ تا ص ۱۱۶ جلد دوم عربی ایڈیشن مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

۸۴ تفصیلات کے لیے دیکھیں صفۃ الصفوۃ لابن جوزی: ص ۶۴ ج ۲ ص ۹۸ ج ۲، حیات الحیوان ص ۶۸ ج ۱، ابن عبدالحکم ص ۱۶۸

۸۵ تاریخ طبری ص ۵۴ ج ۴ مطبوعہ لیڈن

۸۶ طبری: ص ۵۵، ج ۴ نیز کتاب الاموال: ص، ۲۶۷

۸۷ شمس الائمہ سرخسی مبسوط: ص ۱۹ ج ۳ ___ اسلام کے معاشی نظریے: ص ۵۵-۷۵ ج ۲ از ڈاکٹر محمد یوسف الدین خان مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۶۹ھ/۱۹۵۰ء

۸۸ کتاب الخراج لقاضی ابی یوسف ص ۴۲ مکذانی کتاب الاموال از ابوعبید

۸۹ کتاب الخراج: ص ۱۶۳ اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعارف مصنف

نام : مولانا سعید الرحمٰن علوی (مرحوم)

ولدیت : مولانا حافظ محمد رمضان علوی (مرحوم)

ولادت : ۴۔ اپریل ۱۹۴۸ء

وفات : ۲۔ اکتوبر ۱۹۹۴ء

تعلیم : تجوید و قرأت، حفظ قرآنی ۱۹۵۶ء

درس نظامی۔ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ ۱۹۶۶ء

شہادت العالمیہ فی العلوم الاسلامیہ

فاضل اردو پنجاب یونیورسٹی ۱۹۸۶ء

ایم۔اے عربی پنجاب یونیورسٹی ۱۹۹۱ء

ایم۔اے اسلامیات پنجاب یونیورسٹی ۱۹۹۳ء

ادارت : ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۱۹۷۴ء۔۱۹۸۴ء

رکن مجلس ادارت ماہنامہ میثاق لاہور

کتب : ۱ اہلِ بیت نبوت

۲ خلفاء راشدین حسنِ کردار و عمل

۳ مولانا محمد علی جالندھریؒ

۴ استاد القرأ قاری محمد شریفؒ

۵ افکار شیعہ

۶ واقعہ کربلا و مراسم عزا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ کیمیائے سعادت از غزالی

۸ ترجمہ تعبیر الرویا از ابن سیرین

۹ ترجمہ مغازی رسول ﷺ از عروہ بن زبیر

۱۰ ترجمہ مختصر القدوری (غیر مطبوعہ)

علاوہ ازیں ملک کے معروف دینی و علمی رسائل میں آپ کے مضامین شائع ہوتے رہے

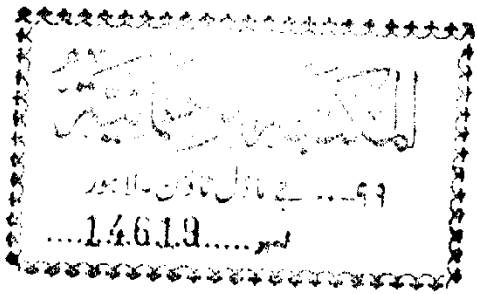

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ہماری دیگر کتب

اُم الکتاب	مولانا ابوالکلام آزاد	150 روپے
غبارِ خاطر	مولانا ابوالکلام آزاد	200 روپے
تذکرہ	مولانا ابوالکلام آزاد	200 روپے
قرآن کا قانون عروج و زوال	مولانا ابوالکلام آزاد	90 روپے
قولِ فیصل	مولانا ابوالکلام آزاد	90 روپے
خُطباتِ آزاد	مولانا ابوالکلام آزاد	200 روپے
ارکانِ اسلام	مولانا ابوالکلام آزاد	زیرِ طبع
مسلمان عورت	مولانا ابوالکلام آزاد	90 روپے
حقیقتِ صلوٰۃ	مولانا ابوالکلام آزاد	60 روپے
ولادتِ نبویؐ	مولانا ابوالکلام آزاد	60 روپے
مسئلہ خلافت	مولانا ابوالکلام آزاد	100 روپے
صدائے حق	مولانا ابوالکلام آزاد	60 روپے
انسانیت موت کے دروازے پر	مولانا ابوالکلام آزاد	70 روپے
رسول اکرمؐ اور خلفائے راشدین کے آخری لمحات	مولانا ابوالکلام آزاد	60 روپے
آزادیِ ہند	مولانا ابوالکلام آزاد	200 روپے
افسانہ ہجر و وصال	مولانا ابوالکلام آزاد	30 روپے
مولانا ابوالکلام آزاد نے پاکستان کے بارے میں کیا کہا	مرتبہ ڈاکٹر احمد حسین کمال	70 روپے
فیضانِ آزاد	مرتبہ جاوید اختر بھٹی	80 روپے

مکتبہ جمال

تیسری منزل حسن مارکیٹ

اُردو بازار لاہور فون نمبر: 7232731

E-mail: maktaba_jamal@email.com